مجلہ قرآنی وسماجی علوم

ششماہی تحقیقی مجلہ

جلد:2، شمارہ:1
جنوری-جون 2022

مدیر:ڈاکٹر امان اللہ

ISSN (e): 2790-5640
ISSN (p): 2790-5632
www.jqss.org

AL-HIDAYA RESEARCH ACADEMY PRIVATE LIMITED

مجلہ قرآنی وسماجی علوم

Volume :2, Issue 1

Editor: Dr. Aman Ullah

JQSS

Journal of Quranic and Social Studies

Volume:2, issue:1
Jan-June 2022

Editor: Dr. Aman Ullah

AL-HIDAYA RESEARCH ACADEMY PRIVATE LIMITED

ISSN (e): 2790-5640
ISSN (p): 2790-5632
www.jqss.org

Journal of Quranic and Social Studies (JQSS) 2022,Vol:2, Issue:1
http://www.jqss.org/index.php/JQSS/issue/view/3
مجلہ قرآنی وسماجی علوم
ششماہی تحقیقی مجلہ

CONTENTS:

		English Articles			
S.No	**Article Title**	**Authors**	**Pages**	**Doi**	**Language**
		Urdu Articles			
1.	تفسیر الاکلیل فی استنباط التنزیل کی روشنی میں حضور ﷺ کو ابو المومنین کہنے کی شرعی حیثیت کا تحقیقی جائزہ	Fazal Rabi, Muhammad Siddique Ullah	01-11	Nil	Urdu
2.	تفسیر الاکلیل فی استنباط التنزیل کی روشنی میں ترک اور حبشہ سے جہاد اور ترکِ جہاد کا شرعی حکم	Rizwan Khan, Dr. Abdul Ali Achakzai	12-23	Nil	Urdu
3.	مولانا محمد یعقوب شرودیؒ اور ان کی تفسیر "کشف القرآن" کا تحقیقی و تعارفی جائزہ	Dr. Riaz Ahmed Siddiqui, Dr. Haseen Bano	24-29	Nil	Urdu
4.	موسیقی کے انسانی جسم اور روح پر مرتب ہونے والے اثرات کا اسلامی اور سائنسی تناظر میں ایک جائزہ	Anjan Qazi, Dr. Jahanzaib Rana	30-45	Nil	Urdu
5.	سرمایہ دارانہ اور سوشلزم کا اسلامی نظام معیشت سے تقابلی جائزہ	Dr. Khair Muhammad Asif Memon , Hafiz Rahmatullah Shaikh	46-56	Nil	Urdu
6.	معاشرتی نفسیات کے اثرات اور سیرت نبوی ﷺ کا ایک تحقیقی جائزہ	Sana jadoon	57-67	Nil	Urdu
7.	حلال و حرام کے متعلق شرعی معیارات	Gul Ahmed	68-78	Nil	Urdu

JQSS *(Journal of Quranic and Social Studies)*
2022, 2(1), 01 -11

تفسیر الاکلیل فی استنباط التنزیل کی روشنی میں حضور ﷺ کو ابو المومنین کہنے کی شرعی حیثیت کا تحقیقی جائزہ

Research Review of the Legal Status of Calling the Holy Prophet Abu Al-Muminin in the Light of Tafsir Al-Aklil Fi Istinbat al Tanzeel

Fazal Rabbi
MPhil Scholar, Department of Islamic Studies, University of Baluchistan Quetta

Muhammad Siddique Ullah
Lecturer, APSACS Command and Staff college Quetta

Keywords
Legal Status, Abu Al-Muminin, Holy Prophet, humanity. spiritual father, communication

Fazal Rabbi and Muhammad Siddique Ullah (2022). Research Review of the Legal Status of Calling the Holy Prophet Abu Al-Muminin in the Light of Tafsir Al-Aklil Fi Istinbat al Tanzeel, *JQSS Journal of Quranic and Social Studies*, 2(1), 1-11.

Abstract: *This study is an attempt to analyze the level of understanding and the perception of scholarly communication trends using e-journals by the faculty members and their possible challenges in the universities of the Balochistan. Being quantitative in nature this study used survey method as well as close ended questionnaires for collecting data from public sector universities of Balochistan. The findings of the study revealed that with the availability of limited resources the respondents have highly response on scholarly communication trends for e-journals. While this study confirms the role of scholarly communication trends, usage, perception and challenges towards e-journals of the public sector universities of the Balochistan, Pakistan. The results of this study make it obvious that the faculty members in these universities are aware about the importance of scholarly communication, their usage and upcoming challenges but still there is lack of orientation programs, electricity failure and the lack of budget for subscription to scholarly communication.*

Corresponding Author: Email: frabi4295@gmail.com

Content from this work is copyrighted by *JQSS* which permits restricted commercial use, research uses only, provided the original author and source are credited

تمہید:

قوم کی رہنمائی اور قیادت کے لیے تین اوصاف کا ہونا ضروری ہیں، ایک یہ کہ سردار اپنی قوم کے لیے پدرانہ شفقت ورحمت کا پیکر ہو، اور انکے فلاح وبہود کی خواہش سے اس کا دل لبریز ہو، اور ان کی تکلیف اس کے دل کا درد وغم بن جائے۔ حضور ﷺ جن کے ذریعے انسانیت کو ایمان اور قران کریم جیسی لازوال دولت نصیب ہوئی ہے اور جن کے لائے ہوئے دین کے ساتھ ہمیشہ انسان کی فلاح وبہود وابستہ کی گئی ہے۔ ایسا مشفق نبی ﷺ جس پر امت کی دشواری شاق گزرتا ہے، جس کا ہر لمحہ امت کے لیے دنیاوی لحاظ سے اصلاح وترقی اور آخرت کے لحاظ سے فلاح کا ذریعہ اور سبب ہے۔ ہر نبی امت کے لیے بمنزلہ روحانی والد کے ہوتا ہے، ہمیشہ ان کی تربیت، ان کی کامرانی وترقی کے لیے دائما فکر مند رہتا ہے۔ اسی طرح امت کا ہر فرد بھی نبیؑ کا روحانی بیٹا ہونے کے حثیت سے اس بات کا پابند ہے کہ وہ نبیؑ کی ہر بات کی بجاآوری اور اطاعت گزاری کو اپنے اوپر اپنے حقیقی والد کے اطاعت سے بھی زیادہ سمجھے۔

احکام القرآن پر لکھی جانی والی تفاسیر میں زیر بحث علامہ سیوطیؒ کی تفسیر "الاکلیل فی استنباط التنزیل" کو بھی ایک مایہ ناز تفسیر کی حیثیت سے جانا جاتا ہے، علماء کرام نے اسے قدر کی نگاہ سے دیکھا ہے، یہ تفسیر اگرچہ حجم اور کمیت میں کم ہے مگر لعل وجواہر سے لبریز ہے۔

سورۃ احزاب جس میں اسوہ رسول ﷺ کی اتباع کا حکم اور مسلمانوں کو خصوصی طور پر ﷺ کے اس کردار کی طرف توجہ دلانا مقصود ہے جس کا نظارہ چشم فلک نے غزوہ خندق کے مختلف مراحل میں کیا گیا، اور اس سورت میں معاشرت کے احکام، اور اہل ایمان کی حضور ﷺ سے والہانہ محبت کی داستانیں، ازواج مطہرات کا مقام ومرتبہ، رضا بالقضاء کا مفہوم، عورتوں کے لیے معاشرے میں رہنے کا دستور العمل، خاتم النبیین کا بیان، اور مومنین کو ایذا دینے والے منافقین کا انجام کا بیان یہ تمام تربنیادی اور ضروری سوالات کے جوابات جس انداز سے امام سیوطی نے دی ہے۔ ان کا مقالہ نگار نے اردو میں ترجمہ تخریج اور تنقیدی حواشی لکھی تاکہ خواص کے ساتھ عوام کے لئے بھی ممد ثابت ہو۔

اولا صاحب کتاب کی مختصر حالات کا بیان کرنے کے بعد سورۃ الاحزاب کے تحت علامہ جلال الدین سیوطی کے ذکر کردہ مسائل میں ایک کا بطور تمثیل بیان کیا جائیگا، اور اس کا دیگر تفاسیر سے موازنہ کرکے تفسیر الاکلیل کی جامعیت اور صاحب کتاب کے وسعت علم کا اندازہ لگایا جائے گا۔

نام ونسب:

نام عبدالرحمٰن ہے اور سلسلہ نسب کچھ یوں ہے، عبدالرحمٰن بن کمال الدین ابی بکر بن عثمان بن محمد بن خضر بن ایوب بن محمد بن الشیخ الہمام الخضیری السیوطی المصری الشافعی ہے۔

کنیت:

کنیت ابوالفضل ہے ابوالفضل کنیت ہونے کی وجہ یہ ہے کہ موصوف ایک مرتبہ اپنے استاد قاضی القضاۃ شیخ عزالدین احمد بن ابراہیم کنانی حنبلی کی خدمت میں حاضر ہوئے، انہوں نے آپ سے پوچھا کہ آپ کی کنیت کیا ہے، تو آپ نے فرمایا کہ میری کنیت نہیں ہے، تو شیخ عزالدین احمد بن ابراہیم کنانی نے فرمایا کہ آپکی کنیت ابوالفضل ہے، اور اپنے ہاتھ سے یہ کنیت لکھی، جسکے بعد یہ کنیت مشہور ہوگئی۔(1)

سیوط یا اسیوط مصر کا ایک مشہور شہر ہے، اسکی طرف منسوب ہونے کی وجہ سے سیوطی کی نسبت سے مشہور ہوئے۔(2)

پیدائش:

علامہ جلال الدین سیوطی اپنے پیدائش کے بارے میں اپنی کتاب التحدث بنعمۃ اللہ میں فرماتے ہیں:

"وکان مولدی بعد المغرب لیلۃ الاحد مستھل رجب سنۃ تسع واربعین وثمانماۃ۔"(3)

"میری پیدائش بعد المغرب بروز اتوار یکم رجب المرجب سن ۸۴۹ھ کو ہوئی۔"

تعلیم وتربیت:

علامہ سیوطیؒ ایک علمی گھرانے میں پیدا ہوئے، آپکے والد علامہ کمال الدین ابو بکر بن محمد فقہاء شافعیہ میں سے تھے، قاہرہ آنے سے پہلے آپ اسیوط کے قاضی تھے، اور جامعہ شیخونی میں فقہ پڑھاتے تھے، اور جامع مسجد ابن طولون میں خطیب تھے، فقہ اور نحو کے متعلق بہت سی کتابیں لکھیں، اس علمی گھرانے کا بچپن ہی سے آپ پر یہ اثر پڑا کہ آپ نے آٹھ سال کی عمر میں قرآن پاک مکمل حفظ کر لیا، والد کے انتقال کے بعد صاحب فتح القدیر علامہ کمال الدین بن الھمام نے آپکی سرپرستی کی، اس لئے کہ وہ آپ کے وصی تھے۔

حفظ مکمل کرنے کے بعد المنہاج الفقہی اور الفیہ ابن مالک حفظ کر کے سن ۸۶۴ھ کو باقاعدہ حصول علم میں مشغول ہوگئے اور اپنے دور کے اکثر ماہرین سے پڑھا اور سماع کیا اور ان کی خدمت میں کافی عرصہ گزارا۔ آپؒ کے تالیف "تنویر الحوالک شرح علیٰ مؤطا مالک" کے مقدمہ میں الشیخ محمد عبد العزیز الخالدی نے آپؒ کے مشہور اساتذہ کرام کے نام ذکر کئے ہیں جو کہ درج ذیل ہیں۔

۱۔ سراج الدین البلقینیؒ

۲۔ شہاب الدین الشارمساحیؒ

۳۔ الشرف المناوی ابوزکریا یحیٰ بن محمدؒ

۴۔ تقی الدین الشمنی الحنفیؒ

۵۔ شیخ محی الدین محمد بن سلمان رومی حنفیؒ

۶۔ سیف الدین حنفیؒ

۷۔ جلال الدین المحلیؒ

۸۔ العز الکنانی احمد بن ابراھیم الحنبلیؒ

۹۔ الزین العقبیؒ

۱۰۔ البرھان ابراھیم بن عمر البقاعی الشافعیؒ

11۔ الشمس البرامی

۱۲۔ الشمس المرزبانیؒ

۱۳۔ محمد ابن ابراھیم الدوانی الرومیؒ

16۔ المجد بن السباع

17۔ عبد العزیز الوفائی

18۔ محمد بن ابراہیم الدوانی الرومی۔

مندرجہ بالا آپؒ کے مشہور و معروف اساتذہ کرام کے نام ہیں۔ ان کے علاوہ آپؒ کے اور اساتذہ بھی ہیں جن کی فہرست بہت طویل ہے۔ آپ نے جن اساتذہ سے مختلف علوم کا سماع کیا یا ان کے سامنے بیٹھ کر کتابوں کی قرآءت کی یا جن سے آپ کو صرف اجازت حاصل تھی آپ کے شاگرد شمس داودی نے ایک سو اکاون (۱۵۱) بتائی ہے علامہ سیوطی نے اپنے اساتذہ کے متعلق "حاطب الیل جارف السیل" کے نام سے ایک معجم کبیر اور "المنتقی" کے نام سے ایک معجم صغیر اور اپنی مرویات کے متعلق ایک معجم "ذاد المسیر فی فہرست صغیر" تصنیف کی ہے آپؒ نے اپنے معجم میں اپنے پچاس اساتذہ کرام کا تذکرہ کیا ہے۔(4)

تصنیف وتالیف:

آپ نے تقریباً ہر فن میں مستقلاً کتابیں لکھی حتی کہ بعض فنون میں آپؒ کے ایک سے زائد تالیفات بھی موجود ہیں۔ آپ کی کتابوں میں ضخیم کتابیں بھی موجود ہیں اور مختصر بھی حتی کہ بعض کتابیں تو صرف چند اوراق پر مشتمل ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ کو تصنیف و تالیف کرتے وقت تیز لکھنے میں ایک خاص ملکہ حاصل تھا۔ یہاں ہم صرف ان کتابوں کا تذکرہ کریں گے جن کے متعلق علامہ سیوطی نے تفرد کا دعوی کیا ہے، اس لئے کہ ہماری زیر بحث تفسیر الاکلیل فی استنباط التنزیل کا تعلق بھی انہی میں سے ہے۔

الاتقان فی علوم القرآن

الدر المنثور فی تفسیر بالماثور

ترجمان القرآن

اسرار التنزیل

الاکلیل فی استنباط التنزیل

تناسق الدرر فی تناسب الآیات والسور

النکت البدیعات علی (الموضوعات)

جمع الجوامع فی العربیہ

شرح جمع الجوامع یسمیٰ ھمع الھوامع

الاشباہ والنظائر فی العربیۃ تسمیٰ المصاعد العلمیۃ فی القواعد العربیۃ

السلسلۃ فی النحو

النکت علیٰ "الالفیۃ" و "الکافیۃ" و "الشافیۃ" و "الشذور" و "النزھۃ" فی مولف واحد

الفتح القریب علیٰ "مغنی اللبیب

"شرح الشواہد "المغنی"

الاقتراح فی اصول النحو وجدلہ

طبقات النحاۃ الکبریٰ تسمیٰ بغیۃ الوعاۃ

صون المنطق والکلام عن فن المنطق والکلام

الجامع فی الفرائض"

یقیناً مذکورہ بالا کتب شاہکار اور بے نظیر ہی ہونگے جن کے متعلق علامہ سیوطیؒ جیسے بحر العلم اور نابغہ روزگار شخصیت تفرد کا دعوی کر رہے ہیں۔(5)

تفسیر الاکلیل فی استنباط التنزیل کا مختصر تعارف:

علامہ جلال الدین سیوطیؒ کی تفسیر الاکلیل فی استنباط التنزیل" ایک مختصر تفسیر ہے۔ جس میں قرآن پاک کی تمام آیاتوں کی تفسیر بیان نہیں کی گئی ہے بلکہ ان منتخب آیاتوں کی تفسیر بیان کی ہے جن سے کوئی مسئلہ مستنبط کیا گیا ہو۔ اس مسئلے کا تعلق خواہ فقہ سے ہو یا اصول وعقائد کے ساتھ ہو۔ اس کے متعلق علامہ سیوطیؒ خود فرماتے ہیں۔

> **"وقد الفت کتاباً سمیتہ "الاکلیل فی استنباط التنزیل ذکرت فیہ کل ما استنبط منہ من مسئلۃ الفقھیۃ او اصلیۃ او اعتقادیۃ و بعضا مما سوی ذالک، کثیر الفائدۃ، جم العائدۃ"(6)**

> "میں نے ایک کتاب تصنیف کی ہے جس کو میں نے "الاکلیل فی استنباط التنزیل" سے مسمیٰ کی ہے۔ اس میں ہر اس آیت کا ذکر کیا گیا ہے جس سے کوئی فقہی، اصولی یا اعتقادی مسئلہ نکالا گیا ہے۔ اور اس کے علاوہ بعض ایسی آیاتیں ذکر کی ہیں جن میں بہت سے فوائد اور قسما قسم معلومات ہیں۔"

یہی وجہ ہے کہ امام سیوطیؒ صرف اس آیت یا اس لفظ کو زیر بحث لاتے ہیں جس سے کوئی مسئلہ نکالا گیا ہو۔

مسائل کے بیان میں علامہ سیوطی کا منہج:

مصنف مسائل کے پیش کرنے میں ایک ہی طریقہ کار کی پیروی نہیں کرتے بلکہ درج ذیل منہج کو اختیار کرتے ہیں۔

1۔ تفسیر کو استدلال پر مقدم رکھتے ہیں:
2۔ احادیث اور آثار کے اسناد کو بہت کم ذکر کرتے ہیں۔
3۔ انتہائی مفید اسلوب کو اختیار کر کے اور تعلیق کے لیے درج ذیل الفاظ کا استعمال کرتے ہیں۔ جیسے وھو مردود، اوخلافالزعمہ، وفیہ نظر
4۔ مخالف کے دلیل اور قول کو بہت کم ذکر کرتے ہیں۔
علامہ سیوطی نے سورۃ الاحزاب میں جن احکام اور مسائل کا ذکر کیا ان میں سے ایک کا بطور تمثیل ذکر کیا جاتا ہے۔

حضور ﷺ کو ابو المومنین کہنے کا حکم

"وقری وھو ﷺ اب المومنین ,واستدل بہ من جوز ان یقال لہ اب المومنین۔" (7)

"اور اس آیت مبارکہ میں ایک قراءت اب المومنین کی (یعنی حضور ﷺ مومنین کے (بمنزلہ) والد کے ہیں)، اور آیت مبارکہ سے اس نے بھی استدلال کیا جس کا کہنا ہے کہ حضور ﷺ کو اب المومنین کہنا جائز ہے۔"

علامہ سیوطیؒ نے حضرت ابی بن کعب کی قراءت پیش کی جس سے اس بات کا جواز معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کو اب المومنین کہنا جائز ہے۔

آیت مبارکہ کی تفسیر میں مفسرین کرام کی آراء

1۔ الشیخ محمد بن الصالحؒ اس بارے میں رقمطراز ہیں:

"وازواجہ امھاتھم ,وھو اب لھم , ولکنھا قراءۃ لا تعتبر من القراءات السبعۃ الا ان بعضھم قرائھا, ولکھنا اذاتاملت والنبی ﷺ وجدت اعظم من الاب۔"(8)

"اللہ تعالی کا قول کہ (حضور ﷺ کی ازواج مطہرات امت کی مائیں ہیں) حضور ﷺ مومنین کے والد ہیں، لیکن یہ قراءت سبعہ میں سے نہیں ہے بلکہ (قراءت شاذہ میں سے ہے) لیکن جب حضور ﷺ کے (حیوۃ طیبۃ) کے بارے میں غور کرے تو آپ (کے رتبے اور احسان) کو اپنے والد کے رتبے اور مرتبے سے بھی زیادہ پائے گے۔

2۔ محمد علی سایسؒ فرماتے ہے:

"ذکر اللہ تعالی أن أزواج النبي هنّ (أمهات المؤمنين) فيكون النبي صلى الله عليه وسلم على هذا هو الأب للمؤمنين وقد جاء في مصحف أبيّ بن كعب (وهو أب لهم)"(9)

"اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا، کہ بیشک نبی ﷺ کی بیویاں مومنین کی مائیں ہیں، پس اس اعتبار سے نبی ﷺ مومنین کے باپ ہونگے، تحقیق ابی بن کعب کے مصحف میں (وھو اب لھم) آیا ہے، یعنی آپ ﷺ مومنین کے باپ ہے۔"

3۔ علامہ قرطبی رحمہ اللہ کا نقطہ نظر:

پہلے اپنا نقطہ نظر پیش کرتے ہے، پھر بطور دلیل کے حدیث پیش کرتے ہے۔

"قال قوم لا يجوز أن يسمى النبي صلى الله عليه و سلم أبا لقوله تعالى: مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُم و الصحيح أنه يجوز أن يقال: إنه أب للمؤ منين أي في الحرمة وقوله تعالى ما كان محمد أبا أحد من رجالكم أي في النسب"[11]

"ایک قوم نے کہا ہے، کہ نبی کریم ﷺ کے لئے اب کا لفظ استعمال کرنا جائز نہیں، کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے، نہیں ہے محمد ﷺ تم مردوں میں سے کسی کے باپ لیکن کہا جائے گا، مومنوں کے لئے باپ کی طرح ہے،۔۔۔۔۔ صحیح یہ ہے، کہ یہ کہنا جائز ہے، آپ ﷺ حرمت و تکریم میں مومنوں کے باپ ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان نہیں ہے محمد ﷺ تم مردوں میں سے کسی کے باپ یعنی محمد ﷺ تمہارے نسبی باپ نہیں۔ "

اور سنن ابی داود میں ہے:

"حدثنا عبد الله بن محمد النفيلي حدثنا ابن المبارك عن محمد بن عجلان عن القعقاع بن حكيم عن أبى صالح عن أبى هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه و سلم إنما أنا لكم بمنزلة الوالد أعلمكم..."[12]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ میں تمہارے لیے بمنزلہ والد کے ہوں کہ تمہیں دینی امور کی تعلیم دیتا ہوں۔

یہ کلام (إنما أنا لكم بمنزلة الوالد أعلمكم) بطور تمہید کے کہا گیا، کیونکہ جن امور پر تنبیہ کی گئی ان کے بارے میں مشرکین نے اعتراض کیا کہ آپ ﷺ ایسے چھوٹی چھوٹی باتیں سکھایا کرتے ہیں جن کو بچپن میں ماں باپ سکھایا کرتے ہیں۔ سو اسی لیے آپ ﷺ نے پہلے ہی سے بطور تمہید کہا کہ میں تمہارے لیے بمنزلہ باپ کے ہوں۔ اس حدیث پاک میں آپ ﷺ کو بمنزلہ والد فرمایا گیا۔

فی الواقع آپ ﷺ امت کے باپ نہیں ہے، اس لیے قران مجید میں ارشاد خداوندی ہے: ﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُم ...﴾[13]، اور رجال کی قید اس لیے ہے کہ آپ نساء یعنی اپنی بنات کے تو والد تھے، اور مذکر اولاد اگرچہ آپ ﷺ کی پیدا ہوئی مگر بچپن میں ہی انتقال کر گئے، بہر حال آیت مبارکہ میں ابوۃ حقیقی، اور نسبی کی نفی ہے اور اس حدیث میں منزلہ الوالد کہا گیا ہے، لہٰذا تعارض نہیں ہے۔

ہاں یہ اشکال ہو سکتا ہے کہ سورۃ الاحزاب میں جہاں النبی اولیٰ۔۔۔ آیا ہے، وہاں بعض قراءت میں وھو اب لھم (یعنی خود آپ ﷺ مومنین کے باپ ہی) بھی وارد ہوا ہے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ ابوۃ کا اثبات جہاں ہے اس سے روحانی ابوۃ مراد ہے، اور اس میں شک نہیں کہ آپ ﷺ امت کے روحانی باپ ہیں، اور جس آیت میں نفی ہے اس سے حقیقی ابوۃ اور نسبی ابوۃ کی نفی ہے۔[14]

4۔ علامہ جصاص کا قول

"وقد روى في حرف عبدالله: وهو اب لهم ولو صح ذلک کان معناه انه کالاب لهم في الاشفاق عليهم ، وتحرى مصالحهم كما تعالى: لَقَد جَآءَكُم رَسُولٌ مِّن اَنفُسِكُم عَزِيزٌ عَلَيهِ مَا عَنِتُّم حَرِيصٌ عَلَيكُم بِالمُؤمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ"[15]

"حضرت عبد اللہ کی روایت میں اس حرف کا (اضافہ) ہے کہ آپ ﷺ مومنین کے لیے (بمنزلہ) باپ کے ہیں۔ اگر یہ (روایت) صحیح ہو تو پھر آیت کا مطلب یہ ہو گا، کہ آپ ﷺ امت پر شفقت اور مہربانی اور ان کے خیر اور بھلائی کے لیے آپ ﷺ ایک شفیق والد کی طرح فکر مند ہیں۔ "

5۔ ملا احمد جیون امیٹھوی کا قول:

اس آیت مبارکہ سے مقصود اگرچہ مسئلہ اولی الارحام کا بیان ہے لیکن ابتدائی آیت کا بیان بھی ضروری ہے کہ اس کے نزول کے متعلق منقول ہے ، کہ حضور ﷺ قرض کے متعلق سختی کیا کرتے تھے ، اگر کوئی جنازہ ہوتا پہلے اس کے بارے میں پوچھتے کہ اس کے ذمہ قرض تو نہیں ہے؟ اگر لوگ بتاتے کہ یہ شخص مقروض تھا۔ تو آپ ﷺ جنازہ نہیں پڑھاتے ، ایک انصاری کا جنازہ آیا ، آپ ﷺ نے حسب معمول اس کے بارے میں پوچھا؟ تو لوگوں نے بتایا کہ اس پر دو درہم یا دو دینار کا قرضہ ہے۔ آپ ﷺ نے پوچھا اس کی ادائیگی کا کوئی ذریعہ ہے؟ تو لوگوں نے کہا نہیں؟ آپ ﷺ واپس جانے کو تھے کہ حضرت علی نے فرمایا: اس کے قرض کی ادائیگی کا میں ذمہ دار ہوں ، اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ نبی ﷺ کسی مومن کے لیے کسی مومن سے زیادہ حقدار اور زیادہ مہربان ہیں۔ یعنی آپ ﷺ حضرت علی یا کسی بھی شخص سے زیادہ لائق ہیں کہ کسی کے قرض کی ادائیگی اپنے ذمہ لیں کیونکہ آپ ﷺ مومنوں کے حق میں زیادہ شفیق ہیں۔

ایک روایت میں ہے کہ جب حضور نے غزوہ تبوک کا قصد فرمایا تو تمام مسلمانوں کو نکلنے کا حکم دیا کچھ لوگوں نے کہا ، کہ ہم اپنے والدین سے اس کے متعلق اجازت لیں گے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ مومنوں کو حضور ﷺ کے ارشاد کی تعمیل میں متردد ہونے یا کسی اور سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں کیونکہ مومنوں پر آپ ﷺ کا حق سب سے زیادہ ہے ، ارشاد خداوندی ہے: ﴿**لَقَدۡ جَآءَكُمۡ رَسُولٞ مِّنۡ أَنفُسِكُمۡ عَزِيزٌ عَلَيۡهِ مَا عَنِتُّمۡ حَرِيصٌ عَلَيۡكُم بِٱلۡمُؤۡمِنِينَ رَءُوفٞ رَّحِيمٞ**﴾[16]

اور ایک قراءت میں **وھو اب لھم** یعنی آپ ﷺ ان مومنوں کے دینی باپ ہیں کیونکہ ہر نبی اپنی امت کا باپ ہوتا ہے اور اسی بناء پر سب امتی آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ **اور وازوجہ امھتھم** سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔[17]

6۔ ابی الحسن علی بن ابراہیم القمی کا قول:

مشہور شیعہ مفسر اور عالم دین الشیخ ابی الحسن اپنی شہرہ آفاق تفسیر القمی میں رقمطراز ہیں:

> **"قال نزلت : وھو اب لھم۔ وازجہ امھتھم فجعل اللہ المومنین اولاد رسول اللہ ﷺ وجعل رسول اللہ ﷺ ابا لھم ، لمن لم یقدر ان یصون نفسه ، ولم یکن له مال ، ولیس له علی نفسه ولایة فجعل اللہ تبارک وتعالیٰ النبی ﷺ الولایه علی المومنین من انفسھم ، فلما جعل اللہ النبی ﷺ ابا المومنین الزمه مؤونتھم وتربیة ابنائھم ، فعندذلک صعد رسول اللہ ﷺ المنبر فقال من ترک مالا فلورثته ومن ترک دینا اورضیاعا فعلی والی۔ فالزم اللہ فیه للمومنین مایلزمه الوالد ، والزم المومنین من الطاعة له مایلزم الولد للوالد۔"**[18]

> "اور یہ آیت (بھی) نازل ہوئی وھو اب لہم (کہ آپ ﷺ مومنین کے والد ہیں) اور آپ ﷺ کی ازواج مومنین کی مائیں ہیں ، پس اللہ تعالیٰ نے مومنین کو حضور ﷺ کے اولاد قرار دیا اور حضور ﷺ کو (ان کے لیے بمنزلہ) والد کے ٹھہرایا ، جس کے لیے اپنی جان بچانے کے لیے کوئی ٹھکانہ نہ ہو اور جس کے لیے کوئی اور چارہ نہ ہو ، پس اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو مومنین کا والی بنایا اپنے جانوں کے بارے میں ، پس جب کہ آپ ﷺ مومنین کے لیے بمنزلہ والد ٹھہرے تو مومنین (مفلسین) کا خرچہ ، اور ان اولاد کی تربیت کی ذمہ داری بھی آپ ﷺ پر عائد کی۔ پس اس موقعہ پر حضور ﷺ منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور ارشاد فرمایا: جس نے کوئی مال اور ترکہ چھوڑا وہ اس کے ورثہ کے لیے ہیں ، اور جو قرضہ چھوڑے یا کوئی نقصان کا ضمان تو وہ میرے ذمہ ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر وہ (ذمہ داری) عائد کی جو ایک والد پر عائد کی جاتی ہے۔ اور مومنین پر وہ ذمہ داریاں عائد کی جو ایک بیٹے پر والد کی اطاعت کے بجاوری کے لیے کی جاتی ہے۔"

7۔ حضرت مجاہد اور سعید بن جبیر کا قول:

امام بغویؒ حضرت مجاہدؒ اور سعید بن جبیرؒ کے حوالے سے نقل کرتے ہیں۔ کہ (سورۃ ھود میں حضرت لوطؑ کے قصے میں جو ذکر ہے) **ھو لاء بناتی ھن اطھر لکم۔الایة**: یہ میری بیٹیاں تمہارے لیے (نکاح کے ذریعے) حلال ہیں۔ اس سے مراد ان کی بیویاں ہیں ان کی نسبت اپنی طرف کی کیونکہ ہر نبیؑ اپنی امت کے لیے باپ ہوتا ہے، حضرت ابی بن کعب کی روایت میں ہے۔ **النبی اولی بالمومنین من انفسھم وازواجہ امھتھم**، کے آگے وھواب لھم کا لفظ ہے (یعنی آپ ﷺ مومنین کے لیے (بمنزلہ باپ) ہیں۔19

8۔صاحب کشاف کا قول:

"**كل نبيّ فهو أبو أمّته. ولذلك صار المؤمنون إخوة؛ لأنّ النبي (صلى الله عليه وسلم) أبوهم في الدين**"20

"ہر نبی اپنی امت کا باپ ہوتا ہے، اسی لئے سارے مومن بھائی ہو جاتے ہے، اس لئے کہ آپ ﷺ دینی لحاظ سے ان کے باپ ہے۔"

مذکورہ بالا ان مفسرین کرام کے اقوال ہیں جو اس بات کے قائل ہیں کہ آپ ﷺ کو ابوالمومنین کہنا جائز ہے جیسا کہ امام سیوطیؒ نے بھی اس کے طرف اشارہ کرتے ہوئے آیت مذکورہ کو ان کا متدل قرار دیا۔

اور جو حضرات ابوالمومنین کے کہنے کے جواز کے قائل نہیں، وہ کون ہیں اور ان کی دلیل کیا ہے؟ ذیل میں پیش خدمت ہے۔

1۔بعض شوافع کا قول:

علامہ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہے:

"**واستدل بعض الشافعية بهذه الآية على أنه لا يجوز أن يقال للنبي عليه الصلاة والسلام أبو المؤمنين حكاه صاحب الروضة ثم قال: ونص الشافعي عليه الرحمة على أنه يجوز أن يقال له صلّى الله عليه وسلم أبو المؤمنين أي في الحرمة**"21

"اس آیت سے بعض شوافع نے یہ استدلال کیا ہے، کہ حضور ﷺ کو ابوالمومنین کہنا جائز نہیں ہے، اس کو صاحب روضہ نے بیان کیا ہے، پھر فرمایا، امام شافعی نے تصریح کی ہے، کہ حضور ﷺ کو ابوالمومنین کہنا جائز ہے۔ یعنی احترام کی وجہ سے۔"

2:علامہ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"**قال بعض أصحابنا لا يجوز أن يقال هو أبو المؤمنين لقول الله تعالى {مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ} قال نص الشافعي على أنه يجوز أن يقال هو أبو المؤمنين أي في الحرمة ومعنى الآية ليس أحد من رجالكم ولد صلبه**"22

"ہمارے بعض اصحاب نے کہا ہے، جائز نہیں ہے یہ کہ کہا جائے، (ابوالمؤمنین) آپ ﷺ مومنین کے باپ ہے، اللہ تعالیٰ کے اس قول کی وجہ سے (**مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ**) نہیں ہے محمد ﷺ تم مردوں میں سے کسی کے باپ علامہ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہے، امام شافعی نے تصریح کی ہے، کہ حضور ﷺ کو ابوالمومنین کہنا جائز ہے۔ یعنی احترام میں۔ اور آیت کا معنی ہے، تم مردوں میں سے اس کا کوئی حقیقی بیٹا نہیں ہے۔"

خلاصہ بحث:

ایک قوم کا نقطہ نظر ہے کہ نبی کریم ﷺ کے لیے اب المومنین کا استعمال کرنا جائز نہیں، کیونکہ ارشاد خداوندی ہے، **ما کان محمد ابا احد من رجالکم؛ بلکه کھا جائیگا کمثل الاب للمومنین**، مومنوں کے لیے باپ کی طرح ہیں۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ یہ کہنا جائز ہے آپ ﷺ حرمت وتکریم میں مومنوں کے باپ ہیں۔ بہر حال مفسیرین کرام اور محدثین عظام کی اقوال کی روشنی میں علامہ سیوطی کی ذکر کردہ استدلال کی مکمل وضاحت ہوتی ہے کہ حضور ﷺ کا شفقت اور مہربانی کے کمال درجے پر ہونے کے سبب والد جیسا اور روحانی والد کہنا جائز ہے، اور ہر نبی اپنی امت کے لیے بمنزلہ والد کے ہوتا ہے، اور اصلاح اور ہدایت کے راہ میں آپ ﷺ نے امت کو ایک شفیق والد کی مانند امت کو تمام تر مسائل اور اسرار شریعت سے روشناس کرایا۔ اور جہاں پر اب کہنے کی نفی کی گئی وہ صلبی لحاظ سے اور نسبی لحاظ سے کہ اس عقیدہ کی نفی ہو کہ مشرکین آپ کے متبنی حضرت زید کو حضور ﷺ کا حقیقی بیٹا گردانتے تھے، الغرض رسول خدا ﷺ کی ذات مومنین کے لیے ایک اعلیٰ اور ارفع نمونہ ہے ایک باپ کی حیثیت سے، قاضی القضاہ کی حیثیت سے، سربراہ مملکت اور سپہ سالار کی حیثیت سے، لیکن بنیادی طور عورتوں کے نسوانی معاملات کے لیے کسی عورت کے کردار کو بطور نمونہ پیش کیا جاتا، چنانچہ حضور ﷺ کے اسوہ کے ذکر کے ساتھ آپ ﷺ کی ازواج مطہرات کو خصوصی طور پر دنیا بھر کی عورتوں کے لیے اسوہ بنایا گویا ازواج مطہرات خواتین امت کے لیے مثال اور نمونہ ہیں اور جس طرح نبی ﷺ کی تکریم و تعظیم واجب ہے اسی طرح ازواج مطہرات کی تکریم اور تعظیم واجب اور ضروری ہے۔

حوالہ جات(References)

1. العیدروس، عبد القادر بن شیخ بن عبد اللہ، النور السافر عن اخبار قرن العاشر، (دار الصادر، بیروت، ۲۰۰۰ء)، ۹۰۔
Al-Aidrus, Abdul Qadir Bin Sheikh Bin Abdullah, Alnoor Al Safir An Akhbar Qarn Al Ashir ,(Dar Al Sadir, Berot 2000),90

2. السیوطی، جلال الدین عبد الرحمن، التحدث بنعمۃ اللہ، (صنعاء المطبعۃ العرب، بیروت، ۲۰۱۶)، ۱۲۔
Al-Suyuti, Jalal-ud-Din Abdul-Rahman, Al-Tahdat-e -Binemat-e-Allah, (Sana'a Al-Mutabat Al-Arab, Beirut, 2016)12

3. ایضاً۔
Ibid

4. السیوطی، عبد الرحمن بن ابی بکر، المنجم فی المعجم، (دار ابن حزم، بیروت، ۱۹۹۵ء)، ۴۵۔
,Al-Suyuti, Abdul Rahman Ibn Abi Bakr, Al-Munjim Fi Al-Mujam (Dar Ibn Hazm, Beirut, 1995),45

5. السیوطی، جلال الدین عبد الرحمن، التحدث بنعمۃ اللہ، ۱۴۵۔
Al-Suyuti, Jalal-ud-Din Abdul-Rahman, 145

6. السیوطی، جلال الدین عبد الرحمن بن ابی بکر، الاتقان فی علوم القران، (وزارت شئون الاسلامیہ والاوقاف، ریاض)، ۵۲۔
Al-Suyuti, Jalaluddin Abdul Rahman bin Abi Bakr, Al-Atqan Fi Uloom Al-Quran, Ministry of Islamic and Endowments, Riyadh, .52

7. السیوطی، عبد الرحمن بن ابی بکر، الاکلیل فی استنباط التنزیل، (دار لکتاب، پشاور، ۲۰۱۷،.) ۵۱۲
Al-Suyuti, Abdul Rahman bin Abi Bakr, Al-Aklil Fi Istinbat Al-Tanzil,(Dar Al-Kitab, Peshawar, 2017) 512

8. العثیمین، محمد بن صالح، تفسیر القران الکریم سورۃ احزاب، (موسسۃ الشیخ محمد بن صالح العثیمین الخیریہ، سعودیہ، ۱۴۳۶ھ)، ۶۵۔

Al-Uthaymeen, Muhammad Bin Saleh, Tafsir Al-Quran Al-Karim Surah Al-Ahzab,(Founder of Sheikh Muhammad Bin Saleh Al-Uthaymeen Al-Khairiya, Saudi Arabia,1436),65

9. السایس، محمد علی، تفسیر آیات الاحکام،(المکتبہ العصریہ للطباعۃ، بیروت، ۲۰۰۰ء)، ۱ :۴۳۴۔

Al-Sais, Muhammad Ali, Tafsir Ayat-ul-Ahkam,(Al-Muktabah Al-Asriyah for Printing, Beirut, 2000),1: 434

10. الاحزاب ۳۳: ۴۰۔ Al Ahzab,40:33

11. قرطبی، ابو عبد اللہ محمد بن احمد ابو بکر، الجامع لاحکام القران،(دار الکتب المصریہ) ۱۴ :۱۱۰

Qurtubi, Abu Abdullah Muhammad bin Ahmad Abu Bakr, Al-Jami 'Lahkam Al-Quran,(Dar Al-Kitab Al-Masriya)14:110

12. ابو داود سلیمان بن الاشعث، السنن ابی داود، مکتبہ العصریہ، باب کراہیۃ استقبال القبلۃ، ۱ :۷

Abu Dawud Sulaiman bin Al-Ash'ath, Al-Sunan Abi Dawud, bab kirahiyat ul al qibla (Maktab al-Asriya,) 1:7

13. :الاحزاب ۳۳: ۴۰۔ Al Ahzab,33:40

14. محمد عاقل، الدر المنضود علی سنن ابی داود(مکتبہ الشیخ، کراچی، ۲۰۰۸ء)، ۱ :۹۴۔

Muhammad Aqeel, Al-Dar Al-Manzood Ala Sunan Abi Dawood, (Maktab Al-Sheikh, Karachi, 2008),1:94.

15. الجصاص، ابو بکر بن احمد رازی، احکام القران،(مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ، ۲۰۱۴ء)، ۳ :۵۲۲۔

Al-Jassas, Abu Bakr bin Ahmad Razi, Ahkam-ul-Quran,(Maktab-e-.Rashidia, Quetta, 2014),3:522

16. التوبہ ۹: ۱۲۸۔ Al tuba 9:128

17. جیون، ملا احمد، تفسیرات احمدیہ،(المیزان، لاہور، ۲۰۰۵ء)، ۶۹۲

Jeevan, Mullah Ahmad, Tafseerat Ahmadiyya, (Al-Mizan, Lahore, 2005)692

18. ابو الحسن، علی بن ابراہیم، تفسیر قمی،(الموسسہ المہدی، قم، ۱۴۳۵ھ)، ۳ :۸۰۹

Abu Al-Hassan, Ali Ibn Ibrahim, Tafsir Qummi,(Al-Moussa Al-Mahdi, Qom, 1435 AH), 3:809

19. البغوی، ابو محمد حسین بن مسعود،(ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان، ۱۴۳۶ھ)، ۳ :۹۴

Al-Baghawi, Abu Muhammad Hussain bin Masood (idara Taleefat .ashrafia , Multan, 1436 AH,)3: 94

20. زمخشری، ابو القاسم محمود بن عمرو بن احمد، الکشاف عن حقائق غوامض التنزیل،(دار المعرفۃ، بیروت، ۲۰۰۹)، ۸۴۹

Zamakhshari, Abu Al-Qasim Mahmoud Bin Amr Ibn Ahmad, Al kashaf an Haqaiq Gwamiz altanzeel, (Dar Al-Ma'rifah, Beirut, 2009,)849.

21. آلوسی، شہاب الدین محمود بن عبداللہ، روح المعانی فی تفسیر القران العظیم، (دارالاحیاء التراث الاسلامیہ، بیروت، س۔ن)، ۱۱: ۲۱۰

Alusi, Shahab-ud-Din Mahmud bin Abdullah, Ruh al-Ma'ani fi Tafsir al-Quran al-Azeem, (Dar al-Ahya al-Tarath al-Islamiyah, Beirut)11:210

22. نووی، ابوزکریا یحییٰ بن شرف، روضۃ الطالبین شرح ریاض الصالحین، (مکتبہ الاسلامی، بیروت، ۱۴۰۵ھ)، ۲: ۲۵۱

Nawawi, Abu Zakaria Yahya bin Sharaf, Rawdat al-Talibeen Sharh .Riyadh al-Saliheen, (Maktab al-Islami, Beirut, 1405 AH),2:251

JQSS *(Journal of Quranic and Social Studies)*
2022, 2(1), 12 -23

تفسیر الاکلیل فی استنباط التنزیل کی روشنی میں ترک اور حبشہ سے جہاد اور ترکِ جہاد کا شرعی حکم

Legal Position of Jihad with Turk and Abyssinia in the light of Tafseer Al Ikleel Fi Istimbat ul Tanzeel

Rizwan khan
MPhil Scholar, Department of Islamic Studies, University of Baluchistan Quetta

Dr. Abdul Ali Achakzai
Prof, Department of Islamic Studies, University of Baluchistan Quetta

Keywords
Islam, faith, Jihad, Turk and Abyssinia, Day of Resurrection

Abstract: *Belief in the Hereafter is one of the basic tenets of Islam, denying and deviating from it is in fact tantamount to denying and deviating from Islam. Included. In this material and physical world, the disappearance of these objects from sight is to some extent a weakening of faith in the Hereafter, but in order to cure it, the Prophet (peace and blessings of Allah be upon him) foretold some signs and wonders before the Day of Resurrection. It is obligatory. The effect of these prophecies is to strengthen the faith of the Muslims and also to support the truthfulness of the prophethood of the Holy Prophet (PBUH). The only reliance is on believing in all these unseen matters while obeying Muhammad. As a Muslim, it is also important to believe in the reality of all these prophecies narrated by the Holy Prophet. These are some of the distant signs of the Hour, such as the resurrection of the Holy Prophet, the martyrdom of Usman Ghani, the incident of Jamal Wa siffin, the martyrdom of Hussain, may Allah be pleased with him, etc. There is also jihad against Turks and Abyssinians. There will be war between Muslims and Turks before the Day of Resurrection and a description of their attributes And especially the commentators of the seventh century AH who were present at the time of the Tatar invasion have openly stated this prediction of the Holy Prophet, since in the beginning of Islam it was forbidden to oppose them. Not only is it permissible to do so, but the Prophet (peace and blessings of Allah be upon him) also predicted it with his blessed tongue. In the article under discussion, a brief introduction of the first author and then a research review of the said title will also be presented in the light of Tafsir-ul-Aklil.*

Rizwan khan and Abdul Ali Achakzai (2022). Legal Position of Jihad with Turk and Abyssinia in the light of Tafseer Al Ikleel Fi Istimbat ul Tanzeel, *JQSS Journal of Quranic and Social Studies*, 2(1), 12-23.

Corresponding Author: Email: rizwanbaiya3737@gmail.com

Content from this work is copyrighted by *JQSS* which permits restricted commercial use, research uses only, provided the original author and source are credited

تمہید:

عقیدہ آخرت اسلام کے بنیادی عقائد میں شامل ہے جس سے انکار وانحراف دراصل اسلام سے انکار وانحراف ہی کے مترادف ہے، عقیدہ آخرت میں وقوعِ قیامت اور اس کے علامات ،احوال بعد الممات ، حساب وکتاب ،جزاوسزا اور جنت وجہنم وغیرہ شامل ہیں۔اس مادی وظاہری دنیا میں مذکورہ اشیاء کا ہر دم نظروں سے اوجھل ہونا ایک حد تک ایمان بالاخرت کو کمزور کر دیتا ہے لیکن اس کے مداوا کے لیے حضور ﷺ نے قیامت سے پہلے کچھ اسے علامات ونشانیوں کی ظہور کی پیشن گوئیاں فرمائی جن کا وقوع لا محالہ قطعی ولازمی ہے۔ان پیش گوئیوں کے اثرات مسلمانوں کے ایمان کو مضبوط بنانے اور جناب کریم ﷺ کی نبوت صادقہ کے اعتراف واثبات پر بھی معاونت کرتے ہیں ،لہٰذا کسی بھی شخص کے مسلمان ہونے کی بنیاد مذکورہ امور غیبی پر ایمان لانے میں مضمر ہے اور اس کا انحصار بھی محض اس بات پر ہے کہ سید الانبیاء ﷺ وخاتم النبیین جناب محمد ﷺ کی اطاعت کرتے ہوئے اس سب غیبی امور پر ایمان لائیں۔اور مسلمان ہونے کے ناطے یہ بھی ضروری ہے کہ حضور ﷺ کی بتائی ہوئی ان تمام پیشن گوئیوں کی حقیقت پر ایمان لایا جائے۔
ان علامات قیامت میں سے کچھ علامات بعیدہ ، جیسے بعثت رسول ﷺ، شہادت عثمان غنی، واقعہ جمل وصفین، شہادت حسین رضی اللہ عنہ، وغیرہ ہیں،انہی علامات بعیدہ میں سے جنہیں اشراط الساعۃ سے تعبیر کیا جاتا ہے مسلمانوں کا ترک اور حبشہ سے جہاد بھی ہے۔کہ قیامت سے پہلے مسلمانوں اور ترکوں کے درمیان جنگ ہوگی،اور یہ حدیث متعدد طرق اور مختلف الفاظ کے ساتھ منقول ہے اور احادیث میں بڑی وضاحت کے ساتھ ان کے حلیہ کے خدوخال اور ان کے صفات کا بیان ہے۔اور خصوصا ساتویں صدی ہجری کے شارحین حدیث جو تاتاری یلغار کے وقت موجود تھے وہ حضور ﷺ کی اس پیشن گوئی کا برملا اظہار کر چکے ہیں ،چونکہ ابتداء اسلام میں ان سے تعارض کرنے ممانعت تھی ،بعد میں جب اسلام کو قوت ملی تو اب ان سے جہاد کرنا ناصرف جائز بلکہ حضور ﷺ نے اپنے زبان مبارک سے اس کی پیشن گوئی بھی کی ہے،اس کی تصریح علامہ جلال الدین سیوطی نے اپنی شہرہ آفاق تفسیر الاکلیل فی استنباط التنزیل میں بھی کی زیر بحث عنوان کے تحت اولا مصنفؒ کا مختصر تعارف ،پھر تفسیر الاکلیل کے روشنی میں مذکورہ عنوان کا تحقیقی جائزہ بھی پیش کیا جائے گا۔

تعارف :

تفسیر قرآن کا وہ رجحان جس میں قران کریم کی ایسی آیات پر بحث کی جائے جن سے براہ راست فقہی احکام کا استنباط ہو اسے فقہی تفسیر اور تفسیر احکام القران سے تعبیر کیا جاتا ہے۔
گویا یہ قرآن کریم کا اختصاصی اور قانونی مطالعہ ہے جس میں انسانی زندگی کے مختلف گوشوں سے متعلق احکام وفرامین کا استنباط اور استخراج کیا جاتا ہے۔علوم قران کی اس نوع کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ اس پر ہر دور میں مفسرین کرام نے باقاعدہ الگ سے تفاسیر تحریر فرمائیں۔ان میں میں علامہ جلال الدین سیوطی کی جلیل القدر تفسیر "الاکلیل فی استنباط التنزیل" بھی ہے، بحث مذکور میں امام موصوف کا منہج واسلوب، تفسیر کی خصوصیات ،اور خصوصا سورۃ توبہ کے چند منتخب آیات کا ترجمہ وتشریح اور تحقیق کو بیان کیا جائے گا۔

نام نسب:

آپ کا پورا نام عبد الرحمٰن بن کمال الدین ابوالمناقب ابو بکر ناصر الدین محمد ابن سابق الدین ابی بکر بن فخر الدین عثمان بن ناصر الدین محمد بن سیف الدین خضر بن نجم الدین ابی الصلاح ایوب بن ناصر الدین محمد بن الشیخ ہمام الدین الخضیری الاسیوطی ہے۔1
آپ ماہ رجب کے ابتداء 849ھ میں بروز ہفتہ بعداز نماز مغرب پیدا ہوئے۔2آپ کے جد اعلیٰ اعجم سے تھے اور آپ کی والدہ کا تعلق ترک سے تھا، آپ کی شادی عنفوان شباب میں ہوئی، اور آپ کے بیٹے ضیاء الدین محمد بن عبد الرحمٰن آپ کے ساتھ شیخ شمنیؒ کے مجلس میں حاضر ہوئے اور بعض اقوال کی سماع بھی کی،آپ کے اہل اور اولاد اور آپ کی بھائی اکثر طاعون کے وباء سے شہید ہوئیں ،اور آپ کی اہلیہ حالت نفاس میں ۔3

عقیدہ اور مذہب:

علامہ سیوطیؒ نے عقائد میں متاخرین اشاعرہ کی موافقت کی جو صفات خبریہ اور فعلیہ اختیاریہ میں تاویل کرتے ہیں ،اور بعض اعتقادی مسائل میں صوفیہ کی بھی موافقت کی۔
فقہی مذہب کے حوالے سے آپ شروع ہی سے شافعی المسلک تھے اور فقہ شافعی کے اصول وفروع حفظ کر چکے تھے اور آخری عمر تک شافعی المسلک ہی رہے اور کسی دوسرے مذہب رجوع نہیں کیا۔4

آپ کے شیوخ اور اساتذہ :

امام سیوطیؒ کو اپنے شیوخ اور اساتذہ سے بہت محبت تھی،اور آپ نے اپنے شیوخ کرام کا بڑے اہتمام سے افراداذ کر کیا۔ جیساکہ محدثین کا وطیرہ ہے وہ اپنے مشائخ کے ناموں کو مشیخہ کے نام کے ساتھ مستقلا ایک کتاب کی صورت میں لکھتے ہیں، یا پھر معاجم یا پھر فہرست کے صورت میں ،آپ نے کئی کتابیں لکھیں جس میں اپنے شیوخ کے اسماء اور حالات کو قلمبند کیا۔

پہلی کتاب کا نام " **حاطب لیل و جارف سیل** " کے نام سے ہے،اس میں بڑے شیوخ کے حالات قلمبند کیے۔

1. دوسری کتاب کا نام " **المعجم الصغیر** " ،اور اسے المنتقیٰ بھی کہا جاتا ہے۔
2. اور تیسری کتاب کا نام " **المنجم فی المعجم** " یہ آخری کتاب ہے جس میں آپ نے ان اساتذہ ومشائخ کا ذکر کیا جس سے آپ نے علم حدیث حاصل کی یا پھر ان نے آپ کو اجازت دی۔

اور معجم کبیر میں آپ کی مشائخ کی تعداد سات سو تک پہنچی ہے۔5

آپ نے مردوں سے نہیں بلکہ بعض عورتوں سے بھی علم اخذ کیااور تقریبا بیالیس خواتین (اساتذہ) کا ذکر المنجم میں کیا،آپ کے چند مشہور اساتذہ کرام کے اسماء درج ہیں۔6

علم الدین صالح بن عمر البلقینیؒ الشافعی

یہ آپ کے ان اساتذہ میں سے ہیں جن سے آپ نے تعوذ اور تسمیہ کی ابتداء کی اور مرتے دم تک حضرت شیخ البلقینی الشافعیؒ سے علم فقہ حاصل کیا۔7 شیخ الاسلام شرف الدین ابوزکریا المناوی سے آپ نے شرح البحۃ اور حاشیہ بیضاوی پڑھا، اور المنہاج کا کچھ حصہ ان کے سامنے قرات کی۔

تلامذہ :

علامہ سیوطیؒ نے 670ھ میں حج بیت اللہ کے سفر کے لیے گئے تو درس اور تدریس میں مشغول رہے اور ہر عمر کے افراد نے آپ سے استفادہ کیا ان میں مبتدی ،عالم و فاضل سب شامل تھے،اس وقت آپ کی عمر اکیس 21 سال تھی۔8

چند مشہور تلامیذہ کے اسماء درج ہیں:

1. بدرالدین ،حسن بن علی القمیری جو کہ علم فرائض ،حساب ، علم عروض ، عربی لغت کے ماہر تھے ،دس سال آپ کے حلقہ درس میں رہے۔
2. عبدالقادر بن محمد بن احمد الشاذلی ،"**بہجۃ العابدین فی سیرت حافظ جلال الدین** "آپ کی تصنیف ہے۔
3. سراج الدین ابوحفص عمر بن قاسم آپ فن قرات کے ماہر تھے۔
4. آپ نے 875ھ میں بقاعدہ درس وتدریس اور 871 میں افتاء وارشاد واجتہاد کا آغاز کیا،آپکو رجب 871ھ میں جامع شیخونیہ میں شیخ الحدیث میں "مشیخۃ الحدیث" کا منصب ملا،اور آپؒ نے جامع ابن طولون میں مسند درس کو زینت بخشی اور ہزاروں طالبان حدیث نے آپ سے استفادہ کیا۔9

تصانیف:

آپ کے کثرت تصانیف کے نظر علماء کرام نے ان کے اعداد وشمار کے باب میں مختلف اقوال ذکر کی،مکتبہ جلال الدین السیوطیؒ کے انچارج استاذ احمد الشر قاوی اقبال نے طبع بدار المغرب سنہ 1397 میں ذکر کیا کہ علامہ سیوطی کے تصانیف نو سو تک ہیں۔اور مخطوطات مطبوعہ اور غیر مطبوعہ کو ذکر کرنے کے بعد 1194 تالیفات تک پہنچ جاتی ہے۔

آپ کے شاگرد شاذلیؒ فرماتے ہیں:

"آپ کے وفات سے ؛پہلے میں نے وہ فہرست جس میں آپ کے مولفات درج کی تھی اوران کے بارے میں آپ کی رائے تھی کہ ان کو باقی رکھا جائے اور ان کی اشاعت کی جائے وہ چھ سو تک پہنچی تھی۔"10

اور التحدث میں آپ رقمطراز ہیں:

"کہ میرے ہم عصر میرے جیسے تصانیف نہیں کر سکتے کیونکہ اس کے لیے ایک کثیر مطالعہ اور مسلسل محنت اور مشقت کی ضرورت ہے، اور ایسے تصانیف آٹھارہ ہیں۔" 11

وفات:
جمعہ کے دن عصر کے نماز کے بعد 19 جمادی الاولیٰ ۱۱ ہجری تین دن مختصر علالت کے بعد اپنے خالق حقیقی سے جاملے، اور جامعہ افریقی میں آپ کی نماز جنازہ ادا کی گئی۔ 12

تالیف کتاب میں آپ کا منہج:
امام سیوطی نے سوائے پانچ سورتوں (الحاقہ، والنازعات، القارعۃ، الفیل، اور سورۃ الکافرون) کے تمام سورتوں کو ذکر کیا (ان سورتوں کا ذکر نہ کرنا یا تو تسامح ہوا ہے، یا مصنف سے سہواً ان کا ذکر رہ گیا، حالانکہ احکام ومسائل اور استنباط کو یہ سور بھی شامل ہیں۔
آپ ہر سورت سے ایک معین یا کئی منتخب آیات کو اولاً ذکر کرتے ہیں اور پھر ان سے متعلقہ احکام اور نکات بھی ذکر کرتے ہیں یعنی تفسیر یا پھر استدلال، نکتہ ، فائدہ اور تاویل وغیرہ ۔
اس کتاب میں مختلف طبقات کے حامل اہل علم کے اقوال ملتے ہیں سب سے پہلے علماء کے سرخیل سرور کائنات ﷺ کے، پھر صحابہ کرام کے، پھر تابعین اور تبع تابعین سے ابتداء کرتے ہیں ،اس کے بعد ان کے بعد آنے والے شیوخ اور ائمہ مذاہب اور دیگر شیوخ کے اقوال اور استنباطات کا بھی ذکر کرتے ہیں۔
مصنفؒ نے صرف انہی آیات کے ذکر پر اکتفاء کیا جس میں کسی فقہی ، یہ اُصولی ، عقیدہ یہ لغت یا صوفیاء ، یا معارف یا کسی جزئیہ کے طرف استدلال ہو۔

تفسیر الاکلیل کے خصوصیات:
کتاب الاکلیل فی استنباط التنزیل کے عنوان ہی سے واضح ہے کہ اس کا موضوع احکام ومسائل ہیں اور ساتھ ان معانی کا بیان ہے جو نص قرانی سے مستنبط ہوں۔
الاکلیل تین خصوصیات کی بناء پر امتیازی شان کی حامل ہے۔

1. اکثر علوم کو شامل ہے۔
2. اس میں استنباط اور استدلال کے نسبت تفسیر کا زیادہ اہتمام کیا گیا ہے۔
3. ایجاز اور اختصار کی بناء پر۔

انہی خصوصیات کی بناء پر الاکلیل دیگر تفاسیر سے مختلف امتیازی شان کی حامل ہے خواہ ان تفاسیر کا تعلق احکام القران سے ہو یا تفسیر بالماثور سے یا عام تفسیر ہو، اور علامہ صاحبؒ نے اس کو تفسیر احکام کے ضمن میں ذکر کیا۔
یہ من کل الوجوہ دوسری تفاسیر کے مشابہ نہیں یہ تفسیر تاویلات اہل السنۃ ابو منصور الماتریدیؒ کی اس جہت سے مشابہ ہے دونوں میں عقائد اور فقہ اور اصول کے ادلہ کا قران مجید سے بیان ہے۔اور اس جہت سے مختلف ہے کہ تاویلات اہل السنۃ میں امام ابو حنیفہؒ کے منہج اور مسلک کا بیان ہے۔اور تاویلات اہل السنۃ میں تمام آیات کی تفسیر بیان کی جاتی ہے اور تفسیر میں صرف احکام پر مشتمل آیات کا بیان ہے۔
سورۃ التوبہ جس کا موضوع غزہ اور اس متعلقہ موضوعات، بین الاقوامی معاہدات اور اسلام، آغاز جنگ کے اصول، ذمیوں کے ساتھ معاہدات کی نوعیت، خام مسلمانوں کی تربیت کا لزوم، شاتم رسول ﷺ اور توہین رسالت کے مرتکب کی سزا، مساجد کی تعمیر میں غیر مسلموں کی معاونت، اندرون اور بیرونی سازشوں سے مرکز روحانی (حرمین) کی حفاظت کا طریقہ کار، یہ موضوع کے جوہری سوالات ہیں جن کے جوابات کی فراہمی سورۃ التوبہ کی روشنی میں امام موصوف نے بڑے اختصار اور جامعیت کے ساتھ پیش کیں، ذیل میں موصوف کی استنباط اور استدلال کی ایک مثال درج ہے۔

عندالجمہور ترک اور حبشہ سے جہاد اور ترکِ جہاد کا حکم:
"﴿فَاقتُلُوا المُشرِكِينَ حَيثُ وَجَدتُّمُوهُم﴾[13]

واستدل بعمومها الجمهور على قتال الترك والحبشة۔ الاكليل"[14]

یعنی آیت مبارکہ کے عموم سے جمہور علماء کرام نے استدلال کیا کہ ترک اور حبشہ والوں سے جہاد (اقدامی) کرنا جائز ہے۔
ترک اور حبشہ والے کون ہیں ؟اور علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے ان کی تخصیص کیوں کی؟

ترک سے مراد؟

1۔علامہ خطابیؒ فرماتے ہیں:

"فقال الخطابی: الترک ھم بنو قنطوراء، وھی اسم جاریة کانت لابراھیم علیہ السلام ولدت اولادا جاءت من نسلھم الترک"[14]

علامہ خطابیؒ کے نزدیک ترک ابراہیم علیہ السلام کی باندی قنطورا کی نسل سے ہیں، اس باندی کی بہت سی اولاد ہوئی اس کے نسل سے ترک بھی ہیں۔

2۔علامہ کراعؒ فرماتے ہیں:

"وقال کراع: الترک ھم الذین یقال لھم، دیلم وکذلک الغز، [15]

ترک سے مراد وہ ہیں، جنہیں دیلم اور غز کہا جاتا ہے۔

3۔حافظ وہب بن منبہ کا قول ہے:

"وقال ابن وھب: الترک بنو عم یاجوج وماجوج"[17]

یعنی ترک یاجوج ماجوج کے چچیرے بھائی ہیں، حضرت ذوالقرنین نے سد سکندری بنوائی تو یاجوج ماجوج کے کچھ افراد غائب تھے چنانچہ وہ باہر ہی چھوڑ دیئے گئے اس لیے وہ ترک کہلائیں۔

4۔حضرت قتادہ سے مروی ہے:

"عن قتادة رحمہ اللہ: انھم کانو اثنتین وعشرین (قبیلة) بُنی ذو القرنین السد علیٰ احدٰی وعشرین وبقیت واحدة وھی الترک، سموا بذلک لانھم ترکو خارجین۔"[18]

"کہ یاجوج ماجوج کے بائیس قبائل ہیں، اکیس قبائل پر سد (دیوار) قائم کی، اور ایک قبیلہ باہر رہ گیا جن کی چھوٹی آنکھیں ہیں جو حرص کی نشانی ہے، اور باطنی شدت وحرارت اور غیض وغضب کی وجہ سے سرخ چہرے والے ہیں۔"

5۔بعض کا قول ہے:

"وقیل اصل الترک او بعضھم من حمیر"[19]

اور بعض نے کہا: کہ ترک کا بنیادی طور پر تعلق، یا ان میں سے بعض کا تعلق حمیر سے ہے۔
یہ کس مذہب سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور ان کی بود وباش کیا ہے؟ اس بارے میں علامہ ابن البرؒ قمطراز ہیں:

"الترک ولد یافث وھم اجناس کثیرة، اصحاب مدن، وحصون، ومنھم رووس الجبال، لیس لھم عمل الا الصید، ومنھم من یتدین بدین المجوسیة، ومنھم من یتھود، وملکم یلبس الحریر وتاج الذھب ومنھم سحرة"[20]

"ترک (حضرت نوح علیہ لسلام) کے بیٹے یافث کے اولاد میں سے ہیں، اور ان کی مختلف شاخیں اور قبیلے ہیں، بعض شہروں میں رہتے ہیں، اور بعض نے پہاڑوں کی چوٹیوں کو اپنا مسکن بنایا، اور ان کا ذریعہ معاش شکار ہے۔ ان میں بعض مجوسیت کو اور بعض یہودیت کو اختیار کیے ہوئے ہیں۔ ان کے سردار ریشم کا لباس اور سونے کا تاج پہنتے ہیں، اور ان میں جادوگر بھی پائے جاتے ہیں۔"

6۔علامہ عینی ارشاد فرماتے ہیں:

"الترک والصین والصقالیہ ویاجوج وماجوج من ولد یافث بن نوح علیہ السلام باتفاق النسابین وکان لیافث سبعۃ اولاد ،ومنھم ابن یسمی کور ،والترک کلھم من بنی کومر "[21]

"ترک اور اہل چین اور صقالیہ اور یاجوج ماجوج یہ حضرت یافث کی اولاد میں سے ہیں انکے سات بیٹے تھے ان میں سے ایک کا نام کور تھا اور ترک تمام تر بنی کومر سے ہیں۔"

کہاں کے رہنے والے ہیں؟

"وقال صاعد علیہ الرحمۃ: فی (کتاب الطبقات) اما الترک فامۃ کثیرۃ العدد ،فخمہ الملکۃ ،ومساکنھم مابین مشارق خراسان من مملکۃالاسلام وبین مغارب الصین و شم الالھند الی اقصی المعمور فی الشمال۔"[22]

"امام صاعدؒ نے طبقات میں کہا: ترک ایک بہت بڑی جماعت ہے اور ان کی سلطنت بھی کافی وسیع ہے، اور ان کی آبادی مشرق کی جانب اسلامی ملک خراسان تک ،اور مغرب میں چین اور شمال میں ہندوستان کے شمالی حصے تک پھیلی ہوئی ہے۔"

محدثین کرام کی بیان کردہ تصریحات کی روشنی میں یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ ترک اصل میں یافث بن نوحؑ کے اولاد میں سے ہیں، بعض نے آفریدون ابن سام کی اولاد میں سے اور بعض نے قوم تبع اور حمیر کے باقیات میں سے ان کو شمار کیا ہے۔

وجہ تخصیص:

علامہ سیوطیؒ نے ترک اور حبشہ کو خصوصیت کے ساتھ اس لیے ذکر کیا کیونکہ ان کے بارے میں ایک حدیث وارد ہوئی ہے جیسے امام ابوداود نے **"باب النھی تھیج الترک والحبشۃ"** اور امام نسائی نے **"غزوۃ الترک والحبشہ"** کے تحت ذکر کیا

ابوداود کی روایت میں ہے:

"حدثناعیسیٰ بن محمد الرملی علیہ الرحمۃ قال ناضمرۃ عن الشیبانی عن ابی سکینۃ رجل من المحررین عن رجل من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم انہ قال: دعوا الحبشۃ ماودعوکم واترکوا الترک ماترکوکم۔"[23]

"حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تم اہل حبش کے ساتھ قتال نہ کروں جب تک کہ وہ تمہارے ساتھ قتال نہ کریں اور ترکوں کو چھوڑ دوں جب تک وہ تمہیں چھوڑے رکھیں۔"

سنن نسائی میں ایک طویل حدیث کے آخر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے:

"حدثناضمرہ عن ابی زرعہ عن ابی سکینۃ رجل من المحررین عن رجل من اصحاب النبی ،قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم :دعوا الحبشۃ ماودعوکم وترکوا الترک ماترکوکم۔"[24]

تم ترک اور حبشہ سے تعارض نہ کرو جب تک کہ وہ تم سے تعارض نہ کریں (یعنی انکو چھوڑ دوں جب تک وہ تم کو چھوڑے رکھے۔) (یہ امر اباحت اور رخصت کے لیے ہے وجوب کے لیے نہیں یعنی بطور مشورہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم ارشاد فرمایا۔)

ترک اور حبشہ کے تخصیص کے بارے میں علامہ جلال الدین شرح سنن نسائی میں رقمطراز ہیں:

"ایاترکوا الحبشۃ والترک ماداموا تارکین لکم ،وذلک لان بلاد الحبشۃ وعرۃ وبین المسلمین وبینھم مفاوزوقفار وبحار فلم یکلف المسلمین بدخول دیارھم لکثرۃ التعب ،واماالترک فباسھم شدید

وبلادهم باردةوالعرب وهم جند الاسلام كانوا من البلاد الحارة فلم يكلفهم دخول بلادهم واما اذاخلوابلادالاسلام العياذبالله فلايباح ترك القتال كمايدل عليه ماودعوكم۔"[25]

"اور اس چھوڑنے کی وجہ یہ ہے کہ بلاد حبشہ تو دور اور بلکل چٹیل میدان ہیں اور ان کے درمیان جنگلات، صحراء، اور سمندر واقع ہے تو زیادہ مشقت کی بناء پر مسلمانوں کو ان کے علاقوں میں داخل ہونے سے روکا گیا۔ اور ترک سے اس وجہ سے روکا گیا کہ وہ جنگجو ہیں اور ان کے علاقے سرد ہیں اور عرب اور لشکر اسلام گرم علاقے سے ہیں، اس لیے بلاد ترک میں دخول کا مکلف بنایا گیا۔ بہر حال اگر ترک اور حبشہ والے اگر بلاد اسلام میں از خود داخل ہوں تو اس صورت میں ان سے جہاد کرنا ضروری ہوگا حدیث مبارکہ کے الفاظ ما ودعوکم اس پر دال ہے۔"

آیت مبارکہ اور حدیث مبارکہ میں تطبیق:

"واماالجمع بين الحديث وبين قوله تعالى، فَاقۡتُلُوا الۡمُشۡرِكِيۡنَ كافة، فبالتخصيص اماعند من يجوز تخصيص الكتاب بخبر الاحاد فواضح، واماعندغيره فلان الكتاب مخصوص لخروج الذمى ،وقيل يحتمل ان تكون الاية ناسخة للحديث لضعف الاسلام ثم قوته، وعليه العمل"[26]

"اب سوال یہ ہے کہ آیت مبارکہ فَاقۡتُلُوا الۡمُشۡرِكِيۡنَ اور حدیث مبارکہ میں جمع اس طور پر ہوگا کہ جو حضرات خبر واحد کے ذریعے تخصیص کے قائل ہیں وہ تو کہتے ہیں کہ خبر واحد کے ذریعے آیت مبارکہ میں تخصیص کی گئی ہے۔

دوسرا اور صحیح قول یہ ہے کہ کہ آیت مبارکہ حدیث مبارکہ کے لیے ناسخ ہے کیونکہ اللہ تعالی نے اہل اسلام کو غلبہ دیا او یہ حکم اس وقت تھا جب اہل اسلام حالت ضعف میں تھے۔ اور یہی رائے امام سیوطی کی بھی ہے کہ آیت مبارکہ حدیث مبارکہ کے لیے ناسخ ہے۔"

قرب قیامت ترکوں سے لڑائی

حدیث مبارکہ میں جن ترکوں کے ساتھ قتال کرنے سے اولا منع کیا گیا تھا حضور ﷺ نے قرب قیامت ان کے ساتھ قتال کرنے کی پیش گوئی کی۔

امام بخاری نے بھی اس حدیث بالا (دعوا الحبشة ماودعوكم) کے ضعف کے طرف اشارۃ کرتے ہوئے دو احادیث کا ذکر کیا، جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ترکوں کے ساتھ قتال کی پیشن گوئی آپ ﷺ نے دی کہ قرب قیامت مسلمانوں اور ترکوں کے درمیان قتال کی نوبت آئی گی۔

بخاری شریف کی روایت ہے:

"حدثناالنعما ،حدثناجرير بن جازم قال سمعت الحسن يقول: حدثنا عمرو بن تغلب قال: قال النبی ﷺ: ان من اشراط الساعة ان تقاتلوا قوما ينتعلون نعال الشعر ،وان من اشراطالساعة ان تقاتلوا عراضالوجوه، كان وجوههم المجان المطرقة"[27]

"حضرت عمرو بن تغلب فرماتے ہیں: کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کہ بے شک قیامت کی علامتوں میں سے ایک علامت یہ بھی ہے کہ تم ایسی قوم سے لڑوگے جو بال کے جوتے پہنے ہوں گے، اور بے شک علامات قیامت میں سے یہ ہے کہ تم ایک ایسی قوم سے لڑوگے جن کے چہرے چوڑے ہوں گے گویا وہ چوڑی ڈھالیں ہیں۔"

اور دوسری روایت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں جس میں صراحت کے ساتھ ترک کا ذکر ہے:

"قال ابوهريرةعنه: قال رسول الله ﷺ لا تقاتلوا حتى تقاتلواالترك صغار الاعين ،حمر الوجوه،زلوف الانوف كان وجوههم مجان المطرقة۔"[28]

"حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ قیامت اس وقت قائم نہیں ہوگی جب تک تم چھوٹی آنکھوں، سرخ چہروں والے اور چپٹی ناکوں والے ترکوں کے ساتھ جہاد نہ کروں، ان کہ چہرے چوڑی ڈھالیں کی مانند ہوگی۔"

سردی کی وجہ سے بالوں کے جوتے پہنے والے اور چوڑے چہروں والے ان دونوں کا مصداق ترک ہیں اور علامہ عینی اور حافظ قسطلانی کا میلان بھی اس جانب ہے ۔

ابو داؤد شریف کی ایک راویت میں مزید تفصیل کے ساتھ ذکر ہے:

"حدثنا جعفر بن مسافر التنسی حدثنا خلاد بن یحیٰ بن المهاجر نا عبدالله بن بریدة عنا بیهعنا النبیﷺ فی حدیث یقاتلکم قوم صغار الاعین یعنی الترک قال تسوقهم ثلاث مرات حتی تلحقوهم بجزیرة العرب ,فاما فی السابقة الاولیٰ فینجو من هربمهم , واما فی الثانیة فینجو بعض واما فی الثالثة فیصطلمون او کما قال "[29]

"حضرت بریدہ نے اپنے والد سے نقل کیا کہ جناب کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم چھوٹی آنکھوں والے ترک سے لڑوں گے اور آپ ﷺ نے فرمایا: تم تین بار ان کو ہانکو گے (یعنی میدان جنگ سے بھاگنے پر مجبور کروں گے) یہاں تک وہ جزیرہ عرب میں پہنچ جائیں گے، پس پہلے حملے میں ترکوں میں سے جو بھاگ جائیں گے وہ نجات پا جائیں گے، اور دوسرے حملے میں بعض ترک ہلاک ہو جائیں گے، اور تیسرے حملے وہ جڑ سے اکاڑ دیئے جائیں گے۔"

کیا اس پیشن گوئی کا وقوع ہو چکا ہے یا ہو گا؟

علامہ نووی ؒ کا نقطہ نظر:

"قال النووی ؒ: فی شرح المسلم وهذه کلها معجزات لرسول الله ﷺ فقد وجد قتال هو الاء الترک لجمیع صفاتهم التی ذکرها النبیﷺ فوجدوا بهذه الصفات کلها فی زماننا , وقاتلهم المسلمون مرات و نسال الله الکریم احان العاقبة للمسلمین "[30]

"یہ سب حضور ﷺ کے معجزات میں سے ہے کہ ان ترکوں کے ساتھ جن کے صفات آپ ﷺ نے بیان کی ہے ان تمام صفات کے حامل (ترکوں) کے ساتھ ہمارے دور میں موجود ہیں اور مسلمانوں نے کئی مرتبہ ان کے ساتھ برسرپیکار رہیں۔"

ابن اثیرؒ کا قول:

وقال الامام ابن اثیر فی الکامل:

حادثة التتار من الحوادث العظمیٰ و المصائب الکبرٰی التی عقمت الدهور عن مثلها, عمت الخلائق وخصت المسلمین, فلو قال قائل ان العالم منذ خلقه الله تعالیٰ الی الان لم یبتلو ابمثله الکان صادقا, فان التواریخ لم یتضمن مایقاربها,[31]

فتنہ تار تاران بڑے حادثات میں سے اور مصائب میں سے ہیں جس نے زمانے کو بانج کر دیا، تمام عالم کو عموما اور خصوصا مسلمانوں کو، اگر یہ بات کوئی کہے کہ جب سے اللہ تعالیٰ نے دنیا کو وجود دیا اس قدر بڑی آزمائش (عالم اسلام) کے لیے نہیں آئی، تو وہ اپنی بات میں سچا سمجھا جائیگا، کیونکہ تاریخ اس جیسے واقعے کے نظیر پیش کرنے سے عاری ہے۔

علامہ ذہبیؒ کا قول:

"وکانت بلیة لم یصب الاسلام بمثلها"[32]

"اس جیسے آزمائش اہل اسلام کے لیے کبھی نہیں آئی"

ملا علی قاری المرقاۃ میں رقمطراز ہیں:

"ولعل المرادالموعودبالحدیث ما وقع ھذاالعصربین المسلمین والترک ،والا قرب انہ اشارۃالیٰ قضیۃچنکز،وماوقعہ من الفسادوخصوصا فی بغداد واللہ روف بالعباد"[33]

"حدیث مبارکہ میں ترکوں اور مسلمانوں کے درمیان جس جنگ کی پیشن گوئی کی گئی ہے شاید کہ اس سے مراد چنگیز خان کے (فتنہ) کے طرف اشارہ ہے جس نے فساد کو پھیلایا خصوصا بغداد میں۔"

خلاصہ بحث:

مذکورہ بالا تمام تر تفاصیل سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ ابتداء اسلام میں مسلمانوں کو کفار کے مقابلے میں عفو اور درگزر سے کام لینے ،اور امن اور صلح اور مسالمت کا حکم تھا،اس مناسبت سے حضور ﷺ نے بطور شفقت مسلمانوں کی حالت زار کو دیکھتے ہوئے یہ حکم دیا تھا کہ ترک اور حبشہ والے جب تک تم سے تعارض نہ کریں ان کو چھوڑ دو، بعد میں اللہ تعالیٰ نے اہل اسلام کے قوت اور شان شوکت میں اضافہ فرمایا، عالم اسلام انحاء عالم میں پھیل گیا تو یہ حکم اب منسوخ ہو گیا، اور یہی جمہور علماء کا قول ہے۔ اب ان کے خلاف دفاعی جہاد کے ساتھ ساتھ اقدامی جہاد کی بھی اجازت ہے اور حضور ﷺ نے اپنے زبان مبارک سے جن باتوں کی پیشن گوئی کی تھی ان میں ایک ترکوں کے ساتھ جہاد بھی ہے اور واضح الفاظ میں انکی مذمت فرمائی چونکہ اس وقت یہ مشرک تھے ،یعنی ساتویں صدی میں عالم اسلام میں وہ حادثہ پر آشوب پیش آیا جس کی نظیر دنیا کی تاریخ میں مشکل سے ملے گی یہ تاتاری یلغار تھی جو تمام عالم اسلام کے لیے ایک بہت ہی خطرناک فتنہ تھا، ترکستان سے نکلنے والے عالم اسلام پر بھوکے بھیڑیا کی طرح ٹوٹ پڑے تھے، سنہ 656 میں ان کے ہاتھوں سقوط بغداد کا واقعہ پیش آیا، جس میں اس قوم نے چنگیز خان کے پوتے ہلاکو خان کی سربراہی میں مرکز اسلام بغداد میں داخل ہو کر خون کا بازار گرم کیا، اور تقریبا اٹھارلاکھ بے گناہ مسلمانوں کو لقمہ اجل بنایا۔ جس نے عالم اسلام کو محو خاکستر کر دیا اور آباد زمین کے نصف حصے کو کھنڈرات بنا دیا۔ اور خلافت عباسیہ کا خاتمہ کر دیا۔ اور اس ترک مراد وہ ترک ہیں جن کو تار تار کہا جاتا ہے اور جو صحرائے گوبی اور اس کے شمال کے علاقوں قازقستان وغیرہ میں آباد ہیں، کیونکہ اوصاف مبینہ انہی پر صادق آتے ہیں۔ اور جو ترکی کے رہنے والے ہیں وہ مراد نہیں وہ تو اچھی شکل صورت کے ہوتے ہیں اور اب وہ حلقہ بگوش اسلام میں داخل ہو چکے ہیں۔

اس پیشن گوئی کا مصداق شاید کے مذکورہ واقعہ ہو جو مسلمانوں اور ترکوں کے درمیان پیش آیا، یا پھر قرب قیامت پیش آنیوالا واقعہ مراد ہو، کیونکہ واقعہ کا زمانہ ماضی میں پیش آجانا شرط نہیں اس لیے ماضی میں گزرا ہوا سمجھ کر اس کا مصداق تلاش کرنے میں کوئی فائدہ نہیں۔

حوالہ جات(References)

1. العیدروس، عبد القادر بن شیخ بن عبد اللہ، النور اسافر عن اخبار قرن العاشر (دار الصادر، بیروت، ۲۰۰۰ء)،۵۷۔

Al-Aidrus, Abdul Qadir Bin Sheikh Bin Abdullah, Alnoor Al Safir An Akhbar Qarn Al Ashir ,(Dar Al Sadir, Berot 2000),57

2. السیوطی، عبد الرحمن بن ابی بکر، المنجم فی المعجم، (دار ابن حزم، بیروت، ۱۹۹۵ء)،۹۔

Al-Suyuti, Abdul Rahman Ibn Abi Bakr, Al-Munjim Fi Al-Mujam, (Dar Ibn Hazm, Beirut, 1995),9.

3. السیوطی، جلال الدین عبد الرحمن، التحدث بنعمۃ اللہ، (صنعاء المطبعۃ العرب، بیروت، ۲۰۱۶)،۱۰۔

Al-Suyuti, Jalal-ud-Din Abdul-Rahman, Al-Tahdat-e-Binemat-e-Allah, . (Sana'a Al-Mutabat Al-Arab, Beirut, 2016)10

4. الغامدی، ریاض بن محمد بن عبد اللہ، منہج السیوطی من خلال کتابہ الاکلیل فی استنباط التنزیل، (جامعہ ام القریٰ، کراچی، ۲۰۱۳ء)،۳۶۔

Al-Ghamdi, Riyadh bin Muhammad bin Abdullah, Minhaj-ul-Suyuti

min Khalaal Kitabah Al-Aklil Fi Istinbat Al-Tanzeel,(Jamia Umm Al-Qura, Karachi, 2013) 36

5. السیوطی، جلال الدین عبد الرحمن بن ابی بکر، التحدث بنعمۃ اللہ، ۴۳۔
Al-Suyuti, Jalal al-Din Abdul Rahman bin Abi Bakr, Al-Tahadith bin Na'amatillah,43

6. السیوطی، عبد الرحمن بن ابی بکر، المنجم فی المعجم، .۴۵.
Al-Suyuti, Abdul Rahman bin Abi Bakr, Al-Munjim Fi Al-Mujam,45.

7. الغامدی، ریاض بن محمد بن عبد اللہ، منہج السیوطی من خلال کتابہ الاکلیل فی استنباط التنزیل، ۲۵۔
Al-Ghamdi, Riyadh bin Muhammad bin Abdullah, Minhaj-ul-Suyuti min Khalaal Kitabah Al-Aklil Fi Istinbat Al-Tanzeel ,25

8. السیوطی، جلال الدین عبد الرحمن، التحدث بنعمۃ اللہ، ۷۹۔
Suyuti, Jalal al-Din Abdul Rahman bin Abi Bakr, Al-Tahadith bin Na'amatillah,79

9. چشتی، عبد الحلیم، تذکرہ علامہ جلال الدین السیوطیؒ، (الرحیم اکیڈمی، کراچی، ۱۴۲۱ھ)، ۴۴۔
Chishti, Abdul Haleem, Tazkira Allama Jalaluddin Al-Suyuti, (Al-Raheem Academy, Karachi, 1421 AH). 44.

10. الغامدی، ریاض بن محمد بن عبد اللہ، منہج السیوطی من خلال کتابہ الاکلیل فی استنباط التنزیل، ۹۳۔
Al-Ghamdi, Riyadh bin Muhammad bin Abdullah, Minhaj-al -Suyuti min Khalaal Kitabah Al-Aklil Fi Istinbat Al-Tanzeel,.93

11. السیوطی، جلال الدین عبد الرحمن، التحدث بنعمۃ اللہ، ۱۰۵۔
Suyuti, Jalal al-Din Abdul Rahman bin Abi Bakr, Al-Tahadith bin Na'amatillah,105

12. العیدروس، عبد القادر بن شیخ بن عبد اللہ، النور السافر عن اخبار قرن العاشر، ۹۰۔
Al-Aidrus, Abdul Qadir Bin Sheikh Bin Abdullah, Alnoor Al Safir An Akhbar Qarn Al Ashir,90

13. التوبہ ۹:۵۔
Al tuba 9:5

14. السیوطی، عبد الرحمن بن ابی بکر، الاکلیل فی استنباط التنزیل، (دار لکتاب، پشاور، ۲۰۱۷،.) ۳۵۲
Al-Suyuti, Abdul Rahman bin Abi Bakr, Al-Aklil Fi Istinbat Al-Tanzil,(Dar Al-Kitab, Peshawar, 2017) 352.

15. العینیؒ، بدر الدین ابی محمد محمود بن احمد، عمدۃ القاری فی شرح البخاری، (دار الکتاب العلمیہ، بیروت، 2001ء)، ۱۴، ۱۹۹۔

Al-Ainiyat, Badr-ud-Din Abi Muhammad Mahmud Bin Ahmad, Umad Al-Qari Fi Sharh Al-Bukhari, Dar Al-Kitab Al-Alamiya, Beirut, 2001. 14, .199

16. العسقلانیؒ، احمد بن علی ابن حجر، فتح الباری بشرح صحیح البخاریؒ، (موسسۃ الامیر سلطان بن عبد العزیز آل سعود، ریاض، ۲۰۰۱ء)، ۶: ۱۲۲۔

Al-Asqalaih, Ahmad Bin Ali Ibn Hajar, Fateh Al-Bari Bashar H Sahih Al-Bukhari,(Al-Amir Sultan Bin Abdul Aziz Al Saud, Riyadh, 2001), 6: 122.

17. ایضاً، - Ibid

18. القاری، علی بن سلطان، مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح، (مکتبہ شمسیہ، کوئٹہ، ۲۰۱۸ء) ۱۰: ۴۶

Al-Qari, Ali Bin Sultan, Marqaat Al-Mufatih Sharh Mushkat . Al-Masabih(, Maktab Shamsia, Quetta, 2018) 10 : 46

19. العینیؒ، بدر الدین ابی محمد محمود بن احمد، عمدۃ القاری فی شرح البخاری، ۱۴: ۱۲۲۔

Al-Aini, Badr-ud-Din Abi Muhammad Mahmud Bin Ahmad, Umdat ul-.Qari Fi Sharh Al-Bukhari, 14,:199

20. ایضاً، ۱۴، ۱۹۹۔ Ibid

21. ایضاً۔ Ibid

22. ایضاً۔ Ibid

23. ابو داؤد، سلیمان بن اشعث، سنن ابی داود، (مکتبہ رحمانیہ، لاہور، ۲۰۱۶)، ۲: ۲۴۲

Abu Dawud, Sulaiman bin Ash'ath, Sunan Abi Dawud,(Maktab Rahmaniyah, Lahore, 2016)2:242.

24. السیوطی، عبد الرحمن بن ابی بکر، شرح سنن نسائی، (مکتبہ دار المعرفۃ، بیروت،)۳۵۰۔

Al-Suyuti, Abdul Rahman bin Abi Bakr, Sharh Sunan Nisa'i, (Maktab Dar Al-Ma'rifah, Beirut,)350.

25. ایضاً۔ Ibid

26. ایضاً۔ Ibid

27. بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح البخاری، (مکتبہ رحمانیہ، لاہور،) ۱، ۵۱۷ حدیث نمبر ۲۹۲۶

Bukhari, Muhammad Bin Ismail, Al-Jami 'Al-Sahih Al-Bukhari, (Maktab-e-Rahmaniyah, Lahore,) 1: 517, Hadith No. 2926

28. ایضاً۔ Ibid

29. ابو داؤد، سلیمان بن اشعث، سنن ابی داود، ۲، ۲۴۲

Abu Dawud, Sulaiman bin Ash'ath, Sunan Abi Dawud,2:242

30. العینی، بدر الدین ابی محمد محمود بن احمد، عمدۃ القاری فی شرح البخاری، ۱۴: ۱۹۹،

Al-Aini, Badr-ud-Din Abi Muhammad Mahmud Bin Ahmad, Umdat ul-Qari Fi Sharh Al-Bukhari, 14,:199

31. ایضاً۔ *Ibid*

32. عظیم آبادی، ابی عبدالرحمٰن محمد اشرف بن امیہ، عون المعبود علی شرح ابی داود، (دار ابن حزم، بیروت، ۲۰۰۵ء)، ۱۹۶۹۔

Azimabadi, Abi Abdul Rahman Muhammad Ashraf Bin Umayyah, Aun Al-Ma'bood Ali Sharh Abi Dawood, (Dar Ibn Hazm, Beirut, 2005,)1969

33. القاری، علی بن سلطان، مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح،، ۱۰: ۴۶،

Al-Qari, Ali Bin Sultan, Marqaat Al-Mufatih Sharh Mushkat Al-Masabih, 10 : 46

JQSS *(Journal of Quranic and Social Studies)*
2022, 2(1), 24 -29

مولانا محمد یعقوب شرودیؒ اور ان کی تفسیر "کشف القرآن" کا تحقیقی و تعارفی جائزہ

Molana Muhammad Yaqoob Sherodi & his Tafseer, Kashf ul Quran, Analytical judicial Study.

Dr. Riaz Ahmed Siddiqui
Assistant Professor, Chairman: Department of Qur' an o Sunnah Metropolitan University of Karachi.

Dr. Haseen Bano
Chairperson Department of Islamic Studies, Metropolitan University Karachi.

Keywords
Muhammad yaqoob , Balochistan, Tafsir,kashaf ul Quran, Urdu- interpretations.

Dr.Riaz Ahmed Siddiqui and Dr. Haseen Bano (2022 Molana Muhammad Yaqoob Sherodi & his Tafseer, Kashf ul Quran, Analytical judicial Study, *JQSS Journal of Quranic and Social Studies*, 2(1), 24-29

Abstract: *The Holy Quran is the basic Islamic divine book and a complete guide for all field of life. For better explanation of the Quran, Mufassireen and other Muslim Scholars have been engaged in writing Tafasir & books on its explanation and interpretations. Thus, molana Muhammad yaqoob is an Islamic Scholar, from Balochistan. In Islamic Studies, his interest is in Tafsir kashaf ul Quran and Hadith, specifically in Tafsir of The Holy Quran in Birahvi & Urdu languages He has authored many books in Arabic, Urdu & Birahvi languages on Tafsir, Fiqh and various other toipcs. Out of which some books have been published till now. Besides this, he has supervised many research scholars who worked on Tafsir projects. Islamic scholarship and authorship and contribution in the field of Quran and its sciences, are of paramount importance but unfortunately very little number of people from academia know about it.This paper presents a scholarly and analytical study of his contributions in Quranic Studies for the information, easy access and facilitation of research scholars in Islamic Studies..*

Corresponding Author: Email: rasiddiqui47@gmail.com

Content from this work is copyrighted by *JQSS* which permits restricted commercial use, research uses only, provided the original author and source are credited

قرآن کریم بنی نوعِ انسان کے ہدایت کے لیے نازل کی گئی ایسی کتاب ہے کہ جس کے بعد رہتی دنیا کے لیے کسی اور الہامی کتاب کی ضرورت نہیں اور اس کتابِ مبین نے ایک مدت تک عالمِ انسانیت کے سماجی، معاشی و معاشرتی الغرض جملہ شعبہ جات میں انسانی تمدنی ارتقائی سفر میں بھرپور رہنمائی فراہم کی۔ اس کتابِ مقدس کے اصولوں سے استفادے کے لیے ہر زمانے میں ایسے رجالِ کارپیدا کیے گئے کہ جنھوں نے اپنی زندگیاں قرآنی علوم کی تفسیر و تفہیم کے لیے وقف کیں اور اس بحرلامحدود سے ایسے نادرونایاب موتیاں نکالیں کہ جن سے انسانیت فلاح وکامرانی کی شاہراہ پر گامزن ہوئی۔ ہمارے ملک پاکستان کے صوبہ بلوچستان میں بھی ایک زمانے سے قرآنی و دینی علوم وفنون کی ترویج و تشہیر، تحقیق و تالیف اور روایت و درایت پر مختلف اسالیبِ تحقیق کو بروئے کار لاتے ہوئے یہاں کے علمائے کرامؒ نے قرآن کریم کی تفسیری خدمات کے میدان میں جو تفاسیر قرآن مختلف زبانوں میں تحریر کیں ہیں اور جو ہنوز جاری و ساری ہیں۔

یوں تو تفسیر کے آسمان میں کہیں درخشندہ ستارے بصورت مفسرین جھلملاتے نظر آتے ہیں اور ہر ستارہ اپنا ایک خاص مقام رکھتا ہے اور یہ ستارے انسانیت کے بھٹکے ہوؤں کو راہِ راست کی طرف رہنمائی کرتے ہیں۔ فلکِ تفسیر کے ایسے ہی جھلملاتے ہوئے ستاروں میں مولانا محمد یعقوب شرودیؒ کا نام کسی تعارف کا محتاج نہیں ، جنھوں نے اپنی زندگی علوم قرآنی کی ترویج کے لیے وقف کر دی تھی نیز ان کے قرآن کریم سے والہانہ تعلق کا مظہر ان کی تفسیر "کشف القرآن" کی صورت میں موجود ہے۔

(۱) مختصر سوانحی حالات:

مولانا محمد یعقوب شرودیؒ کی مختصر سوانح کشف القرآن کے مقدمہ میں یوں لکھی ہوئی ہے:

"نام محمد یعقوب والد کا نام فتح محمد ہے۔ وہ بلوچستان کے علاقہ شرود میں ۱۹۳۰ء کو پیدا ہوئے جو کہ ضلع مستونگ بلوچستان کا ایک مضافاتی علاقہ ہے۔ علاقہ کی مناسبت کی وجہ سے اپنے نام کے ساتھ شرودی لکھتے تھے۔ آپ کا تعلق سید خیل مشوانی قبیلے (پٹھان) سے ہے۔ آپ کے والد اپنے دور کے جید عالم دین تھے۔"(۱)

"مفسرِ قرآن کو اللہ تعالیٰ نے خصوصی علم ودیعت کیا تھا، جس کی وجہ سے بیک وقت عربی، فارسی، اردو، براہوئی اور بلوچی زبانوں میں نثر، نظم اور شعر کہتے تھے جبکہ مولانا احمد علی لاہوریؒ، مولانا بنوریؒ اور شیخ القرآن غلام اللہ خانؒ جیسے حضرات کی وفات پر تین زبانوں (عربی، فارسی اور اردو) میں مرثیے، قطعات اور نظم ونثر میں بے مثال شذرات تحریر کیے۔"

(۲) دیگر تصنیفات:

بلوچستان کے نامور دینی وعلمی شخصیات میں صاحبِ کشف القرآنؒ ایک کثیر التصنیف شخصیت کے طور پر معروف ہیں، جن کی کئی مختلف موضوعات پر متعدد کتابیں تصنیف شدہ ہیں، جن میں سے کچھ مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ مراءت الآیات۔

۲۔ اسنیٰ الذریٰ فی تحقیق الجمعۃ فی القریٰ۔

۳۔ مواعظِ شرودیؒ۔

۴۔ شکرپارہ۔

۵۔ نغماتِ شرودی۔

۶۔ صدائے حق۔

۷۔ البسالۃ الطارقہ۔

(۳)حصولِ علم:

آپ کے حصولِ علم اور علمی اسفار کی تفصیل درج ذیل ہے:

"موصوفؒ نے ابتدائی تعلیم وتربیت اپنے والد ہی سے حاصل کی۔اس کے بعد مزید تعلیم کے لئے مولانا کمال الدین منگچر (مستونگ) سے علمی استفادہ کرکے، کوئٹہ شہر کے معروف ومقتدر دینی درسگاہ مدرسہ شالدرہ جس کے مولانا عبد الغفور صاحبؒ مہتمم تھے سے علمی پیاس بجھاکر اس کے بعد مولانا ممدوح دورہ حدیث کی تکمیل کے لئے برصغیر پاک وہند اور عالم اسلام کی بین الاقوامی سطح کی اسلامی یونیورسٹی اور عظیم علمی ومقتدر دینی درسگاہ دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے۔جہاں آپ نے دورۂ حدیث ممتاز نمبروں سے پاس کرکے اول پوزیشن حاصل کی، دارالعلوم دیوبند سے واپسی پر آپ معروف ومشہور مفسرِ قرآن مولانا غلام اللہ خانؒ کے مدرسہ تعلیم القرآن (پنڈی) میں درسِ تفسیر کی تحصیل کے لئے تشریف لائے جہاں آپ کو مختصر سا وقت ملا لیکن اس تھوڑی سی مدت میں بھی بہت کچھ علمی دولت آپ نے یہاں سے سمیٹ لی۔یہیں سے آپ کو تفسیر کے ساتھ خصوصی شوق اور جذبہ پیدا ہوا اور اسی جذبے کے تحت آپ نے تفسیر کشف القرآن براہوئی زبان میں لکھی جس کی وجہ سے ہی آپ صاحبِ کشف القرآن کہلائے۔"

(۴) تفسیر "کشف القرآن" مولانا محمد یعقوب شر ودیؒ کا اہم علمی وتفسیری کارنامہ:

یہ تفسیر بلوچستان کے علماء اور اہل علم حضرات (خصوصاً مدارسِ دینیہ کے طلباء کرام) کے لیے ایک بیش بہا ذخیرہ ہے جبکہ بلوچستان کی سطح پر تفسیری میدان میں ایک اہم علمی کارنامہ خیال کیا جاتا ہے تفسیر کشف القرآن سے متعلق معروف محقق ڈاکٹر انعام الحق کوثر لکھتے ہیں:-

"مفسر مولانا محمد یعقوب شر ودیؒ کی تفسیر بزبان اردو مکمل آٹھ جلدوں میں لکھی ہوئی ایک جامع تفسیر ہے، جو کہ ۱۹۹۲ء سے شروع ہو کر اپنے ارتقائی مراحل سے گذرتی ہوئی بالآخر ۱۹۹۶ء میں مکمل ہوئی، یہ تفسیر مختلف تفاسیر کا نچوڑ ہے۔اسی لئے بلوچستان میں اس سے استفادہ کیا جاتا ہے۔یہ تفسیر کل آٹھ ہزار صفحات پر مشتمل ایک ضخیم تفسیر ہے۔پہلی جلد میں فضائل قرآن پر جامع ومبسوط مقدمہ موجود ہے جس میں موصوفؒ نے جامع انداز میں اصولِ تفسیر پر سیر حاصل بحث کی ہے۔اور آخری جلد میں تذکرۃ المفسرین بھی موجود ہے اس کے علاوہ مفسرؒ نے کچھ اصطلاحات کو چیدہ چیدہ بیان کیا ہے۔جس سے اس کی افادیت میں نمایاں طور پر اضافہ ہوا ہے۔تفسیر ھذا کئی سالوں کی محنت شاقہ کا حاصل ونچوڑ ہے اور اسے بلاشبہ قرآن پاک کا معجزہ قرار دیا جاسکتا ہے۔"

(۵) تفسیر "کشف خصوصیات وامتیازات۔القرآن" کی ایک جائزہ:

مفسرِ قرآن مولانا محمد یعقوب شر ودیؒ کشف القرآن کی خصوصیات اور اس کا منہج واسلوب اس طرح بیان کرتے ہیں:

"میں نے یہ ترجمہ اپنی طرف سے نہیں کیا بلکہ ترجمہ قرآن کے وقت مآخذ کے لئے میں نے تین ترجموں کی طرف رجوع کیا۔

۱۔پہلا ترجمہ شاہ رفیع الدین دہلویؒ۔

۲۔دوسرا ترجمہ حضرت شیخ الہندؒ۔

۳۔تیسرا ترجمہ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ۔"

(۶)مفسرؒ مزید لکھتے ہیں:

"مذکورہ بالا تینوں تراجم قرآن کریم میرے پیش نظر رہے ہیں، مگر کسی ایک کا پابند نہیں رہا ہوں، جسے اپنے ذوق نے چاہا اردو زبان میں منتقل کر لیا مثلاً:

""هُدًى لِلْمُتَّقِينَ" کے ذیل میں شاہ رفیع الدینؒ کا ترجمہ ہے:

"راہ بتاتی ہے پرہیز گاروں کی خاطر"۔

جبکہ حضرت تھانویؒ کا ترجمہ ہے:

"راہ بتانے والی ہے اللہ سے ڈرنے والوں کو"۔

اور حضرت شیخ الہندؒ کا ترجمہ ہے:

"راہ بتاتی ہے ڈرنے والوں کو" وغیرہ۔

اس طرح میں نے حضرت تھانویؒ کا ترجمہ لیا ہے ایسے کم مواقع ہوں گے کہ میں اردو زبان کے تقاضوں یا کسی اور وجہ سے باہر نکلا ہوں۔

(۷)مولانا محمد یعقوب شرودیؒ مزید لکھتے ہیں:

"تفسیر کشف القرآن میں تحت اللفظ ترجمہ ہے جو زیادہ تر مذکورہ بالا تین ترجموں سے ماخوذ ہے۔"

(۸) جبکہ دوسری امتیازی خصوصیت یہ ہے: تفسیر "کشف القرآن" میں تفسیر "بیان القرآن" کے طرز پر بعض مقامات پر تشریحی اجزاء کی پیوندکاری کی گئی ہے۔"

(۹) تیسرے نمبر پر آیت سے متعلق باتیں ہیں جس میں کبھی فقہی مسائل ہوتے ہیں کبھی علمی، ادبی یا تصوف سے متعلق نکات وفوائد ہوتے ہیں مگر یہ سب کچھ تفاسیر، احادیث وفقہ کی کتابوں اور علمائے سلف سے ماخوذ ہیں۔ کہیں عبارت کی وضاحت ہو، یا لغوی تحقیق ہو، یا کوئی نحوی ترکیب ہو یا بلاغت یا قراءت سے متعلق کوئی بات ہو تو اس کے لئے ہر صفحے کے نیچے ایک خالی جگہ حاشیہ کے لئے دی گئی ہے جس کے لئے موصوف مفسرؒ نے "منہ" کا نشان لگایا ہے۔"

(6) کشف القرآن کے مصادر ومراجع:

تفسیر کشف القرآن میں مفسرؒ نے جن تفاسیر سے استفادہ کیا ہے ان میں سے چند ایک مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ تفسیر جلالین۔

۲۔ ابن کثیر۔

۳۔ روح المعانی۔

۴۔ تفسیر عثمانی۔

۵۔ موضح القرآن۔

۶۔ تفسیر معارف القرآن۔ (مفتی محمد شفیعؒ)

۷۔ تفسیر معارف القرآن۔ (مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ)

۸۔ تفسیر البحر المحیط۔

۹۔ تفسیر خازن۔

۱۰۔ تفسیر مدارک۔

۱۱۔ تفسیر کبیر۔

۱۲۔ تفسیر قرطبی۔

۱۳۔ تفسیر مظہری۔

۱۴۔ تفسیر الدر المنثور۔

۱۵۔ تفسیر جواہر القرآن۔

۱۶۔ کتاب التسہیل۔

۱۷۔ تجرید البیان۔

۱۸۔ تفسیر ضوء البیان۔

۱۹۔ تفسیرات احمدیہ۔

۲۰۔ بیان القرآن۔"

(11) مذکورہ بالا اہم مصادر و مراجع سے پتہ چلتا ہے کہ مولانا محمد یعقوب شرودیؒ نے اپنی تفسیر "کشف القرآن" میں جملہ بنیادی مآخذ اور قدیم وجدید تفاسیر سے بالاستیعاب اور بھرپور استفادہ کرتے ہوئے یہ اہم تفسیری شاہکار تفسیری ادب میں ایک اہم علمی و تفسیری کارنامے کی صورت میں پیش کیا، علماء اور اہلِ علم نے اس سے بھرپور استفادہ کرتے ہوئے اسے تفسیری ادب میں گراں قدر اور اہم تفسیری کارنامہ قرار دیا ہے۔

خلاصہء بحث:

مولانا محمد یعقوب شرودیؒ بلوچستان کے علمی و دینی حلقوں بالخصوص بلوچستان کے تفسیری ادب اور مفسرین میں قابلِ ذکر مقام کے حامل ہیں، ان کی تفسیر "کشف القرآن" گوناگوں خصوصیات و امتیازات کی حامل اور بعض ایسے اوصاف سے مزین ہے، جو اسے تفسیری ادب بلوچستان کے تفسیری ذخیرہ اور عصرِ حاضر میں لکھی گئی تفسیروں میں منفرد اور نمایاں مقام عطا کرتی ہے اہلِ علم اور تفسیری ادب سے وابستہ علماء و مفسرین نے اسے اہم تفسیری شاہکار قرار دیا ہے۔ مندرجہ بالا تحقیقی مضمون میں تفسیر "کشف القرآن" کا تحقیقی و تعارفی جائزہ پیش کرتے ہوئے مولانا محمد یعقوب شرودیؒ کے علمی مقام و مرتبے ان کی علمی و دینی خدمات، تفسیر "کشف القرآن" کے اسلوب و منہج اور خصوصیات و امتیازات کا مختصر جائزہ پیش کیا گیا ہے۔

حوالہ جات(References)

(۱) شرودی، محمد یعقوب، مولانا، اردو تفسیر کشف القرآن(۲۰۱۴ء سیلز اینڈ سروسز کوئٹہ)، ۱:۲۱

Shroudi, Mohammad Yaqub, Maulana, Urdu Tafsir Kashf Al-Quran 2014 Sales & Services Quetta, 1 : 21

(۲) شرودی، محمد یعقوب، مولانا، مراءت الآیات، (جامعہ رشیدیہ، کوئٹہ، ۲۰۰۱ء)، ۸

Shrudi, Mohammad Yaqub, Maulana, Marat al-Ayat, Rashidia .University, Quetta, 2001

(۳) ایضاً محولہ بالا تفسیر کشف القرآن ۲۰ — *Ibid*

(۴) شرودی، محمد یعقوب، مولانا، اردو تفسیر کشف القرآن، ۷

Shroudi, Mohammad Yaqub, Maulana, Urdu Tafsir Kashf Al-Quran,7

(۵) کوثر، ڈاکٹر انعام الحق، بلوچستان میں قرآن مجید کے تراجم و تفاسیر، (فکر و نظر، اسلام آباد)، ۳۴، شمارہ ۴، ۳:۴۹

Kausar, Dr. Inam-ul-Haq, Translations and Interpretations of the Holy Quran in Balochistan, Fikr o Nazar, Islamabad,34,4,3:49

(۶) مولانا محمد یعقوب شرودیؒ کشف القرآن، ایضاً، ۷

Maulana Muhammad Yaqub Shroudi, Kashf ul Qur'an,7

(۷) ایضاً ۱۰ تا ۱۱ — *ibid*

(۸) ایضاً ۱۱ — *ibid*

(۹)ایضاً

ibid

(۱۰)شرودی، محمد یعقوب، مولانا، اردو تفسیر کشف القرآن، ۳۷تا۳۸

Shrudi,Mohammad Yaqub, Maulana, Kashf Al-Quran, 37-38

(۱۱)ایضاً ص۲۰

ibid

JQSS *(Journal of Quranic and Social Studies)*
2022, 2(1), 30 -45

موسیقی کے انسانی جسم اور روح پر مرتب ہونے والے اثرات کا اسلامی اور سائنسی تناظر میں ایک جائزہ

An Overview of the Effects of Music on the Human Body and Soul in an Islamic and Scientific Perspective

Anjan Qazi
MPhil Scholar, Department of Islamic Studies, University of Baluchistan Quetta

Dr. Jahanzaib Rana
Assistant Professor, Department of Islamic Studies, Isra University Hyderabad, Sindh.

Keywords
Music Effects Human Body Addiction brain .

Anjan Qazi and Dr.Jahanzaib Rana (2022). An Overview of the Effects of Music on the Human Body and Soul in an Islamic and Scientific Perspective, *JQSS Journal of Quranic and Social Studies*, 2(1), 30-45.

Abstract: *The bottom line of this whole debate is that music in English is sung in Arabic, while in Urdu it is sung in Urdu, which is actually a Greek word, later adapted from Arabic, it is a specific form of art in which sound and silence are It is arranged that it produces a melody, while today's scholars and mujtahids have stated that the popular understanding of music is that the sound which is commonly considered to be singing, in popular forms of music, folk music, classical music, Semi-classical and pop music are included and the religious forms of music include Samaa and Qawwali. Islamic teachings and scientific experiments have shown that music is not the food of both the human body and the soul, but affects both of them to a great extent. Music is the first attack on the intelligent, which causes the common man to become emotionally angry and quarrelsome. The situation changes, in the same way music causes adultery through sexual excitement, in the same way music makes a person addicted to drugs, because according to the hadith, music, intoxication and adultery are three angles of a triangle that are necessary to each other. It is also known from the hadiths that music is a tent of.. hypocrisy*

Corresponding Author: Email: niazhassni7@gmail.com

Content from this work is copyrighted by *JQSS* which permits restricted commercial use, research uses only, provided the original author and source are credited

.

برصغیر میں موسیقی کی مختصر روداد:

پوری دنیااور خاص کر برصغیر پاک وہند میں موسیقی آج بھی پوری آب وتاب کے ساتھ زندہ ہے، اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے موسیقی کو ادارے کے طور پر زندہ رکھا، اور خاص کر ہندوں کے ہاں موسیقی کی سانسیں چلنے کا ایک اہم سبب ان کا مذہب ہے کیونکہ ان کے مذہب میں بھجن اور کیرتن میں غناء کے ساتھ ساتھ موسیقی کا استعمال ہوتا ہے جبکہ مسلمانوں کے یہاں اہل مذاہب اسے چوڑے چماروں کا کام گردانتے ہیں، مگر حقیقت یہ ہے کہ اس کا یہ بھی مطلب نہیں کہ مسلم امۃ اس فن موسیقی سے بالکل نابلد ہے، ذرا دل تھام کر سنیے گا کہ نزھۃ الخواطر کے مؤلفؒ کچھ عجیب رقمطراز ہے میں تو یہ پڑھ کر بہت ہی ششدر رہ گئی، ان کے الفاظ درج ذیل ہیں:

> "برصغیر پاک وہند کا سب سے بڑا خاندان "شاہ ولی اللہ" کا خاندان ہے، خانوادہ شاہ ولی اللہ کے چشم وچراغ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی سے بھلا کون ناواقف ہے، شاہ عبدالعزیزؒ ان تمام علوم میں مہارت تامہ رکھنے کے علاوہ علم موسیقی میں بھی یگانہ روزگار تھے، آپ کو یہ فن دوسرے علوم وفنون کی طرح اپنے والد بزرگوار سے وراثت میں ملا تھا، شاہ ولی اللہ کے فن موسیقی میں ذوق ودلچسپی کا اندازہ ان کی تصنیف "الفوز الکبیر" سے ہوتا ہے، جس میں وہ یونانیوں کے گانوں کے طریقے اور قواعد بھی بیان کرتے ہیں، اور اہلِ ہند کے مختلف راگوں سے اخذ کردہ راگوں اور راگنیوں کا تذکرہ بھی خاص انداز میں کرتے ہیں۔"۱

نیز صاحب نزھۃ الخواطر حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کے اس فن کے بارے میں فرماتے ہیں:

> "ان کو تیر اندازی، گھڑسواری اور موسیقی میں مہارت حاصل تھی۔"۲

بعض قرائن سے معلوم پڑتا ہے کہ شاہ عبدالعزیز کو راگوں پر اتنی مہارت تھی کہ ہندو اور دوسرے مذاہب کے لوگ اپنے راگ سیدھے کروانے کے لئے شاہ صاحب کے پاس آیا کرتے تھے جبکہ امام الہند ابوالکلام آزاد اور مولانا محمد آزاد دونوں مل کر چاندنی راتوں میں ستار لے کر "تاج محل" کی چھت پر جا بیٹھتے اور سر چھیڑتے، بایں ہمہ ان علماء کرام نے شرعی ممانعت کی وجہ سے اسے کبھی نہ سنا اور نہ اپنے یہاں جگہ دی، مگر افسوس کی بات یہ کہ عوام نے صوفیاء کے اقوال کی روشنی میں یہ اصول قائم کئے کہ موسیقی روح کی غذا ہے بالفاظ دیگر انسانی جسم اور روح پر موسیقی کے مثبت اثرات مرتب ہوتے ہیں، اس سے قبل کہ ہم اصل مضمون پر بحث کرے ایک تمہیدی گفتگو کرتے ہیں تاکہ اصل مضمون سمجھنے میں آسانی ہو۔

موسیقی کی لغوی اور اصطلاحی تحقیق:

موسیقی جسے انگلش میں Music جبکہ اردو زبان میں گانا کہا جاتا ہے، اس کے لیے عربی زبان میں مشہور لفظ "الغنا" ہے، مشہور ومعروف لغت کی کتاب "المنجد" میں اس لفظ کی لغوی تحقیق یوں ہے:

> "الغنا من الصوت: گیت سر، راگ اسی غنا کی جمع **اَلْاَغْنِيَه، اَلْاِغْنِيَّه** اور **اَلْاُغْنِيَه** (بغیر تشدید بھی) آتی ہے۔ یعنی گیت سر اور راگ۔ "**اغانی**" اور "**اغان**" بھی اسی کی جمع ہے۔ "**غَنّىٰ بِالشِّعْرِ**" (یعنی) گانا، شعر پڑھنا۔"۳

مشہور لغوی عالم محمد بن یعقوب فیروزآبادی القاموس المحیط میں موسیقی اور گانے کے حوالے سے لکھتے ہیں:

> "گانا: وہ آواز ہے جو نشاط آور ہوتی ہے۔"۴

دکتور احمد مختار صاحب اپنے معجم میں موسیقی کے اصطلاحی معنی کا بیان کچھ اس طرح کرتے ہیں:

> "**مُوسِيقى، فنٌ تأليف الألحان وتوزيعها وإيقاعها والغناء والتطريب بضروب المعازف** "۵
>
> "موسیقی ایک ایسا فن ہے جس میں آوازوں کے درمیان ربط اور اسے پھیلانا، گانا گانا اور آلات موسیقی کے ذریعے مستی پیدا کرنا ہے"

موسیقی کی اصطلاحی تعریف اور اس کلمے کے اصل کے بارے میں علامہ یوسف عواد "مجلّہ لغۃ العرب" میں لکھتے ہیں:

"وزن موسيقي لأن الكلمة اليونانية فوس (بعدتجريدعلامة الإعراب منهاوهي س) ومعناها الطبيعة مكسوعة بأداة النسبة أو الصفة وهي عندهم (قي) إذن كان يجب أن يقال فيها (فوسيقي) كماقال السلف موسيقى "٦

"موسیقی کا وزن چونکہ موسیقی یونانی کلمہ ہے، "فوس" (لفظ سین سے اعراب ہٹانے کے بعد) آخر میں نسبت یاصفت لگانے سے اس کا معنی ہوا اُلٹی طبعیت (بیمار طبعیت) وہ نسبتی لفظ ان یونانیوں کے یہاں لفظ "قی" ہے، اس لئے ضروری ہے کہ اس لفظ کو "فوسیقی" پڑھا جائے جس طرح کہ گذشتہ لوگ پڑھتے تھے۔"

آج کل کے علماو مجتہدین نے "غِناء" کی مشہور و معروف توضیح یہ بیان فرمائی ہے کہ:

"وہ آواز جسے عرف عام میں (عام پبلک کے نزدیک) گانا سمجھا جاتا ہے۔"۷

فن موسیقی کے ماہرین یعنی موسیکاروں کے نزدیک موسیقی کے مشہور اقسام حسب ذیل ہیں:

ا۔لوک موسیقی:

لوک موسیقی جسے عوامی موسیقی بھی کہتے ہیں یہ کلاسیکی موسیقی اور نیم کلاسیکی موسیقی سے زیادہ عام فہم اور عوام میں زیادہ مقبول ہے، اس موسیقی میں ہلکے پھلکے گیت، لوک دھنیں، علاقائی دھنیں، شادی بیاہ کے گیت، منظوم، لوک داستانیں شامل ہیں۔۸

لوک موسیقی کی مختلف اقسام ہیں ہر علاقے اور ہر قوم کے یہاں یہ موسیقی مختلف شکلوں میں رائج ہے، مگر ڈھول یا ڈھولک اس کی وہ شکل ہے جو ہر قوم اور علاقے میں مروج ہے۔

۲۔کلاسیکی موسیقی

وہ موسیقی ہے جو صدیوں سے بر صغیر میں مروج ہے اور جس میں گائکی کا وہ استعمال ہوتا ہے جہاں چار متوں، دس ٹھاٹوں اور دھروپد سے لے کر خیال، ٹپہ اور ترانہ وغیرہ کی اصناف گائی جاتی ہیں۔۹ یہ وہ موسیقی ہے جو صدیوں سے بر صغیر میں مروج ہے اور جس میں گائکی کا وہ استعمال ہوتا ہے جہاں چار متوں، دس ٹھاٹوں اور دھروپد سے لے کر خیال، ٹپہ اور ترانہ وغیرہ کی اصناف گائی جاتی ہیں۔

۳۔نیم کلاسیکی

نیم کلاسیکی موسیقی کے ساتھ لفظ "نیم" جو لگایا جاتا ہے اس کا مطلب ہے کہ کلاسکی کی یہ قسم پہلے والے سے آسان ہے کیونکہ اس میں ٹھمری، دادرا، کجری، ہوری، غزل، اور گیت وغیرہ کی اصناف گائی جاتی ہیں، جو کہ موسیقی کے آسان ترین گیت ہیں۔

۴۔پاپ موسیقی

پاپ میوزک موسیقی کی ایک صنف ہے جو ۱۹۵۰ء کی دہائی کے وسط میں امریکہ میں جدید شکل میں شروع ہوئی۔۱۰

جبکہ پاکستان میں ۱۹۸۰ء کی دہائی میں اس کا آغاز ہوا، اس زمانے میں عالمگیر، نازیہ اور زوہیب، محمد علی شہکی اور دیگر کئی گلوکار مشہور ہوئے، پاکستان میں پاپ میوزک کے مشہور بینڈز حسب ذیل ہیں:

ا۔وائٹل سائنز (بینڈ)

پاکستان میں میوزک بینڈز کی ابتداء ۱۹۸۳ء میں وائیٹل سائنز سے ہوئی، اس وقت وائٹل سائنز پاکستان کا مقبول ترین بینڈ تھا، جسے جنید جمشید لیڈ کرتے تھے، ملک کی نوجوان ان کے گیتوں کی دیوانی تھی، "دل دل پاکستان" مشہور قومی نغمہ دنیا کے دس مقبول ترین نغمات میں شمار ہوا، لیکن ۲۰۰۲ء کو جنید جمشید نے موسیقی کی دنیا کو خیر باد کہہ کر دین کی تبلیغ اور حمد و نعت خوانی سے رشتہ جوڑ لیا۔

۲۔جل (بینڈ)

۲۰۰۲ء میں گوہر ممتاز نے جل بینڈ کی بنیاد رکھی، اس کی پہلی البم "عادت" ۲۰۰۴ء میں ریلیز ہوئی۔

۳۔میکال حسن (بینڈ)

۲۰۰۰ میں میکال حسن اور محمد احسن پپو نے میکال حسن بینڈ تشکیل دیا تھا، اس بینڈ کے اب تک ۳ البم ریلیز ہو چکے ہیں۔

۴-اسٹرنگز (بینڈ)

اسٹرنگز بینڈ عالمی شہرت یافتہ بینڈ ہے، اس کی بنیاد کراچی کے دو نوجوانوں فیصل کپاڈیہ اور بلال مقصود نے ۱۹۸۸میں رکھی۔

موسیقی کی مذہبی تصورات:

مذہبی طور پر موسیقی کے آج کل کی مروج تصورات دنیا میں سماع اور قوالی ہیں۔

سماع کا مفہوم:

اصطلاح صوفیاء میں سماع سے مرادِ کلامِ موزوں کو لحنِ حسین اور ارادۂ خیر کے ساتھ سننے کا نام ''سماع'' ہے۔۱۱

لفظ "سماع" ایک خاص صوفیانہ اصطلاح ہے مگر افسوس کہ ثقافتی قسم کے لوگوں نے اس کو متداول موسیقی کا مترادف قرار دے ڈالا ہے۔ اسی طرح کہ ''غنا'' حدیث کی ایک خاص لفظ ہے جو کہ غلط معنی میں استعمال ہونے لگا، یہی حال دف کے استعمال کا ہے، زیادہ سے زیادہ ایک حد جواز تک محدود ہے مگر بعض صوفیوں کے وجد، رقص اور قوالی نے شرعی ماخذ تصور کر کے مغالطے مہیا کیے۔ ۱۲

سماع کی قسمیں:

۱. مزامیر وغیرہ کے بغیر خوش الحانی کے ساتھ ''کلام''کا سننا۔ کلام منظوم ہو یا غیر منظوم۔ ۲. آلات کے ساتھ اس کا سننا۔

۳. خوش الحانی کا ایک انداز عجمی ہے، دوسرا غیر عجمی، عجمی میں موسیقی کی نزاکتوں کی پابندی ضروری ہوتی ہے اور ان کا زیادہ تر تعلق تعیش یا وہم پرستانہ سرمستی کے ساتھ ہوتا ہے۔

اہل سماع کی صرف دو (۲) قسمیں ہیں:

۱. ایک وہ جو اپنے روحانی تسکین یا نشو و نما کے لئے ایسا کرتے ہیں۔ ۲. دوسرے وہ جو صرف تعیش کے لئے کرتے ہیں۔

بے ضرر سماع:

بے ضرر سماع سے مراد ایسا سماع جو آلاتِ لہو سے پاک ہو اور غیر عجمی لَے میں صرف سادہ خوش الحانی کے ساتھ قرآنِ حکیم یا روحانی قسم کے کلامِ معنی خیز کا صرف تفریح اور ذوق کی تسکین کے لئے سننا ہے۔

صوفیانہ سرمستی کے لئے سماع:

صوفیانہ سرمستی کے لئے سماع دراصل روحانیت نہیں روحانیت کا واہمہ ہے اور تصور عجم کے روحانیات کی نقالی اور سرقہ ہے۔

قوالی:

لفظ ''قوالی'' عربی کے لفظ ''قول'' سے مشتق ہے، قول کا مطلب ہوتا ہے ''بات'' یا ''بیان کرنا'' اس طرح قوالی کا مطلب ہوا وہ بات جو بار بار دہرائی جائے، لفظ قوالی کو بھارت اور پورے برصغیر میں گانے کی ایک خاص صنف کے نام کے طور پر استعمال کیا جانے لگا، قوالی ایک خاص اسٹائل کے گانوں کو کہتے ہیں جن میں اللہ کی حمد و ثنا اور رسول اللہ ﷺ کی تعریف ہوتی ہے یا اللہ والوں کی منقبت ہوتی ہے، بغیر آلات موسیقی کے قوالی کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا، قدیم روایتوں، صوفیہ کے تذکروں اور تاریخی کتابوں کے مطابق اس خطے میں پرانے زمانے سے صوفیہ کی خانقاہوں میں قوالی کا رواج رہا ہے، اس کی ابتدا اگرچہ نظام الدین اولیاء کے مرید خاص امیر خسرو سے مانی جاتی ہے جو اپنے عہد کے ایک معروف شاعر تھے مگر سماع کی محفلیں اس سے پہلے بھی رائج تھی اور علماء کا ایک طبقہ اس کی مخالفت کرتا رہا، محفل سماع کا ذکر برصغیر کے چشتی مشائخ کے تذکروں میں خاص طور پر ملتا ہے، خواجہ معین الدین چشتی خود اچھے شاعر تھے اور ان کی خانقاہ میں محفل سماع ہوا کرتی تھی، اس مختصر سی تمہیدی گفتگو کے بعد اصل موضوع پر تفصیلی بحث کرتے ہیں۔

موسیقی کا انسانی شخصیت پر اثرات

اللہ تعالی کا اس جہانِ اسباب میں ایک اصول کارفرما ہے وہ یہ کہ ہر چیز کے اچھے اور برے اثرات ضرور ہوتے ہیں مگر قابل تاسف بات تب ہے کہ خیر کو شر اور شر کو خیر سمجھا جائے، زہر کو قند اور قند کو زہر سمجھا جائے، اسی کا دوسرا نام جہل مرکب ہے، اور جہل مرکب سے نکلنا انتہائی مشکل کام ہے، یہی لاعلاج بیماری جو لوگوں کے نفوس میں سرایت کر گئی ہے وہ موسیقی کی ہے، درحقیقت موسیقی کے انسانی جسم، روح اور نفس پر انتہائی برے اثرات مرتب ہو رہے ہیں، اگر وہ

اثرات اسی ایک ٹھکانے تک محدود رہتے تو کوئی اشکال کی بات نہیں تھی غضب تو یہ کہ موسیقی کے اثرات متعدی ہیں، یعنی ایک بیماری سے دوسری دوسری سے تیسری جننے والی ہے، آج کل بڑے شد ومد کے ساتھ یہ بات بیان کی جاری ہے کہ موسیقی روح کی غذا ہے، جبکہ اسلامی اور سائنسی تعلیمات ومشاہدات کا یہ تجربہ ہے کہ موسیقی روح کی غذا نہیں بلکہ روح اور جسم دونوں کے لئے مہلک ہے، یہ بات تو کسی وقت نبی کریم ﷺ کی فرمودات اور ارشادات سے معلوم ہوتی تھی جس کو سیکولر مسلم اور غیر مسلم کوئی خاص توجہ نہیں دیتے تھے اور جدت پسند مسلمان تو اس کی تاویلات کرتے تھے جبکہ آج کل تو سائنسی تجربات نے بھی ثابت کردیا کہ موسیقی کا جسم اور روح دونوں پر انتہائی مہلک اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

انسانی جسم پر موسیقی کے اثرات

موسیقی میں ساز و آواز کا ایک حسین امتزاج ہوتا ہے، موسیقی میں نہ صرف عام آواز کی خصوصیات ہوتی ہیں بلکہ اس میں ایک مزید عنصر "موزونیت"Rhythm کا بھی پایا جاتا ہے یعنی ایسی حرکت یا تبدیلی جس میں مختلف آوازیں باقاعدگی سے دھرائی جائیں، یہ چیز موسیقی میں نپے تلے وقت Time Dependent کیساتھ ہوتی ہے، ایسی چیزوں کے جسم انسانی پر مرتب ہونے والے اثرات کو آلات کی مدد سے ناپا جاسکتا ہے، جب موسیقی کیساتھ گانے والے کی دلفریب آواز بھی شامل ہوتی ہے تو موسیقی کے اثرات سننے والوں پر دو چند ہوجاتے ہیں، چونکہ لوگوں کی اکثریت سننے کی کیفیت (Listening Experiene) کو شعوری طور پر کوئی اہمیت نہیں دیتی اس لیے وہ اس کے اثرات سے بے خبر ہوتے ہیں، بے شمار سائنسی تجربات سے پتہ چلتا ہے کہ موسیقی اور گانے بجانے کے اثرات ہمارے جسم اور ذہن دونوں پر مرتب ہوتے ہیں، موسیقی سے انسانی جسم کے متاثر ہونے کی ایک وجہ ہمارے جسم کی اپنی موزونیت (Body Rhythms) بھی ہوسکتی ہے، انسانی دل ایک منٹ میں ۷۰ سے ۸۰ مرتبہ دھڑکتا ہے، دلچسپ بات یہ کہ اکثر مغربی میوزک کی رفتار (Tempo) بھی یہی ہوتی ہے، موسیقار راجر سیشنز (Roger Sessions) کے مطابق موسیقی دراصل وقت کے دھارے میں آواز کی باضابطہ حرکت کا نام ہے، اس تعریف کی تشریح مغربی ماہر نفسیات اور موسیقار این روزن فیلڈ Anne Rosenfeld بیان کرتی ہے:

> "موسیقی میں نظم و ضبط کا تصور بہت اہم ہے، موسیقی کبھی بھی بے ہنگم آوازوں کا نام نہیں ہے۔ موسیقی دراصل نہایت منظّم آوازوں کا مرکب ہوتی ہے جنہیں اکثر اوقات سخت منطقی اصولوں کے تحت ترتیب دیا جاتا ہے۔"۱۳

پس موسیقی ایک قوت ہے جس کے اثرات اس کے سننے والوں پر مرتب ہوتے ہیں، یہ ایک معصوم تفریح نہیں ہے۔ موسیقی دراصل نپی تلی اور منظّم آوازوں پر مشتمل ہوتی ہے جیساکہ ماہر نفسیات ڈاکٹر روزن فیلڈ نے بیان کیا ہے۔ موسیقی سننے کے ہمارے جسم اور کردار پر انتہائی دوررَس اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن اور حدیث کی تعلیمات میں موسیقی اور گانے بجانے کے مسئلے پر خاص طور پر روشنی ڈالی گئی ہے مگر ہم نے اس باب میں زیادہ توجہ موسیقی کے انسانی جسم اور دماغ پر مرتب ہونے والے اثرات پر جدید سائنسی تحقیقات کے تناظر پر مرکوز کی ہے۔

موسیقی کا سب سے پہلا حملہ ذہین پر ہوتا ہے جس کی وجہ سے انسان جذباتی ہوجاتا ہے اور ہر وقت جزبات کا شکار ہوتا ہے، ماضی میں سائنسدان یہ سمجھتے تھے کہ عقل (Reason) اور جذبات (Emotions) کا آپس میں کوئی تعلق نہیں، لیکن یہ نقطہ نظر اب بدل رہا ہے، ماہر نفسیات جے ٹی کا سیوپو (J.T.Cacioppo) اور ڈبلیو ایل گارڈنر (W.L Gardner) کے مطابق:

> "اب یہ ثابت ہوچکا ہے کہ ہمارے جذبات، ہماری سوچنے سمجھنے کی صلاحیت کے مقابلے میں کہیں زیادہ تیز رفتار ہوتے ہیں اور اپنی تیزی کی وجہ سے وہ دماغ کی پرکھنے کی صلاحیت کو اغواء کرنے کی طاقت رکھتے ہیں جسے (Emotional Hijack) کہا جاسکتا ہے۔"۱۴

انٹونیو ڈیماسیو (Antonio Damasio Dr) جو کہ یونیورسٹی آف آئیوا (University of Iowa) امریکہ، میں نیورالوجی ڈپارٹمنٹ کا انچارج ہے اور انسانی دماغ پر تحقیق کے میدان میں ایک گراں قدر نام ہے، نے حال ہی میں نفسیات کے روایتی نظریئے کو اپنی کتاب (Descartes Error: Emotion, Reason and the human Brain) میں چیلنج کیا ہے کہ علم نفسیات کا عقل کو جذبات سے علیحدہ رکھنا غلط ہے کیونکہ جذبات دراصل انسان کے عقل سے کیے گئے فیصلوں میں بنیادی کردار ادا کرتے ہیں۔ ان کے مطابق عقل سے کیے گئے فیصلے صرف منطقی سوچ کا نتیجہ نہیں ہوتے بلکہ ان پر انسانی جذبات کی بھی گہری چھاپ ہوتی ہے۔۱۵

بعض سائنسی تحقیقات سے اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ موسیقی سنتے ہوئے لوگوں پر جذباتی کیفیت طاری ہوتی ہے، مثلاً مغربی محقق اے پائک (A. Pike) کی موسیقی سننے کے تجربے پر کی گئی تحقیق جو (Journal of Reasearch In Music Education) کے ۱۹۹۲ء کے شمارے میں چھپی جو کہ بہت سے لوگوں پر کی گئی تھی جنھوں نے مختلف قسم کی موسیقی اور گانے سنے۔ اس تحقیق کے نتائج سے یہ پتہ چلا کہ:

"۹۶ فیصد سامعین کو لذت کا احساس ہوا، ۸۳ فیصد موسیقی کیساتھ وحدت کا احساس ہوا، ۷۲ فیصد کو اپنے مزاج (Mood) میں تبدیلی محسوس ہوئی اور ۶۵ فیصد کو جسم میں حرکت کا احساس ہوا۔ اس ریسرچ نے اس بات کا ثبوت فراہم کیا کہ موسیقی سامعین کے جذبات پر اثرانداز ہوتی ہے۔"۱۶

سائنسدانوں نے یہ بھی ثابت کیا ہے کہ موسیقی کا اثر انسان کے کردار و عمل پر ظاہر ہوتا ہے۔ مثلاً ۱۹۹۱ء میں دو مختلف تحقیقات یونیورسٹی آف کیل (University of Keele) برطانیہ کے جان اے سلوبوڈا (Johm A. Sloboda) اور کینیڈا کے سائنسدان گیبریئلسن (Gabrielsson) نے اپنی تجربہ گاہوں میں کیں۔ ان تجربات میں یہ ثابت کیا گیا کہ موسیقی کی کئی اقسام کو سن کر لوگ رونے لگ جاتے ہیں۔۱۷

علاوہ ازیں چہرے کے پٹھوں پر بجلی کے الیکٹروڈ لگا کر 'EMG (Facial Electromyography)' سے سائنسدانوں نے یہ بھی ثابت کیا کہ موسیقی سنتے ہوئے لوگوں کے چہرے کے تاثرات بدل جاتے ہیں جبکہ انہیں اس بات کا احساس تک نہیں ہوتا۔ اسی طرح تین مغربی محققین نائیکلیسیک (Nyklicek)، تھییر (Theyer) اور وین ڈورنین (Van Doornen) نے ایک تحقیق میں جو 'Journal of Psychophysiology' کے ۱۹۹۷ء کے شمارے میں چھپی، اس بات کا ثبوت فراہم کیا کہ موسیقی سننے والوں پر موسیقی کی مختلف اقسام (مثلاً خوشی، غم، غصہ یا آرام بخش) کے مطابق دل اور سانس پر اثرات (Cardio respiratory effects) مرتب ہوتے ہیں مثلاً دل کی دھڑکن کا تیز یا آہستہ ہونا، سانس کی رفتار کا تیز یا آہستہ ہونا، نبض کی رفتار بدلنا وغیرہ۔۱۸

جسم انسانی پر موسیقی کے اثرات پر بحث کرتے ہوئے امریکی کی پنسلوینیا سٹیٹ یونیورسٹی (Pennsylvania State University) کی ماہر نفسیات جولین تھییر (Julian Thyer) کے مطابق مختلف آوازوں کی آمیزش کی وجہ سے موسیقی میں فطرتاً اثر انداز ہونے کی خاصیت ہوتی ہے۔۱۹

اس تمام بحث سے یہ پتہ چلتا ہے کہ موسیقی اور انسانی جذبات میں گہرا تعلق ہے۔ اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ موسیقی دماغ کے اس حصے (Limbic Region) پر اثرانداز ہوتی ہے جو ہمارے جذبات کو کنٹرول کرتا ہے۔

موسیقی کے انسانی جسم پر طبّی اثرات:

بعض تحقیقات میں جسم انسانی میں موسیقی سے پیدا ہونے والی ایک خاص رد عمل کی کیفیت پر روشنی ڈالی گئی ہے جس کو Thrill کہتے ہیں یعنی کسی شدید خوشی یا جذباتی حالت کی وجہ سے جسم میں ہیجان کی لہریا "جھرجھری" پیدا ہونا، موسیقی سے جسم میں اس طرح کا رد عمل پیدا ہونا ایک عام بات ہے جو تحقیقات سے پتہ چلا ہے۔ اس طرح کی ایک سائنسی ریسرچ امریکی ریاست کیلیفورنیا کی سٹینفورڈ یونیورسٹی (Stanford University) کے سائنسدان ڈاکٹر آورام گولڈ سٹائن (Dr Avram Goldstein) نے کیا۔ چونکہ موسیقی ہمارے جذبات پر اثرانداز ہوتی ہے، اس لیے ڈاکٹر آورام نے انسانی جسم میں پیدا ہونیوالی جھرجھری یا ہیجان کی لہر جو انسان کی کمر سے پورے جسم میں پھیل جاتی ہے (Spine Tingling Chill) یا جذبات کے جوش سے دم رکنا (Lump in the throat) وغیرہ پر تحقیق کی کہ آیا یہ کیفیات اپنے سامعین میں موسیقی پیدا کرسکتی ہے یا نہیں؟

ڈاکٹر اورام نے یہ دریافت کیا کہ اس تحقیق میں شامل سامعین میں سے ۹۶ فیصد نے کہا کہ انہیں موسیقی کی وجہ سے جسم میں Thrills محسوس ہوئے جبکہ صرف ۳۶ فیصد نے ورزش کی وجہ سے ۵۷ فیصد نے کوئی سوال حل کرنے کی خوشی میں یا ۷۰ فیصد نے جنسی عمل کی وجہ سے Thrills کو جسم میں محسوس کیا، مزید برآں، رضاکاروں پر کسی ناول یا خوبصورت تصویر کے نظارے کے مقابلے میں موسیقی جسم کو بیدار کرنے میں کئی گنا زیادہ کارگر ثابت ہوئی۔۲۰۔ علامہ اقبالؒ نے موسیقی کی اِسی صفت کے متعلق فرمایا تھا:

چشمِ آدم سے چھپاتے ہیں مقامات بلند ۔۔۔ کرتے ہیں روح کو خوابیدہ جسم کو بیدار۲۱

پس اس تحقیق میں شامل ۲۵۰ رضاکاروں میں سے سب سے زیادہ Thrills موسیقی سننے والے رضاکاروں نے محسوس کیں۔ Thrill دراصل جسم میں ہیجان یا ٹھنڈک کی لہر یا جھرجھری کا احساس ہونا ہے جو گردن کے پیچھے سے شروع ہوتا ہے اور چہرے اور سر کے اوپر کے حصے تک جاتا ہے اور ساتھ ہی جسم کے باقی حصوں میں پھیل جاتا ہے۔ ڈاکٹر آورام کے مطابق موسیقی سے پیدا ہونے والی Thrills میں مردوں اور عورتوں میں کوئی فرق نہیں پایا گیا۔

جنسی ہیجان (زنا) اور موسیقی

جنسی ہجان کو ابھارنے اور اسے برانگیختہ کرنے میں موسیقی کا ایک خاص کردار ہے، جنسی ہجان سے بچنے کے لئے قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے ایک بہترین اصول اور ضابطہ نقل فرمایا ہے، چنانچہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

"وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰى إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَّسَاءَ سَبِيلًا "۲۲

"تم زنا کے نزدیک بھی مت جاؤ کیونکہ وہ بڑی بے حیائی ہے اور بہت ہی بری راہ ہے۔"

اس قاعدے کا منشاء یہ ہے کہ جس طرح زنا بے حیائی کا سبب ہے اور حرام ہے، اسی طرح ہر وہ فعل جو زناکاری کا سبب بنے حرام ہو گا مثلاً کسی غیر محرم عورت کو دیکھنا، خلوت میں اس سے کلام کرنا، عورت کا بے پردہ ہو باہر نکلنا، عورت کے گانے سننا ... یہ سب راستے زناکاری کا پیش خیمہ ہیں، ان تمام امور سے آپ ﷺ نے سختی سے منع فرمایا، گویا جو شخص عورتوں کے گانے سنتا ہے، ایک طرف تو یہ اس کے کانوں کا زنا لکھا جاتا ہے دوسری طرف حقیقی زنا کا سبب بنتا ہے، دل اور آنکھ کے زنا کے بارے میں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

" عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: مَا رَأَيْتُ شَيْئًا أَشْبَهَ بِاللَّمَمِ مِمَّا قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنَّ اللهَ كَتَبَ عَلَى ابْنِ آدَمَ حَظَّهُ مِنَ الزِّنَا، أَدْرَكَ ذَلِكَ لَا مَحَالَةَ، فَزِنَا الْعَيْنِ النَّظَرُ، وَزِنَا اللِّسَانِ الْمَنْطِقُ، وَالنَّفْسُ تَمَنَّى وَتَشْتَهِي، وَالْفَرْجُ يُصَدِّقُ ذَلِكَ كُلَّهُ وَيُكَذِّبُهُ"۲۳

"نبی ﷺ نے فرمایا اللہ نے ہر ابن آدم پر زنا کا کچھ نہ کچھ حصہ لکھ دیا ہے، جو اسے لازمی ملوّث کرے گا، چنانچہ آنکھ کا زنا دیکھنے سے ہوتا ہے، زبان کا زنا بولنے سے ہوتا ہے، دل کا زنا تمنا اور چاہت کرنے سے ہوتا ہے، اور شرمگاہ ان تمام کی تصدیق یا تکذیب کرتی ہے"

جبکہ موسیقی حقیقی زنا کا سبب بننے کا بھی ایک اہم عنصر ہے، مغربی سائنسدان چارلس ڈارون نے ۱۸۷۱ء میں طبع ہونے والی اپنی کتاب " The Descent of Man and Selection in Relation to sex" میں یہ انکشاف کیا تھا کہ:

" جنسی خواہشات کو ابھارنے میں موسیقی کا کردار اس لیے اہم ہے کہ موسیقی کے ذریعے جنس مالف کو اپنی طرف متوجہ کیا جاتا ہے۔"۲۴

یہ بات بیان کرنے کی حاجت نہیں کہ مشرق اور مغرب میں موسیقی اور گانے بجانے کا مرکزی موضوع عام طور پر جنس مخالف اور عشق بازی ہوتا ہے، دنیا کے اکثر رقص (Dances) اپنے اندر جنسی عنصر رکھتے ہیں، دنیا کے کئی قدیم جاہلی معاشروں (Preliterate Cultures) میں موسیقی اور رقص کا زندگی کے شریک سفر کے انتخاب سے گہرا تعلق ہوتا تھا، یہ چیز جانوروں میں کورٹ شپ (Courtship) کے دوران رقص سے مشابہہ ہے، مثلاً: مور (Peacock) مادہ مورنی (Peahen) کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے لیے اپنے خوبصورت پر پھیلا کر ناچتا ہے، یہی نہیں بلکہ مور ناچنے کے دوران آوازیں بھی نکالتا ہے۔ (گویا کہ وہ گانا گا رہا ہو)۲۵

موسیقی اور رقص کا عوام میں عام ہونا بلکہ لوگوں کو گانے بجانے سے نشے کی حد تک دلچسپی ہونا دراصل اس لیے ہوتی ہے کیونکہ یہ چیزیں ان لوگوں کے سفلی جذبات کو اپیل کرتی ہیں، یونانی فلسفی افلاطون (Plato) نے ایک مرتبہ کہا تھا:

"Rhythm and melody, accompanied by dance are the barbarous expression of the soul۲۶"

" موسیقی کا ترنم اور سوز رقص کے ہمراہ دراصل انسانی روح کا وحشیانہ اظہار ہیں۔"

افلاطون نے اپنی کتاب "Republic" میں اس بات کا پرزور اظہار کیا تھا کہ عوامی میوزک کو سختی سے سنسر کیا جائے، افلاطون نے اپنی کتاب میں اس خدشے کا اظہار کیا تھا کہ ملک کے شہری برے گانوں اور موسیقی کی وجہ سے گمراہ ہو جائیں گے۔ ان کے اخلاق تباہ ہو جائیں گے اور وہ برے کاموں میں ملوث ہو جائیں گے، موسیقی کی روح کو اس سے بھی زیادہ بہتر الفاظ میں مشہور ولی اللہ شیخ فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا تھا:

"الغناء رقية الزنا"۲۷

"گانا بجانا دراصل زنا کا ابتدائیہ ہوتا ہے"

علاوہ ازیں، اس حقیقت سے بھی انکار مشکل ہے کہ نوجوان Teenagers پر عام لوگوں کی نسبت موسیقی زیادہ زہرآلود اثرات مرتب کرتی ہے، امریکہ کے بچوں کے دو ڈاکٹرز الزبتھ براؤن اور ولیم ہینڈی کے مطابق:

"جب لڑکے اور لڑکیاں بلوغت کی عمر کو پہنچتے ہیں تو وہ موسیقی اور گانوں کے مروجہ پیغامات سے رہنمائی حاصل کرتے ہیں۔"۲۸

۱۹۸۹ء میں امریکی میڈیکل جریدے "The Journal of American Medical Association" کے ایک تحقیقی مقالے میں وہ لکھتے ہیں:

"نوجوانوں کیلئے موسیقی کئی لحاظ سے اہم ہے، مثلاً: نوجوانوں کے سوسائٹی کی اجتماعی زندگی میں شامل ہونے میں موسیقی اہم کردار ادا کرتی ہے، جیسے جیسے نوجوان خودمختار ہوتے ہیں وہ زندگی کے شہوانی پہلوؤں Sexual Life Styles کے متعلق معلومات کے حصول کیلئے موسیقی اور گانوں کا رخ کرتے ہیں اور یہ ایسے معاملات ہوتے ہیں جن پر گھر اور اسکول دونوں جگہوں پر ممانعت ہوتی ہے۔"۲۹

اسلامی تعلیمات میں بھی موسیقی اور زنا میں گہرا تعلق ہے، جیسا کہ حدیث میں بیان ہوا ہے:

"لَيَكُونَنَّ مِنْ أُمَّتِي أَقْوَامٌ يَسْتَحِلُّونَ الحِرَ وَالحَرِيرَ وَالخَمْرَ وَالمَعَازِفَ"۳۰

"عنقریب میری امت میں ایسے لوگ ہوں گے جو شراب پئیں گے حلال سمجھ کر اسی طرح ریشم اور گانے کے آلات۔"

گانا بجانا بدکاری کیلئے سیڑھی کا کام کرتا ہے، موسیقی اور گانا بجانا دراصل ایک انسان کے سفلی جذبات کو اتنا بھڑکا دیتے ہیں کہ اس کا انجام بدکاری پر منتج ہوتا ہے، اکثر گانوں میں شادی سے پہلے کی محبت Premarital Love کو سوسائٹی میں مروج عام بات کے طور پر دکھایا جاتا ہے، علامہ عبدالرحمٰن ابن جوزی اپنی کتاب "تلبیس ابلیس" میں اس موضوع پر لکھتے ہیں:

"گانے میں دو مضرتیں جمع ہو جاتی ہیں، ایک طرف یہ انسان کو خدا کی یاد سے غافل کرتا ہے اور دوسری طرف یہ دل کو مادی لذتوں کے حصول کی طرف ابھارتا ہے اور یہ ایک مانی ہوئی بات ہے کہ مادی لذتوں میں سب سے شدید مرد اور زن کے تعلق کی لذت ہے۔ تاہم یہ لذت اس وقت تک مکمل نہیں ہوتی جب تک اس میں مسلسل جدت نہ ہو اور یہ واضح ہے کہ اس طرح کی جدت کا حصول حلال طریقے سے ممکن نہیں، اس لیے موسیقی اور گانا انسان کو زناکاری کی طرف اکساتے ہیں۔ غناء (گانا بجانا) اور زنا میں گہرا تعلق ہے، غناء روح کیلئے فتنہ ہے اور زنا جسم کیلئے لذت اور فتنہ ہے۔"۳۱

مشہور امریکی ماہر نفسیات سکاٹ پیک (Scott Peck) بھی اسی نظریئے کو اپنی کتاب The Roadless Travelled میں بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

"مادی لذتوں (بالخصوص تعلق مرد و زن) میں لطف اس وقت ہوتا ہے جب ان میں جدت (Novelty) موجود ہو۔"۳۲

موسیقی اور گانا لوگوں کو اِسی جدت کے حصول پر ابھارتے ہیں، امریکہ کے ایک مؤقر میڈیکل جریدے Postgraduate Medicine میں ایک تحقیق پیش کرنے کے بعد یہ خلاصہ پیش کیا گیا:

"دلائل و شواہد سے یہ پتہ چلتا ہے کہ پاپ میوزک اپنے سننے والوں میں منشیات کا استعمال، جنسی بے راہ روی اور تشدد کے رجحانات کی آبیاری اور افزائش کرتا ہے۔"۳۳

نوجوانوں میں بلوغت کا دور پہلے ہی بہت ذہنی دباؤ کا دور ہوتا ہے، نوجوان لڑکوں لڑکیوں کے جسموں میں حیاتیاتی تبدیلیاں رونما ہو رہی ہوتی ہے، جنسی ہارمونز کی مقدار جسم میں بڑھ جاتی ہے۔ مثلاً مردانہ ہارمون ٹیسٹوسٹیرون Testosterone ایسے دور میں موسیقی اور گانے جن میں جنسی پیغامات اور رجحانات ہوں وہ جلتی پر تیل کا کام دیتے ہیں۔ اگر ہم گانوں کے نفس مضمون Subject Matter پر غور کریں تو چاہے وہ مغربی غیر مسلم ممالک کے گیت ہوں یا مسلمان ممالک کے گانے، سب کا موضوع ایک ہی ہوتا ہے یعنی شادی سے پہلے محبت یا آزادنہ محبت علاوہ دوسرے گناہ کے کاموں کی ترغیب کے۔

۱۹۸۵ء میں Journal of Broadcasting & Electronic Media میں ایک تحقیق چھپی جس میں ڈاکٹر بیکسٹر (R.L Baxter) اور معاون سائنسدانوں نے میوزک ویڈیوز میں پائے جانے والے مواد (Content) کا تجزیہ کیا اور یہ نتیجہ نکالا کہ ان میں سے تقریباً ۶۰ فیصد میں جنسی جذبات و احساسات کا اظہار دکھایا جاتا ہے اور کچھ میوزک ویڈیوز میں تو جذبات کو بھڑکانے والے کپڑے اور فحش حرکات بھی دکھائی جاتی ہیں۔ ۳۴

اسی طرح ایک دوسری تحقیق امریکن جرنل آف پبلک ہیلتھ میں چھپی، محقق آر ایچ ڈیورنٹ RH Durant اور معاون سائنسدانوں نے تین میوزک چینلوں CMT MTV اور VHL سے نشر ہونے والی ۵۱۸ میوزک ویڈیوز کا تجزیہ کیا کہ ان میں شراب اور تمباکو نوشی کا استعمال کتنا دکھایا جاتا ہے، اس ریسرچ میں ایک حیران کن دریافت انہوں نے یہ کی کہ شراب کا استعمال اُن میوزک ویڈیوز میں زیادہ تھا جن میں جنسی بے راہ روی بھی دکھائی گئی تھی۔ بہ نسبت ان میوزک ویڈیوز کے جن میں ایسا مواد نہ تھا۔ ۳۵

اس تحقیق سے بھی ہمیں پتہ چلتا ہے کہ جنسی بے راہ روی، منشیات اور موسیقی کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ جیساکہ حدیث نبوی ﷺ میں بیان ہوا ہے۔ حال ہی میں ایک تحقیق میں چھ مختلف قسم کے میڈیا کا نوجوانوں پر اثرات اور نتائج مرتب کرنے کے اعتبار سے تجزیہ کیا گیا۔ میڈیا کی مختلف اقسام میں فلمیں، ٹی وی شوز، اخبارات، میگزین اور پاپ میوزک شامل تھے۔ عمرانی سائنسدان پارڈون Pardun اور معاونین نے اس ریسرچ میں دیکھا کہ فحاشی کے اور عریانی کا مواد سب سے زیادہ پاپ میوزک کے میڈیم میں پایا گیا۔ ۳۵

قلب اور نفس پر موسیقی کے اثرات:

قلب انسانی تمام امور کی آماجگاہ ہے اس میں جوکچھ سماجائے وہی اس کا معدن وماوی رہتا ہے، اگر خیر جائے گا تو خیر برآمد ہوگا اور اگر شر جائیگا تو شر برآمد ہوگا، دل پر اثر انداز ہونے کے اعتبار سے دنیا میں دو چیزوں کو خاص اہمیت حاصل ہے پہلی چیز ذکر اللہ یعنی قرآن کی تلاوت دوسری چیز موسیقی ہے، ذکر اللہ اور قرآن کی تاثیر بیان کرتے ہوئے ارشادِ باری ہے:

"إِنَّمَا الْمُؤْمِنونَ الَّذينَ إِذا ذُكِرَ اللهُ وَجِلَت قُلوبُهُم وَإِذا تُلِيَت عَلَيهِم ءايٰتُهُ زادَتهُم إيمانًا۔" ۳۶

"پس ایمان والے تو ایسے ہوتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کا ذکر آتا ہے تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں اور جب آیات ان کو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو وہ ان کے ایمان کو اور زیادہ کردیتی ہیں۔"

جب کہ کبھی تو ذکر الٰہی سننے سے ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"وَإِذا سَمِعوا ما أُنزِلَ إِلَى الرَّسولِ تَرىٰ أَعيُنَهُم تَفيضُ مِنَ الدَّمعِ۔" ۳۷

"اور جب وہ رسول کی طرف نازل کردہ کتاب کو سنتے ہیں تو آپ ان کی آنکھیں آنسوؤں سے بہتی ہوئی دیکھتے ہیں"

ایک اور مقام پر ارشاد ہے کہ قرآن پڑھنے سے متقین کے جسم کانپتے اور جسم ودل ذکر الٰہی کی طرف جھک جاتے ہیں:

"اللهُ نَزَّلَ أَحسَنَ الحَديثِ كِتٰبًا مُتَشٰبِهًا مَثانِيَ تَقشَعِرُّ مِنهُ جُلودُ الَّذينَ يَخشَونَ رَبَّهُم ثُمَّ تَلينُ جُلودُهُم وَقُلوبُهُم إِلىٰ ذِكرِ اللهِ ذٰلِكَ هُدَى اللهِ يَهدى بِهِ مَن يَشاءُ وَمَن يُضلِلِ اللهُ فَما لَهُ مِن هادٍ۔" ۳۸

"اللہ تعالیٰ نے بہترین کلام نازل کیا ہے جو ایسی کتاب ہے کہ آپس میں ملتی جلتی اور بار بار دہرائی جانے والی آیتوں پر مشتمل ہے، جس سے ان لوگوں کے جسم کانپ اُٹھتے ہیں جو اپنے ربّ کا خوف رکھتے ہیں،اور ان کے جسم اور دل اللہ تعالیٰ کے ذکر کی طرف جھکتے ہیں۔"

جبکہ دوسری طرف موسیقی دل کو ویران کرکے چھوڑ جاتا ہے، موسیقی کے سبب دل زنگ آلود ہو کر اللہ کی یاد سے دور ہو جاتے ہیں، بے حیائی، نفاق اور دیوثی کو فروغ ملتا ہے، شہوانی وحیوانی جذبات بھڑکتے ہیں، ڈاکہ، چوری، فساد، اغوا، قتل وغارت گھناؤنے جرائم جنم لیتے ہیں، جیسے آج معاشرہ ان قباحتوں میں پھنس چکا ہے، وہ بچیاں جو والدین کی اطاعت گزار ہوتیں تھیں آج ایسے ہی فلمی گانے سن سن کر من پسند آشناؤں کے ساتھ بھاگ رہی ہیں اور عدالتوں میں حاضر ہو کر والدین کی بجائے آشناؤں کے ساتھ جانے کو ترجیح دیتی ہیں، اگر موسیقی کی یہی عروج رہی تو آنے والی نسل پر اور بھی منفی اثرات پڑتے رہنگے، یہی وجہ ہے کہ آج کل ہم دیکھ رہے ہیں کہ خالد بن ولیدؓ، محمد بن قاسمؒ، طارق بن زیادؒ جیسے غیور سپوت ناپید ہیں اور عام بچیاں عائشہؓ اور فاطمہ الزہرہؓ جیسی عفت مآب خواتین کو اپنے لئے نمونہ بنانے کی بجائے نور جہاں، امّ کلثوم، لتا، عنایت حسین بھٹی اور ابرار الحق جیسے فنکاروں، اداکاروں، گلوکاروں کے تذکرے فخر سے کرتی ہیں۔

موسیقی اور منافقت:

یہاں اس بحث میں دو باتوں کا تذکرہ نہایت اہم ہے، پہلی بات یہ کہ اسلامی تعلیمات کے حوالے سے موسیقی اور نفاق کا کیا تعلق ہے؟ یعنی کیا حقیقت میں موسیقی سے منافقت پیدا ہو جاتی ہے؟ دوسری بات یا دوسرا مسئلہ جو پہلے سے اہم ہے وہ کچھ فلسفیانہ نوعیت کی ہے وہ یہ کہ موسیقی سے منافقت کیوں کر پیدا ہوتی ہے؟ بالفاظ دیگر موسیقی کے ساتھ منافقت کا کیا تعلق ہے؟

جہاں تک بات ہے پہلے مسئلے یا پہلے سوال کا تو اس حوالے سے اسلامی تعلیمات یہ ہے کہ جی ہاں موسیقی سے منافقت پیدا ہو جاتی ہے چنانچہ ابن قیم جوزیؒ اپنی تالیف لطیف "اغاثۃ اللھفان" میں صحابی رسول حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا قول نقل کرکے فرماتے ہیں کہ:

"الغناء ینبت النفاق فی القلب۔" ۳۹

"یعنی گانا بجانا دل میں منافقت کا بیج بوتا ہے۔"

ابن جوزیؒ تلبیس ابلیس میں حضرت عمر بن عبدالعزیز کا قول نقل کرکے فرماتے ہیں:

"راگ، گانا دل میں نفاق پیدا کرتا ہے۔" ۴۰

امام احمد بن حنبلؒ سے جب اسلام میں موسیقی کے مقام کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے جواب دیا:

"موسیقی دل میں منافقت پیدا کرتی ہے اور یہ مجھے پسند نہیں۔" ۴۱

اب دوسرے سوال پر بھی مختصراً بحث کرتے ہے کہ گانے اور موسیقی سے دل میں نفاق کیوں پیدا ہوتی ہے؟

درحقیقت گانے بجانے اور منافقت میں ایک نہایت لطیف تعلق پایا جاتا ہے، اس میں شک نہیں کہ منافقت اور زناکاری دونوں ایک بیمار دل کی نشانیاں ہیں، قرآن میں ہم دیکھیں گے کہ سورۃ النور میں زنا کی حد اور ستر وحجاب کے احکام کے فوراً بعد نفاق اور منافقین کی خصوصیات بیان کی گئی ہیں، اسی طرح سورۃ الاحزاب میں حجاب کے احکامات کے ساتھ ساتھ منافقین کا موضوع بھی بیان ہوا ہے، یہ تو واضح ہے کہ گانا بجانا زنا کی طرف پہلی سیڑھی ہے، اسی لیے عبداللہ بن مسعودؓ نے گانے بجانے اور منافقت کا تعلق بیان کیا ہے، اس کا ایک عام فہم اور مختصر اندازہ اس سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ آج ہم مسلمان گلوکاروں کی منافقت کا اندازہ ان کے اخباری بیانات سے کر سکتے ہیں جن میں اگر وہ اپنی موسیقی کی البمز (Music albums) کی کامیاب فروخت یا ایوارڈز پر خدا کا شکر ادا کر رہے ہوتے ہیں، وہ اس بات کو نہیں دیکھتے کہ بندہ دو آقاؤں کی ایک ساتھ خدمت نہیں کر سکتا، وہ یہ نہیں کر سکتے کہ شیطان کیساتھ ناچ بھی کریں اور رحمٰن کی حمد وثناء بھی کریں، قرآن میں سورۃ البقرہ میں منافقین کی خصوصیات ان الفاظ میں بیان ہوئی ہیں:

"وَمِنَ النَّاسِ مَنۡ يَّقُوۡلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالۡيَوۡمِ الۡاٰخِرِ وَمَا هُمۡ بِمُؤۡمِنِيۡنَ" ۴۲

"بعض لوگ (منافقین) ایسے ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان لائے، حالانکہ درحقیقت وہ مومن نہیں ہیں۔"

وہ اللہ اور ایمان لانے والوں کیساتھ دھوکہ بازی کر رہے ہیں مگر دراصل وہ خود اپنے آپ ہی کو دھوکے میں ڈال رہے ہیں اور انہیں اس کا شعور نہیں ہے، ان کے دلوں میں ایک بیماری ہے، مشہور عالم اسلام علامہ ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب "اغاثۃ اللھفان" میں گانے بجانے اور منافقت کے دیگر پہلوؤں پر ان الفاظ میں روشنی ڈالتے ہیں:

> "ہمیں یہ جان لینا چاہیے کہ گانے میں ایسی خصوصیات ہوتی ہیں جو دل میں منافقت پیدا کرتی ہیں جس طرح پانی سبزے کو اگاتا ہے۔ اس کی خصوصیات میں سے ایک خصوصیت یہ ہے کہ گانا بجانا دل کو غافل کرتا ہے اور دل کو قرآن پر تفکر و تدبر کرنے سے روکتا ہے۔ یہ اس لئے کہ قرآن اور گانا بجانا ایک دل میں موجود نہیں ہو سکتے کیونکہ یہ دونوں ایک دوسرے کی ضد ہیں، قرآن فضول کاموں سے روکتا ہے اور انسانی جذبات کو روکنے کا حکم دیتا ہے اور گناہوں سے اجتناب کا درس دیتا ہے، گانا اس کے برعکس ان خوبیوں کے خلاف باتوں پر اکساتا ہے، نفس کو برائی پر ابھارتا ہے اور شہوانی جذبات کو انگیختہ کرتا ہے، مزید برآں، منافقت کی بنیاد جھوٹ پر ہوتی ہے اور گانوں میں بہت سے جھوٹے بول اور کلمات موجود ہوتے ہیں، گانوں میں جو قبیح افعال ہوتے ہیں انہیں خوبصورت الفاظ کا لبادہ پہنا کر ان کی طرف مائل کیا جاتا ہے۔ یہی چیز منافقت کی جان ہوتی ہے۔ موسیقی کے رسیا شخص کیلئے بالخصوص قرآن کی تلاوت ایک بوجھ بن جاتا ہے اور اس کے کانوں کو قرآن کی تلاوت سے نہیں بلکہ گانوں سے تسکین ہوتی ہے۔ اگر یہ منافقت نہیں تو پھر آخر کیا ہے؟" ۴۳

منافقانہ رویہ کا ایک عام تجزیہ کچھ یوں بھی پیش کیا جاسکتا ہے کہ آج ہم پاکستان میں دیکھتے ہیں کہ کسی طرح صبح کے وقت ہوٹلوں اور دکانوں والوں نے ٹیپ ریکاڈر پر قاری عبدالباسط کی تلاوت (بالخصوص سورۃ الرحمٰن) لگائی ہوتی ہے اور پھر پورے دن انڈین اور پاکستانی گانے اونچی آواز میں لگاتے ہیں۔ پھر رات کو وہ "فرمان الٰہی" سے اپنے دن کا اختتام نہایت اطمینان قلب کیساتھ کرتے ہیں۔ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے منافقوں کے متعلق فرمایا تھا:

"لَا یَأْمَنُ النِّفَاقَ اِلَّا الْمُنَافِقُ" ۴۴

> "صرف منافق ہی اپنے آپ کو نفاق کی بیماری سے بچا ہوا سمجھتا ہے۔"

یہی حال پاکستان کے بس ڈرائیورز کا ہے، جب لمبے سفر کیلئے بس چلتی ہے تو بس میں پہلے تلاوت قرآن سے آغاز ہوتا ہے، پھر بغیر کسی احساس منافقت یا گناہ کے بس کا ڈرائیور انڈین یا پاکستانی گانے لگا دیتا ہے۔

موسیقی نشہ اور عورت:

موسیقی، نشہ اور عورت بالفاظ دیگر زنا یہ تینوں ایک مثلث کے تین زاوئے ہیں، اس مثلث کی حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے ایک حدیث میں فرمایا:

"لَیَکُونَنَّ مِنْ أُمَّتِي أَقْوَامٌ یَسْتَحِلُّونَ الحِرَ وَالحَرِیرَ وَالخَمْرَ وَالمَعَازِفَ" ۳۰

> "عنقریب میری امت میں ایسے لوگ ہوں گے جو شراب پئیں گے حلال سمجھ کر اسی طرح ریشم اور گانے کے آلات۔"

اس حدیث کی روشنی میں ہم دیکھتے ہیں کہ تین چیزیں جو ایک مثلث کے تین کونے Corners of a triangle سمجھی جاسکتی ہیں وہ ہیں شراب خوری، موسیقی کا سننا اور عورتوں سے ناجائز تعلقات، یہ ایک حقیقت ہے کیونکہ اگر ہم یورپ میں فنون لطیفہ Fine Arts کی تاریخ پر نظر ڈالیں اور ان تصاویر Paintings کو دیکھیں جو یورپین آرٹسٹوں نے فنون لطیفہ کے مختلف ادوار مثلاً : Impressionism, Post impressionism, Romanticism, Realism اور Classicism وغیرہ میں بنائیں ان میں سے اکثر میں ایک قدر مشترک یہ ہے کہ ان میں شراب نوشی، آلات موسیقی اور عورتوں کو ایک ساتھ دکھایا گیا ہے۔ آج بھی امریکہ اور یورپ کے نائٹ کلبوں کے تو کیا کہنے پاکستان کے نائٹ کلبوں میں بھی موسیقی، شراب خوری اور طوائفیں یار قاصائیں Female Dancers ایک ساتھ موجود ہوتے ہیں۔ موسیقی کی دنیا میں 'Rock 'n' Roll' کی اصطلاح بذات خود اپنے اندر فحاشی و عریانی کے معانی رکھتی ہے، ان چیزوں کا آپس میں چولی دامن کا ساتھ ہے، یہی وجہ ہے کہ اسلام میں ہر قسم کی موسیقی منع ہے، چاہے وہ پاپ میوزک ہو یا لوک موسیقی ہو یا مذہبی

موسیقی ہو،اس حدیث مبارک میں موسیقی کو شراب کیساتھ بیان کیاگیاہے، قیاس سے اس کا انطباق منشیات اور ہر نشہ کرنے والی چیز پر ہوتا ہے کیونکہ اسلامی تعلیمات میں ہر نشہ آور چیز "خمر" شراب ہے،ایک حدیث میں ہے کہ:

"کل مسکر خمر و کل خمر حرام "۴۶

"ہر نشہ آور چیز شراب ہے اور ہر شراب حرام ہے۔"

بیشک موسیقی اور منشیات میں گہرا تعلق پایا جاتا ہے، موسیقی بھی اس طرح دماغ کو عارضی طور پر مفلوج اور ہپناٹائز کردیتی ہے جس طرح شراب، افیون، ہیروئن، کوکین وغیرہ (اور کسی حدتک تمباکو نوشی بھی)۔یہ سب چیزیں موسیقی کی طرح دماغ کے ایک ہی حصے (Limbic Region) کو متحرک کرتی ہے،راک میوزک کے عالمی جینئس امریکی گلوکار جمی ہینڈرکس (Jimi Hendrix) نے امریکہ کے life میگزین کے ۱۹۶۹ء کے انٹرویو میں کہا تھا:

"تم میوزک سے لوگوں کو ہپناٹائز (Hypnotize) کر سکتے ہو اور جب تم انہیں ذہنی لحاظ سے کمزور ترین مقام پر پہنچادو تو تم ان کے لاشعور میں وہ باتیں پہنچا سکتے ہو جو تم چاہتے ہو۔"۴۷

بلاشبہ موسیقی اور منشیات کا گہرا تعلق ہے،۱۹۸۶ء میں عمرانی علم نفسیات کے میدان میں رسالہ "Journal of consumer Research" میں ایک تحقیق چھپی جس میں سائنسدان آر ای مل مین (R.E Millman) نے یہ ثابت کیاکہ ریسٹورانٹ میں بیک گراؤنڈ میوزک کے اثرات گاہکوں کے کھانے کے دورانیے اور بل کی رقم پر مرتب ہوتے ہیں۔علاوہ ازیں یہ بھی دیکھاگیاکہ موسیقی کے اثر سے گاہک کھانے کے دوران زیادہ شراب استعمال کرتے جب ہلکی رفتار کی موسیقی (مثلاً کلاسیکل موسیقی) بیک گراؤنڈ میں چلائی جاتی،بہ نسبت تیز رفتار (پاپ میوزک) کے۔۴۸

ماہر علم موسیقی ڈاکٹر ایڈم کنسٹے (Adam Knieste Dr) نے موسیقی کے انسانوں پر اثرات کے حوالے سے لکھا ہے:

"it's a really powerful drug, music can poison you, lift your spirits or make you sick without knowing why۴۹"

"موسیقی بہت طاقتور نشہ آور چیز ہے، موسیقی تیرے اندر زہر گھول سکتی ہے، تمہارے جذبے کو بلند کرسکتی ہے یا تمھیں بغیر کسی وجہ کے بیمار کرسکتی ہے۔"

ماہرین نے موسیقی کو ایسا ذریعہ بتایا ہے جس سے نوجوان نسل شراب، سگریٹ اور منشیات سے روشناس ہوتی ہے،امریکہ کے پاپ میوزک میں شراب کو ہمیشہ مرکزی مقام حاصل رہا ہے اور مسلمان ممالک بشمول پاکستان میں پاپ میوزک امریکہ ہی سے درآمد کیا جاتا ہے،امریکہ میں منشیات کی روک تھام کے ایک ادارے office of national drug control policy کیلئے کی گئی ایک تحقیق میں ڈانلڈ ایف رابرٹس (Donald F Roberts) اور معاون سائنسدان نے ۱۹۹۶ء سے ۱۹۹۷ء کے دوران پیش کیے جانے والے ۱۰۰۰مشہور ترین گانوں کا تجزیہ کیا۔ جنھیں Billboard ریڈیو اینڈ ریکارڈ میگزین اور College Music Journal نے سب سے مشہور گانے قرار دیا گیا تھا۔

خلاصہ کلام یہ کہ موسیقی ایک مخصوص فن کی ایک مخصوص شکل ہے جس میں آواز اور خاموشی کو وقت میں ایسے ترتیب دیا جاتا ہے کہ اُس سے سُر پیدا ہوتا ہے، جبکہ آج کل کے علماو مجتہدین نے موسیقی کی مشہور عام فہم وضاحت یہ بیان فرمائی ہے کہ وہ آواز جسے عرف عام میں گانا سمجھا جاتا ہے، موسیقی کے مشہور اقسام میں لوک موسیقی، کلاسیکی موسیقی، نیم کلاسیکی اور پاپ موسیقی شامل ہیں اور موسیقی کی مذہبی اقسام میں سماع اور قوالی کا شمار ہوتا ہے، اسلامی تعلیمات اور سائنسی تجربات نے ثابت کردیا ہے کہ موسیقی انسانی جسم اور روح دونوں کی غذا نہیں بلکہ ان دونوں کو بہت حد تک بری طرح متاثر کرتی ہے، موسیقی کا سب سے پہلا حملہ ذہن پر ہوتا ہے جس کی وجہ سے ایک عام انسان جذباتی عصیلا اور جھگڑالو بن جاتا ہے، اس سے کان دماغ اور دل کی اپنی اصلی کیفیت بدل جاتی ہے، اسی طرح موسیقی جنسی ہیجان سے ہوتے ہوئے زنا کا سبب بنتا ہے اسی طرح موسیقی سے آدمی نشے کا عادی ہو جاتا ہے کیونکہ حدیث کی رو سے موسیقی، نشہ اور زنا ایک مثلث کے تین زاویے ہیں جو ایک دوسرے کے ساتھ لازم ہے، تحقیقات سے یہ بھی ثابت ہوا کہ موسیقی دل کی حرکت کو بھی بری طرح متاثر کرتی ہے، احادیث کی رُو سے یہ بھی معلوم ہوا کہ موسیقی منافقت کا پیش خیمہ ہے۔

حوالہ جات(References)

۱. حسینی، عبدالحہ، مولانا، نزہۃ الخواطر، (،ادارہ معارف عثمانیہ، دکن، س ن،)۷:۲۶۹

Hosseini, Abdul Hai, Maulana, Nazhat-ul-Khawatir,
.Idara Muarif USmania, Deccan, 7:269

۲. ایضا:۷ :۲۷۰

Ibid

۳. لوئیس معلوف، المنجد، (لاہور، قدوسی کتب خانہ، ۱۹۹۹ء)۷۲۱

Louise Maalouf, Al-Munajjid, Lahore, Qudusi Library, 1999, 721 .

۴. محمد بن یعقوب، القاموس المحیط، (مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۲۰۰۵)، :۱۰۲۹

Muhammad ibn Ya'qub, Al Qamoos Al-Muhait Moasisat, Al-Risalah, .
Beirut, 2005,1029

۵. احمد مختار، دکتور، معجم اللغۃ العربیۃ المعاصرۃ، (بیروت، عالم الکتب، -۲۰۰۸،) ۳:۲۱۳۹

Ahmad Mukhtar, Doctor, Mujam Al Lughat al arbia al muasara , .
Beirut, Aalam Al-Kitab, 2008, 3:2139

۶. بطرس بن جبرائیل، یوسف عواد، مجلۃ لغۃ العرب، (بغداد، وزارۃ الأعلام، مطبعۃ الآداب،) ۴ :۵۶

Butras Ibn Jibraeel, Yousef Awad, Magazine of the Arabic Language,
Baghdad, Ministry of Information, Matba Tul Adab, 4:56

۷. فضل الٰہی، پروفیسر، ڈاکٹر گانے اور موسیقی کی ممانعت، (اسلام آباد، دارالنور، ۲۰۱۵)، ۱۴

Fazal Elahi, Professor, Ganay or Musiqi ki Mumaniat,, Islamabad,
Darul Noor, 2015,:14

۸. اختر علی خان، ذاکر علی خان، نورنگ موسیقی، (اردو سائنس بورڈ، لاہور، ۱۹۹۹ء) ۴

Akhtar Ali Khan, Zakir Ali Khan, Noring Musiqi, Urdu Science Board,
Lahore, 1999, p: 4

۹. ایضا:۶

ibid

۱۰. ایم حبیب خان، کلاسیکی شعرا پر تنقیدی مقالات، (اردو اکیڈمی، لاہور، س ن)، ۴۵

M. Habib Khan, Calcic y Shuara Per Tanqeedi Mqalat, Urdu Academy,
Lahore:45

۱۱. رامپوری، محمد غیاث الدین، غیاث اللغات، (اطلاعات پبلشرز، تہران، س ن)، ۲۳۱

Rampuri, Mohammad Ghias-ud-Din, Ghias-ul-Laghat, Itlaat
Publishers, Tehran, 231

۱۲. لطیف الدین لطیف، مقالہ تاریخ رقص، (مطبوعہ محدث، لاہور، س ن) ۴۲

Latif-ud-Din Latif, Maqla Tareekh Raqs, published by Muhaddith,

Lahore:42

۱۳. گوہر مشتاق،ڈاکٹر، موسیقی اسلام اورجدید سائنس کی روشنی میں ، (اذان سحر پبلی کیشنز،لاہور،۲۰۰۸ء)،۳۱

Gohar Mushtaq,Mousiqi Islam or Jadeed Scince ki Roshni may,
Adhan Sahar Publications, Lahore, 31

14. cacioppo,J,T & Gardner, W.L (1999) 'Emotion' Annual Review of Psychology Vol 50 PP 191-214
15. Damasio, Antonio (1994), Descartes, Emotion Reason and the human Brain, New yark, Quill Publishers
16. Journal of Research in Music Education, 20,:262-267
17. Gabrielsson, A (1991) Canadian Journal of Research In Music Education, Vol 20, Sloboda, John A Psychology of Music,Vol:19,P:110-120
18. Nyklicek, I., Thayer, J.F. & van Doornen, L.J.P. (1997). Journal of Psychophysiology 11:304-321
19. Rosenfeld, Anne H. (Dec. 1985) 'music, the beautiful Disturber' Psychology Today
20. Goldstien, Avram (1980) 'Thrills in Response to Music and other Stimuli' Physiological Psychology,Vol:8,P:126-129

۲۱. محمداقبال،علامہ، بانگ درا(علمی کتب خانہ،لاہور،۱۹۹۵ء،): ۳۴

Muhammad Iqbal, Allama, Bang Dara, Academic Library,
Lahore, 1995,34

۲۲. سورۃالاسراء : ۳۳:۱۷

Al- Asra 33:17

۲۳. بخاری، محمد بن اسماعیل،الصحیح للبخاری،کِتَابُ الِاسْتِئْذَانِ، بَابُ زِنَا الجَوَارِحِ دُونَ الفَرْجِ ح: ۶۲۴۳،(س ن، قدیمی کتب خانہ)،۲ : ۹۲۲

۲۴. چالس ڈارون،The Descent of Man and Selection in Relation to sex لندن۱۸۷۱ء،۱۳۲

25. Loyau, A., Saint Jalme, M., and Cagniant, C. (2005-05-03) Behavioral Ecology and sociobiology 58 (6): 552-557
26. Alan Bloom (1987) the closing of American mind' New York

۲۷. سہروردی، شہاب الدین، شیخ، عوارف المعارف، (بیروت،۱۹۶۶ء)، ۲۴۳

Suhrawardy, Shahab-ud-Din, Sheikh, Encyclopedia of
Knowledge, Beirut, 1966:234

۲۸. گوہر مشتاق،ڈاکٹر، موسیقی اسلام اورجدید سائنس کی روشنی میں ،۳۱

Gohar Mushtaq, Doctor, Musici Islam or Jadeed Science ki
Roshni may ,31

29. Brown, E.F & hendee, W.R (1989) ' Adolescents and their music, insights into the health of adolescents, ' the journal of the American Medical Association 262: 1659-1663

۳۰. بخاری، محمد بن اسماعیل، الصحیح للبخاری، کِتَابُ الاَشْرِبَۃِ، بَابُ مَاجَاءَ فِیمَنْ یَسْتَحِلُّ الخَمْرَ وَیُسَمِّیہِ بِغَیْرِ اسْمِہِ ح: ۵۵۹۰، ۲: ۸۳۷

Bukhari, Muhammad ibn Isma'il, Al-Sahih al-Bukhari, Kitab al-Ashrab, Bab ma jaa fiman yastahal al-khamr wa ismiyyah bigheer asmah H: 5590, 2:837

۳۱. ابن جوزی، عبدالرحمٰن، تلبیس ابلیس، (فیروزاینڈ سنز، لاہور، ۱۹۹۵ء)، ۶۵

Ibn Jozi, Abdul Rahman, Talbis Iblis, Feroz Andensons, Lahore, 1995: 65

32. Peck, M. Scott (1998) The Roadless Travelled. New York, Simon & Schuste

۳۳. گوہر مشتاق، ڈاکٹر، موسیقی اسلام اور جدید سائنس کی روشنی میں، ص:۵۶

Gohar Mushtaq, Doctor, Musici Islam or Jadeed Science, 56

34. Baxter R.L, et al (1985)' A content Analysis of Music Videos' Journal of Broadcasting and Electronic Media Vol 29, PP 333-340

35. Durant RH et al (1997) ' Tobacco and alcohol use behaviors portrayed in music videos: a content analysis, American Journal of Public Health 87, 1131-1135

36. Pardum CJ et al (2005) Mass Commun Soc Vol 8, P 75-91

۳۷. سورۃ الانفال:۸:۳ — Al Anfal 8:3

۳۸. سورۃ المائدۃ:۵:۸۳ — Al Maida 5:83

۳۹. سورۃ الزمر:۳۹:۲۳ — Al Zumar 39:23

۴۰. ابن قیم الجوزیہ، محمد بن ابی بکر، اغاثۃ اللھفان من مصائد الشیطان، (دار البیان، بیروت: ۱۹۹۳ء)، ۱۴۲

Ibn Qayyim al-Jawziyyah, Muhammad ibn Abi Bakr,Ighasat al ,lihfan min msaid alshaitan,142

۴۱. ابن جوزی، عبدالرحمٰن، تلبیس ابلیس، فیروزاینڈ سنز، لاہور، ۱۹۹۵ء، ۲۲۷

Ibn Jozi, Abdul Rahman, Talbis Iblis, Feroz Andensons, Lahore, 1995: 227

۴۲. ایضا:۲۸۰ — Ibid :280

۴۳. سورۃ البقرہ:۲:۸ — Al-Bqara,2:8

۴۴. ابن القیم الجوزیہ، محمد بن ابی بکر، اغاثۃ اللھفان من مصائد الشیطان: ۱۳۰

Ibn Qayyim al-Jawziyyah, Muhammad ibn Abi Bakr,Ighasat al lihfan min msaid alshaitan,142

۴۵. ابن جوزی، عبدالرحمٰن، تلبیس ابلیس، ۲۸۱

, Ibn Jozi, Abdul Rahman, Talbis Iblis,281

۴۶. بخاری، محمد بن اسماعیل، الصحیح للبخاری، کِتَابُ الاَشْرِبَۃِ، بَابُ مَاجَاءَ فِیمَنْ یَسْتَحِلُّ الخَمْرَ وَیُسَمِّیہِ بِغَیْرِ اسْمِہِ ح: ۵۵۹۰، ۲: ۸۳۷

Bukhari, Muhammad ibn Isma'il, Al-Sahih al-Bukhari, Kitab al-Ashrab, Bab ma jaa fiman yastahal al-khamr wa ismiyyah bigheer asmah H: 5590, 2:837

۴۷. قشیری، مسلم بن حجاج، الصحیح لمسلم، کتاب الاشربہ، بَابُ بَيَانِ اِنَّ كُلَّ مُسْكِرٍ خَمْرٌ وَاِنَّ كُلَّ خَمْرٍ حَرَامٌ، ح:۲۰۰۱، (س ن، قدیمی کتب خانہ)، ۲: ۱۲۷

Qushiri, Muslim ibn Hajjaj, Al-Sahih Lam Muslim, Kitab al-Ashrabah, Chapter: I will tell you that every smoker is a smoker, and that every smoker is haraam, H: 2001, Qadeemi Kutub Khana2:127,

48. oct 3, 1969, *Life Magazine ,4*
49. *Millman R.E (1986) 'The influence of Background music on the behavior of restaurant patrons, 'Journal of Consumer Research, Vol 13*

JQSS *(Journal of Quranic and Social Studies)*
2022, 2(1), 46 -56

سرمایہ دارانہ اور سوشلزم کا اسلامی نظام معیشت سے تقابلی جائزہ

A Comparative Analysis of Capitalism and Socialism with Islamic Economics System

Dr. Khair Muhammad Asif Memon
Lecturer, Department of Linguistics & Social Sciences, The Begum Nusrat Bhutto (BNB) Women University Sukkur

Hafiz Rahmatullah Shaikh
Lecturer, Department of Linguistics & Social Sciences, The Begum Nusrat Bhutto (BNB) Women University Sukkur,

Keywords
Islam, guidance, Economic system, Capitalism and Socialism, principles and rules

Abstract: *Islam is a code of conduct that contains guidance on every aspect of life. There is no any part of human life that is not guided by Islam. So there are also Islamic Teachings in the field of Economics. The principles and rules of Islamic Economic system, in contrast to Capitalism and Socialism, are the guarantors of prosperity and development for economic and social life. This research paper discusses these three Economic systems and it also introduces them and their characteristics, and at the same time, this paper touches upon rules and principles and advantages and disadvantages of the above economic theories. This paper asserts that espousing the principles of Islamic economics leads to sound economic and social foundation of a given society, whereas the creeds of Capitalism and Socialism lie at the root of all economic and social evils. The precepts of economics in Islam are essentially divine whereby success can be achieved in this world and the hereafter*

Khair Muhammad Asif Memon and Hafiz Rahmatullah Shaikh (2022). A Comparative Analysis of Capitalism and Socialism with Islamic Economics System, *JQSS* Journal of Quranic and Social Studies, 2(1), 46-56

Corresponding Author: Email: khair.muhammad@bnbwu.edu.pk

Content from this work is copyrighted by *JQSS* which permits restricted commercial use, research uses only, provided the original author and source are credited

تعارف:

کسی بھی قوم وملک کی تعمیر وترقی میں معیشت کو بنیادی حیثیت حاصل ہوتی ہے۔ نظامِ معیشت کسی بھی ملک کے لیے ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے۔ جن ممالک کی معیشت، درآمدی اور برآمدی تجارت اعلیٰ درجے کی ہوتی ہے وہ ممالک دنیا میں خوشحال سمجھے جاتے ہیں۔ ان ممالک کے سکہ کی قدر(Value of Money) بھی عمدہ درجہ کی ہوتی ہے، لیکن جن ممالک کے درآمد یا برآمد میں کوئی توازن نہ ہو یا وہ صرف درآمدہ کرتے ہوں ان ممالک کے خود کی کوئی تجارت نہ ہو ان ممالک کی معیشت انتہائی کمزور ہوتی ہے جس کے باعث بھوک، بدحالی، فاقی کشی، چوری، خیانت اور لوٹ مار وغیرہ جیسی مضر کاروایاں شروع ہو جاتی ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسان ذات پر فضل اور احسان فرما کر نبی آخر الزمان ﷺ کو مبعوث فرمایا۔ جنہوں نے دوسرے بہت سارے علوم اور فنون کی تعلیم دینے کے ساتھ ساتھ معاشیات اور تجارت کی بھی تعلیم دی۔ آپ ﷺ نے کامیاب تجارت کے اصولوں کی تعلیم دینے کے ساتھ ساتھ خود کامیاب اور اعلیٰ پائے کی تجارت کا عملی نمونہ پیش کر کے امت کو اس کی تعلیم ارشاد فرمائی۔ معیشت کو لغت میں اقتصاد بھی کہا جاتا ہے۔ لسان العرب میں ہے:

"**القصد استقامة الطريق قَصَد يَقْصِدُ قصداً فهو قاصِد وقوله تعالى وعلى الله قَصْدُ السبيل أي على الله تبيين الطريق المستقيم**" ()

ترجمہ: قصد کے معنی سیدھے راستے کے ہیں، اسی سے **قَصَد يَقْصِدُ قصداً فهو قاصِد** ہے اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے **وعلى الله قَصْدُ السبيل**ی عنی اللہ تعالیٰ پر درست راستہ کا بیان فرمانا ہے۔

دورِ جدید میں لفظِ اقتصاد سے مالی اور معاشی امور مراد ہوتے ہیں، لہٰذا اصطلاحِ اقتصادیات سے مراد وہ علم ہے جس میں دولت کی تقسیم اور پیدائش سے بحث کی جاتی ہے۔() المعجم الاقتصاد الاسلامی میں علم الاقتصاد کی درج ذیل تعرف بیان کی گئی ہے:

الاقتصاد: علم يبحث في كل يتعلق بالثروة والمال والتكسب والتملك والانفاق والاقتصاد يبحث ايضا في مسائل الانتاج والاستثمار ومسائل الانتفاع والخدمات ومسائل الغنى والفقر۔()

ترجمہ: "علم الاقتصاد ہر اس شے سے بحث کرتا ہے جو دولت، مال ورزق کمانے، مالک ہونے اور خرچ کرنے سے تعلق رکھتی ہے اور علم الاقتصاد پیداوار اور مال بڑھانے، نفع حاصل کرنے کے مسائل، خدمات اور غنا وفقر کے مسائل سے بحث کرتا ہے۔"

Encyclopedia of Social Sciences میں معاشیات کی تعریف اس طرح کی گئی ہے:

"Economics deals with a Social Phenomenon center about the provision for the material needs of an individual and of the organized group."

ترجمہ: "معاشیات کا واسطہ ایسے معاشرتی امر سے پڑتا ہے جو ایک فرد سے کر منتظم گروہ کی مادی ضروریات کی فراہمی پر اپنی توجہ مرکوز رکھتا ہے۔"

علامہ حریریؒ معاشیات کے متعلق فرماتے ہیں کہ "معاشیات سے مراد یہ ہے کہ انسان تجارت اور صنعت کے ذریعے اپنی زندگی کی ضروریات پوری کرے"() آج کل اس کو اقتصاد کو Economics کہا جاتا ہے یہ ایک مستقل علم اور فن کی حیثیت اختیار کر چکا ہے۔ اس کی مختلف تعریفیں کی گئی ہیں، اس کی ایک تعریف یہ ہے کے مال کو ضرورت کے ایام کے لیے باقی رکھنا۔ اس فن کا بنیادی مفہوم یہ ہے کہ کم وسائل کے ہوتے ہوئے زیادہ سے زیادہ ضروریاتِ زندگی کو پورا کرنا۔

ضرورت معاش:

انسان اپنی صلاحیت اور ذوق کے لحاظ سے ذریعہ معاش اختیار کرتا ہے اور انسان حصولِ رزق تجارت، زراعت، صنعت، ملازمت وغیرہ کے ذریعے سے حاصل کرتا ہے مگر حصول معاش میں شرائط اور آداب کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔ معاملے میں صدق، امانت، خیر خواہی جیسی صفات کا ہونا اور جھوٹ، قسم، عیب چھپانا، غلط بیانی کرنے جیسی صفات سے پرہیز ضروری ہے۔

یہ بات ماہرین معاشیات کے نزدیک مسلم ہے کہ انسان کی ضروریات اس کے وسائل سے زیادہ ہیں۔ چنانچہ ان محدود وسائل کے ذریعے ان لامحدود ضروریات کو کس طرح پورا کیا جائے؟ اس طرح کے معاشی مسائل کو حل کرنے کے لیے چار قسم کے مسائل کو حل کرنا ضروری ہوتا ہے۔

۱۔ ترجیحات کا تعین (Determination of priorities)

چونکہ ضروریات کے مقابلے میں وسائل کم ہیں اس لیے یہ متعین کرنا ضروری ہوتا ہے کہ ان محدود وسائل کو کن ضروریات پر کس طرح خرچ کیا جائے تاکہ نظامِ زندگی میں کوئی خلل واقع نہ ہو اور انسان کی بنیادی ضروریات بھی پوری ہو جائیں۔ اس تعین کو علم اقتصاد میں "ترجیحات کا تعین" کے نام سے جانا جاتا ہے۔

۲۔ وسائل کی تخصیص (Allocation of Resources)

وسائل پیداوار، محنت، سرمایہ اور زمین کو کن کاموں میں لگایا جائے اور ان کو کس مقدار میں لگایا جائے؟ زمین پر کیا اگایا جائے یا کارخانوں میں کون سی چیزیں کس مقدار میں بنائی جائیں؟ اس بات کا تعین کرنے اصطلاح معیشت میں "وسائل کی تخصیص" کہلاتا ہے۔

۳۔ آمدنی کی تقسیم (Distribution of Income)

مذکورہ بالا وسائل سے حاصل ہونے والی آمدنی یا پیداوار کو کس طرح تقسیم کیا جائے؟ اور کن بنیادوں پر ان کو تقسیم کیا جائے؟ اس کو "آمدنی کی تقسیم" کہا جاتا ہے۔

۴۔ ترقی (Development)

معاشی حاصلات کو ترقی دینا، لوگوں کی بھلائی کے لیے نت نئی ایجادات و مصنوعات وجود میں لانا اور اسباب معیشت میں اضافہ کرنے کی کوشش کرنا تاکہ لوگوں کو آمدنی کے زیادہ سے زیادہ ذرائع میسر ہوں اور معاشرہ ترقی کرے۔ اس کو معاشیات میں "ترقی" کے نام سے جانا جاتا ہے۔

اسلامی معیشت ایک متوازی نظام:

اسلامی نظام معیشت کے مقابلے میں بنیادی طور پر دو قسم کے معاشی نظام پائے جاتے ہیں: سرمایہ دارانہ نظام اور اشتراکیت۔ سرمایہ دارانہ نظام کا بنیادی نقطۂ نظر اس مادی نظام کا وجود ہے کہ جس میں ہر آدمی کو آزادی حاصل ہوتی ہے جو چاہے اور جس چیز کی چاہے تجارت کرے۔ اس نظام میں ہر وہ کام درست ہوتا ہے جس سے ظاہری معیشت ترقی کرے اور یہ نظام حکومت کے دخل کے بغیر ہی وجود میں آجاتا ہے۔

اس نظام کی بنیاد ایڈم سمتھ نے ۱۷۹۰ء میں رکھی۔ اس نظام کے تحت دولت و منافع اور پیداواری وسائل رکھنے میں ہر شخص مکمل آزاد ہے۔ ریاست کی طرف سے ایسے شخص پر کوئی پابندی نہیں ہوتی۔ اس نظام کا بنیادی تصور یہ ہے کہ یہ نظام شرعی و قانونی حدود و قیود سے آزاد ہے۔ ریاست کسی بھی شخص کی اقتصادی اور معاشی نظام میں مداخلت نہیں کر سکتی۔

نظامِ اشتراکیت کو دراصل سرمایہ دارانہ نظام کے مقابلے میں لایا گیا تھا۔ سرمایہ دارانہ نظام فرد کو مکمل آزادی فراہم کرتا ہے جبکہ اشتراکیت فرد کی آزادی کو سلب کر کے اسے حکومت کا مکمل پابند بنا دیتا ہے۔

اشتراکی نظام معیشت:

اشتراکیت سے مراد وہ معاشی نظام ہے کہ جس میں پیداوار حکومت کی ملکیت ہوتی ہے اور ان سے استفادہ کا کام ایک مرکزی ادارے کے سپرد ہوتا ہے جس کی ہدایات کے مطابق اشیاء پیدا کی جاتی ہیں۔ یہی ادارہ یہ فیصلہ کرتا ہے کہ کون سے چیزیں کس مقدار میں پیدا کی جائیں اور انہیں کس طرح تقسیم کیا جائے۔

اشتراکی نظام میں پیداوار اور وسائلِ معاش یعنی سرمایہ، زراعت، صنعت، زمین اور افرادی قوت وغیرہ پر حکومت کا قبضہ ہوتا ہے جس سے "طلب و رسد" کا فطری اصول متاثر ہونے کے ساتھ "ارتکازِ دولت" یعنی دولت چند ہاتھوں میں سمٹ کر آجاتی ہے جس کے بھیانک نتائج دنیا کے سامنے ہیں۔ کسی محتاج اور ضرورتمند کی مدد کی ذمہ داری نہ حکومت پر ہوتی ہے اور نہ کسی فرد پر عائد ہوتی ہے، جس کے سبب معیشت میں کمزور افراد کے لیے زندگی گذارنا مشکل ہو جاتا ہے۔ اشتراکی نظام کے بنیادی اصول یہ ہیں:

۱۔ اجتماعی ملکیت (Collective Property)

اس اصول کا مطلب یہ ہے کہ وسائلِ پیداوار کسی بھی شخص کی ذاتی ملکیت میں شمار نہیں ہوں گے بلکہ وہ اجتماعی ملکیت ہیں اور اس پر پورے معاشرے کا حق ہے۔ چنانچہ حکومت کو یہ اختیار ہے کہ وہ لوگوں کی ملکیت میں سماجی ضروریات اور لوگوں کے مفادات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے تصرف کرے۔ اس ااصول کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ کارخانے، زمینیں یہاں تک کہ دکانیں بھی کسی شخص کی انفرادی یا ذاتی ملکیت نہیں رہتی بلکہ ساری چیزیں حکومت کے زیرِ نگرانی آجاتی ہیں۔

۲۔ منصوبہ بندی (Planning)

اس اصول کا مطلب یہ ہے کہ بنیادی معاشی فیصلے کرنے کے لیے حکومت منصوبہ بندی کرے گی۔ یعنی سماجی ضروریات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے کن چیزوں کی پیداوار کی جائے؟ اور ان چیزوں کی پیداوار کے لیے کن وسائل کو خرچ کیا جائے؟ ان مسائل کو حل کرنے کے لیے حکومت کی طرف سے منصوبہ بندی کرنے کے کے لیے ایک کمیٹی قائم کی جاتی ہے جو معاشی مسائل کا جائزہ لیتے ہوئے منصوبہ بندی کرتی ہے۔

۳۔ اجتماعی مفاد(Collective Interest)

سرمایہ دارانہ نظام میں ایک تاجر اپنے ذاتی مفادات کو مقدم رکھتے ہوئے جس چیز میں چاہے سرمایہ کاری کر سکتا ہے تاکہ زیادہ سے زیادہ نفع حاصل کیا جاسکے۔ یعنی اس نظام میں سماجی مفادات کے مقابلے میں اپنے مفادات کو مقدم رکھتا ہے اور اسی کے مطابق منافع کے حصول کی کوشش کرتا ہے۔ لیکن اشتراکی نظام کا دعویٰ یہ ہے کہ اس میں ذاتی مفادات کی بجائے سماجی اور اجتماعی مفادات کو ترجیح دی جائے گی۔ اور جو چیز سماج کے مفاد کے لیے ہو گی اسی میں سرمایہ کاری کی جائے گی اور اسی چیز کی پیداوار کی جائے گی۔ چنانچہ جس چیز سے معاشرے کو نقصان پہنچے گا اس چیز کی پیداوار نہیں کی جائے گی اور اس معاملے میں تاجر کے ذاتی مفاد کو نہیں بلکہ پورے معاشرے کے مفاد کو مدِ نظر رکھا جائے گا۔

۴۔ آمدنی کی منصفانہ تقسیم(Equitable Distribution of Income)

اشتراکیت کا چوتھا اور آخری بنیادی اصول یہ ہے کہ حاصل ہونے والی آمدنی کو لوگوں میں انصاف کے ساتھ تقسیم کیا جائے گا۔ بنظریۂ اشتراکیت چونکہ سرمایہ دارانہ نظام میں آمدنی کی منصفانہ تقسیم نہیں ہوتی اس لیے امیر لوگ مزید امیر ہوتے چلے جاتے ہیں اور غریب اور لاچار لوگ مزید غریبی اور مفلسی کے دلدل میں پھنستے چلے جاتے ہیں۔ اس لیے پیداوار سے حاصل ہونے والی آمدنی کو لوگوں میں انصاف کے طریقے پر تقسیم کیا جائے گا۔ لیکن یہ بات محض دعویٰ ہی ثابت ہوئی اور کسی بھی دور میں مکمل طور پر اس پر عمل ممکن نہیں ہو سکا۔

سرمایہ دارانہ نظام معیشت:

اشتراکی نظام معیشت کے مقابلے میں سرمایہ دارانہ نظام معیشت ہے۔ بنیادی طور پر سرمایہ دارانہ نظام کے تین اصول ہیں:

۱۔ ذاتی ملکیت یا انفرادی ملکیت (Private Property)

یعنی ہر انسان انفرادی طور پر مالک بن سکتا ہے اور اپنی ذاتی یا انفرادی ملکیت میں اشیاء رکھ سکتا ہے۔

۲۔ ذاتی منافع کے محرک کو آزاد چھوڑنا(Profit Motive)

یعنی ہر شخص نفع کمانے کے لیے اپنے ذاتی مفادات کو مقدم رکھے گا اور منافع کے حصول کے لحاظ سے جو چیز اسے بہتر لگے گی اس میں سرمایہ کاری کر کے نفع کمائے گا۔

۳۔ حکومت کی عدمِ مداخلت(Laissez Faire)

سرمایہ دارنہ نظام کا تیسرا اور آخری بنیادی اصول یہ ہے کہ تجارتی سرگرمیوں میں ایک تاجر مکمل طور پر آزاد ہے اور حکومت اس کی تجارتی سرگرمیوں میں مداخلت نہیں کرے گی۔ Laissez Faire دراصل ایک فرانسیسی اصطلاح ہے جس کا معنی ہے "کرنے دو" اس کا مقصد بلکل واضح ہے کہ اس اصطلاح کے ذریعے دراصل حکومت کو کہا جارہا ہے کہ ایک تاجر اپنی تجارتی سرگرمیوں میں بلکل آزاد ہے اور وہ جو کرنا چاہے اسے کرنے دینا چاہیے۔

سرمایہ دارانہ اور اشتراکی نظام کے بنیادی اصولوں کا تقابلی جائزہ:

مندرجہ بالا میں ذکر کیے گئے دونوں نظامِ معیشت کے بنیادی اصولوں کا خلاصہ یہ ہے کہ سرمایہ دارانہ نظام میں ہر فرد اپنی ذاتی ملکیت میں اشیاء کھ سکتا ہے جبکہ اشتراکیت میں وسائلِ پیداوار کسی شخص کی ذاتی ملکیت نہیں بلکہ وہ حکومت کی ملکیت ہے۔ سرمایہ دارانہ نظام میں ایک فرد منافع کے حصول میں اپنے ذاتی مفادات کو مقدم رکھے گا جبکہ نظام اشتراکیت کے مطابق ذاتی مفادات کی بجائے سماجی مفادات کو ترجیح دی جائے گی۔ سرمایہ دارانہ نظام کے مطابق ایک تاجر کی تجارتی سرگرمیوں میں حکومت مداخلت نہیں کرے گی بلکہ اسے مکمل آزادی حاصل ہے کہ وہ جو چاہے، جس طرح چاہے تجارت کر سکتا ہے۔ لیکن نظام اشتراکیت میں بنیادی معاشی فیصلے کرنے کے لیے حکومت منصوبہ بندی کرے گی۔

ذیل میں ہم سرمایہ دارانہ اور اشتراکیت کے نقصانات کا جائزہ لیتے ہیں:

سرمایہ دارانہ نظام کے دینی نقصانات:

دینِ اسلام کی روح یہ ہے کہ دل مال و دولت کی طرف مائل ہونے کی بجائے اللہ تعالیٰ کی طرف راغب ہو۔ پھر اس رغبت کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ انسان کے دل میں اللہ تعالیٰ عظمت کے ساتھ ساتھ مخلوق کے لیے محبت اور شفقت بھی پیدا ہوتی ہے۔ جبکہ سرمایہ داریت کا تصور انسان کو مال و دولت اور سرمایہ کا حریص بناتا ہے جس سے حقوق اللہ کے ساتھ ساتھ حقوق العباد کی بھی حق تلفی ہوتی ہے۔ پھر انسان کے لیے اسلامی اصول وضوابط کی کوئی حیثیت نہیں رہتی بلکہ وہ صرف سرمایہ حاصل کرنے کے لیے تمام حدود سے تجاوز کر جاتا ہے۔ پھر اس کی نظر میں سود، قمار بازی، رشوت و غصب وغیرہ سب کچھ جائز ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ ایسے انسان کے لیے مال و دولت ہی سب کچھ ہوتا ہے چنانچہ اسلامی اصول وضوابط سے قطع نظر وہ محض مال کمانے کی تگ ودو میں مصروف ہوتا ہے۔

سرمایہ دارانہ نظام کے اخلاقی نقصانات:

سرمایہ دارانہ نظام میں ہر ایک کو بغیر کسی قید و پابندی کے اپنی ملکیت بڑھانے کا حق حاصل ہوتا ہے۔ ایسے معاشرے میں انسان کی خواہش ہوتی ہے کہ معاشرے میں بھوک، افلاس، مرض اور غربت وغیرہ جیسے مصائب بڑھیں تاکہ اس کا کاروبار خوب چلے اور سرمایہ بڑھتا رہے۔ دولت مندی آنے کے بعد دولت کا بے دریغ استعمال ہونے لگا اور شراب نوشی، بدکاری، قمار بازی عام ہونے لگی، جس کی وجہ سے معاشرہ ایثار، ہمدردی، غمخواری، رحم وغیرہ جیسی صفاتِ حسنہ سے محروم ہو گیا۔ اس نظام میں جب انسان کو بنیادی ضروریات کے لیے چند روپے قرض بغیر سود کے نہیں ملتے تو اس کی دل میں ملک اور معاشرہ کے لئے نفرت پیدا ہو جاتی ہے جس کے باعث معاشرے سے حب الوطنی، شجاعت، دلیری اور ملک اور ملت پر جان لٹانے جیسے اوصاف ختم ہو جاتے ہیں۔ جس معاشرے میں انسان کو ہر وقت اپنی دولت بڑھانے کی فکر ہو تو اس معاشرہ میں انسان حقوق اللہ کے ساتھ ساتھ حقوق العباد بیوی، بچوں کے حقوق میں بھی کوتاہی کرنے لگتا ہے جس سے مزید اخلاقی اور سماجی نقصان وجود میں آتے ہیں۔()

اسلام ایک دوسرے کے ساتھ ایثار و ہمدردی کا درس دیتا ہے۔ ایک مسلمان کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے دوسرے مسلمان بھائیوں کے سکھ دکھ میں شریک رہے اور مشکل وقت میں ان کی مدد کرے۔ اس ایثار و ہمدردی کی سب سے بڑی مثال انصار و مہاجرین کے درمیان مواخات تھی جس کو نبی کریم ﷺ نے قائم فرمایا تھا۔ لیکن سرمایہ داری نظام کی وجہ سے افرادِ معاشرہ کے درمیان ایک دوسرے کے لیے پیار و محبت اور ایثار و ہمدردی کا جذبہ ختم ہو جاتا ہے۔

سرمایہ دارانہ نظام کے سیاسی نقصانات:

ریاست کی کامیابی یہ ہوتی ہے کہ زندگی کی تمام ضروریات لوگوں کو میسر ہوں مگر جب سرمایہ دارانہ نظام میں فرد کو یہ اشیاء میسر نہ ہوں تو یہ احساسِ کمتری کا شکار ہو جاتا ہے اور معاشرہ میں ایک طبقاتی جنگ پیدا ہو جاتی ہے۔ عوام جب محسوس کرتی ہے کہ اس نظام کو سہارا دینے والی حکومت ہے تو بددل عوام کی نفرت کا رخ حکومت کی طرف ہو کر ہڑتالوں اور بغاوت کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ اس نظام میں امیر مال کی محبت کی وجہ سے بزدل اور غریب حکومت سے نفرت کی وجہ سے بددل ہوتا ہے جس کی وجہ سے اس حکومت کو اپنی حفاظت کے لیے کچھ بھی نہیں رہتا۔ ریاست کے استحکام کے لیے ضروری ہے کہ وہ قوم متحد ہونے کے ساتھ ساتھ صحت، اتحاد، عالی اخلاق اور موت سے بے خوفی جیسی صفات سے مزین اور انتشار اور طبقاتی کشمکش سے دور ہو تاکہ قوم آنے والی مشکلات کا ہمت اور جذبے سے مقابلہ کر سکے مگر سرمایہ دارنہ نظام ان اوصاف سے خالی ہوتا ہے جس کے باعث یہ قوم اپنا وجود برقرار رکھنے میں محتاج اور بیرونی اقوام کی مداخلت کا مقابلہ کرنے میں بے بس نظر آتی ہے۔()

سرمایہ دارانہ نظام کے اقتصادی نقصانات:

کسی بھی قوم کی اقتصادی حالت اس وقت تک بہتر نہیں ہو سکتی جب تک قوم کے تمام افراد کو ضروریاتِ زندگی میسر نہ ہوں۔ اگر قوم کے چند افراد کے پاس مال و دولت کے انبار ہوں گے اور اکثر افراد اس سے محروم ہوں گے تو اقتصادی نظام ترقی کی بجائے تنزلی کا شکار ہو گا۔ آج دنیا کے اکثر ممالک میں سرمایہ دارانہ نظام رائج ہے۔ چنانچہ آج دیکھا جا سکتا ہے کہ دنیا کی پوری آبادی کی اکثریت غربت و افلاس کی زندگی گزار رہی ہے۔ اقوام متحدہ کی ایک سماجی رپورٹ کے مطابق دنیا کی آبادی کا نصف حصہ فاقہ کشی اور ضروریاتِ زندگی میسر نہ ہونے کی وجہ سے بیماری میں مبتلا ہے۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ سرمایہ دارانہ نظام کی وجہ سے زمین کی مجموعی دولت بقدرِ ضرورت تمام انسانوں کے حصہ میں نہیں آئی بلکہ اس کے اکثر حصے پر چند لوگ قابض ہو گئے ہیں۔

کمیونزم:

"کمیونزم کا بنیادی نظریہ ہی یہ ہے کہ مادہ ہی اصل چیز ہے اور مادے کے علاوہ کوئی اور چیز نہیں یعنی اللہ تعالیٰ کا انکار اور انجام کار ہر آسمانی مذہب کا انکار کرنا ہے۔"() کچھ وقت گذرنے کے بعد اشتراکیت نے مذہب کے بارے میں کچھ نرمی کا پہلو اختیار کیا، چنانچہ مفتی محمودؒ فرماتے ہیں:

"کمیونزم کی جب ابتدا ہوئی اس کا حال جو کچھ تھا (خدا اور مذہب سے بغاوت) وہ حال بعد میں باقی نہ رہا، دفعوں میں رفتہ رفتہ ترمیم کی گئی حتیٰ کہ مذہب کے اعتبار سے بالکل پابندی ہٹا کر ہر ایک کو عام آزادی دی گئی۔"()

اشتراکیت میں درج ذیل بڑی خرابیاں پائی جاتی ہیں:

۱۔ سلبِ آزادی:

اشتراکی نظام میں آدمی کی آزادی سلب ہو جاتی ہے، آدمی کوئی بھی کام اپنی مرضی اور اختیار سے نہیں کر سکتا، وہ ایک خودکار مشین بن کر رہ جاتا ہے جو نہ اپنی مرضی کا کام کر سکتا ہے اور نہ ہی اپنی مرضی کی زندگی گذار سکتا ہے۔ اس نظام میں یہ دعویٰ کیا گیا کہ اس میں معاشی مساوات اور تمام لوگوں کو یکساں سہولیات میسر ہونگی مگر وہ مساوات کبھی بھی قائم نہ ہو سکی بلکہ نظریاتی طور پر اس نعرہ کو ہی واپس لے لیا گیا۔ اشتراکی ممالک میں اجرتوں میں بڑا تفاوت رہا اور اس کے خلاف کسی عامل کو چارہ جوئی یا احتجاج کا کوئی حق بھی باقی نہیں رہا۔ یہ تفاوت ان ممالک میں واضح طور پر دیکھا گیا جہاں ایک ہی ملک کا ایک حصہ اشتراکیت اور دوسرا حصہ سرمایہ دارانہ نظام کے تحت تھا مثلاً مشرقی جرمنی میں اشتراکیت اور مغربی جرمنی میں سرمایہ دارانہ نظام رائج تھا، مشرقی جرمنی کے مزدوروں کی حالت مغربی جرمنی کے مزدوروں سے کہیں کم تر ہو گئی جس کے باعث لوگوں نے تنگ ہو کر دیوار برلن توڑ دی اور اشتراکیت کی ناکامی کا عملاً اعلان کر لیا۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ اشتراکیت کی ناکامی کے بعد دوبارہ سرمایہ دارانہ نظام حکومت آنے کی وجہ سرمایہ دارانہ نظام میں تقسیم دولت منصفانہ تھی بلکہ اس نظام کے ناکامی کی وجہ لوگوں کا اس نظام سے بیزاری تھی۔ سرمایہ دارانہ نظام معیشت کے جن اسباب اور ردِ عمل کی وجہ سے اشتراکیت وجود میں آئی وہ اسباب اشتراکیت کی ناکامی کے بعد بھی باقی رہے۔()

۲۔ حرمانِ ملکیت:

اس نظام میں انسان کو آزادی سے کاروبار کرنے اور ذاتی ملکیت کے حق سے محروم کیا گیا ہے جس کے باعث پیداوار کی کمیت (Quantity) اور کیفیت (Quality) دونوں میں کمی آتی ہے جو ایک بہت بڑا معاشی نقصان ہے۔ اس نظام میں آدمی اپنی کوئی بھی ملکیت اور جائداد نہیں بنا سکتا بلکہ پہلے سے موجود ملکیت بھی حکومتی قبضہ اور تصرف میں آجاتی ہے جو ایک ناجائز اور فطرت کے خلاف اقدام ہے، حالانکہ فطری اصول اور قاعدہ قرآن مجید میں یہ بیان فرمایا گیا ہے:

"وَأَنْ لَيْسَ لِلْإِنسَانِ إِلَّا مَا سَعَى"()

ترجمہ: نہیں ہے آدمی کے لئے مگر صرف وہ جس کی اس نے کوشش کی۔

۳۔ سستی کا لاحق ہونا:

اس نظام کے باعث معاشرہ سست روی اور کاہلی کا شکار ہوتا ہے، کیونکہ جب آدمی کو یہ بات معلوم ہو کہ خواہ وہ کتنی ہی زیادہ محنت اور مشقت برداشت کرے مگر اس کو ایک متعین اجرت ملنے والی ہے تو وہ اس مشقت کو چھوڑ کر آسان اور سہل پسندی والی زندگی کا عادی ہو جاتا ہے، جس کا برا اثر نہ صرف اس شخص کی ذات پر پڑتا ہے بلکہ اس کا نقصان پوری ملت اور قوم کو بھی ہوتا ہے۔()

۴۔ پیشوں کے انتخاب میں رکاوٹ

اس نظام کی ایک ناکامی یہ بھی ہے کہ اس میں آزاد تجارت کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اس کا حق افراد سے چھین لیا جاتا ہے اور ساری کی ساری سکیم سرکار کی طرف سے تیار کی جاتی ہے۔ اس نظام میں پیشہ منتخب کرنے کے معاملے میں افراد کی مرضی شامل نہیں ہوتی اور کوئی شخص آزادی سے اپنے لیے پیشہ منتخب نہیں کر سکتا بلکہ حکومتِ وقت کی سکیم کے مطابق پیشے کا انتخاب کیا جاتا ہے۔()

اسلامی نظام معیشت:

مذکورہ بالا دونوں اقتصادی نظام یعنی سرمایہ دارانہ نظام اور اشتراکیت لوگوں کی معاشی ضروریات کو پورا کرنے میں مکمل طور پر ناکام ہو چکے ہیں۔ اسلام ایک معتدل مذہب ہے کہ جس میں افراط و تفریط سے قطع نظر اعتدال کا راستہ اختیار کیا گیا ہے۔ اسلام کا اقتصادی نظام عصر حاضر کے تقاضوں کو پورا کرتا ہے۔ معاشی نظام کو بہتر بنانے کے لیے اسلامی اصول وضوابط ہر لحاظ سے مناسب ہیں جو شخصی و فطری تقاضوں کے عین مطابق ہیں۔

اسلام میں مطلقاً مال و دولت کمانا مذموم نہیں ہے بلکہ شریعت نے تو ایسے غنی کی تعریف کی ہے جو اپنے مال کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے " **اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ لَا يُتْبِعُوْنَ مَآ اَنْفَقُوْا مَنًّا وَّلَآ اَذًى ۙ لَّهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ** "() یعنی جو لوگ اپنے مال کو دن رات مخفی اور اعلانیہ طور پر خرچ کرتے ہیں ان کے لیے ان کے رب کے پاس اجر و ثواب ہے اور ان پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ ہی وہ غمگین ہوں گے۔ دراصل اسلام نے معاشی اور معاشرتی نظام کو بہتر بنانے کے لیے کچھ اصول مقرر کیے ہیں جن پر عمل کر کے ایک مسلمان اپنی دنیا و آخرت دونوں بہتر بنا سکتا ہے۔

اسلام فرد اور معاشرے کی آزادی کو شرعی دائرے میں تسلیم کرتا ہے۔ اسلام فرد کو انفرادی اور اجتماعی ملکیت رکھنے کی اجازت دیتا ہے۔ اسلام ذاتی ملکیت کے حق کو تسلیم کرتا ہے مگر اسلام نے نہ سرمایہ دارانہ نظام کی طرح انسان کو بالکل آزاد چھوڑا ہے کہ وہ ہر پابندی سے آزاد ہو کہ جیسے اور جتنی ملکیت چاہے بنائے اور نہ اشتراکیت کی طرح اس کو بالکل مجبور کیا کہ وہ اپنی ذاتی ملکیت رکھ ہی نہ سکے۔ اسلام ملکیت کو تین اقسام کی طرف تقسیم کرتا ہے:

۱۔ ملکیت خاصہ:

اسلام نے افراد کے مالک بننے کے حق کو تسلیم کیا ہے، قرآن مجید میں ارشاد ہے:

"**خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً**" ()

ترجمہ: (اے پیغمبر) ان لوگوں کے اموال میں سے صدقہ وصول کرو

اس آیت مبارکہ میں آپ ﷺ کو لوگوں سے زکوۃ کی وصولی کا حکم ارشاد فرمایا گیا ہے اور کسی شخص سے چیز اس وقت وصول کی جاتی ہے جب اس کی ملکیت میں کوئی چیز ہو۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ لوگ اپنی اشیاء کے مالک ہیں، نیز اسلام نے لوگوں کے ملکیت کے تفاوت کا اعتراف بھی کیا ہے، چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

"**وَاللّٰهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلَى بَعْضٍ فِي الرِّزْقِ**" ()

ترجمہ: اور اللہ نے تم میں سے کچھ لوگوں کو رزق کے معاملے میں دوسروں پر برتری دے رکھی ہے۔

اسلام نے مالداروں پر غریبوں کی کفالت دو طریقوں سے واجب کی ہے، ایک یہ صدقاتِ نافلہ جس کی بنیاد انسانی ہمدردی پر ہے اور دوسرا طریقہ وجوبی ہے یعنی امیروں پر غریبوں کو زکوٰۃ دینا لازم ہے اور زکوٰۃ دینا مالداروں کا فقیر پر احسان نہیں بلکہ یہ غریبوں کا حق ہے۔

۲۔ ملکیت عامہ:

اسلام نے عوام کو بعض قدرتی اور رفاہی دولت میں سے حق دیا ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے " تمام مسلمان تین چیزوں پانی، گھاس اور آگ میں شریک ہیں اور ان کا ثمن حرام ہے۔" ()

۳۔ حکومتی ملکیت:

اسلام نے حکومت کو بھی ملکیت کا حق دیا ہے، بیت المال بھی اس کی ایک صورت ہے۔ حکومتی ملکیت ہر وہ چیز اور عمارات ہوتی ہیں جن کے ساتھ عامۃ المسلمین کا حق وابستہ ہو اور وہ چیز ملکیتِ عامہ کے تحت داخل نہ ہو۔

اسلام افراط اور تفریط سے پاک ایک الگ اعتدال والی راہ بتاتا ہے۔ اسلام رہبانیت کے برخلاف انسانی کاروباری سرگرمیوں کو جائز بلکہ "**کسب الحلال فریضة بعد الفریضة**" یعنی دوسرے فرائض کے بعد حلال کمائی کے حصول کو بھی ایک فرض بتاتا ہے لیکن دنیاداری میں اس حد تک آگے جانے کی بھی اجازت نہیں دیتا کہ آدمی اپنے مقصدِ زندگی کو بھلا بیٹھے۔ دولت اور جائداد وغیرہ آخرت کے لیے زادِ راہ کا کام دینے والی ہیں۔ قرآن کریم نے اس کو "**فضل اللہ**" اور "**زینة اللہ**" جیسے القاب سے نوازا ہے۔ اگر مال و دولت انسان کو اپنے مقصد سے ہٹا دے تو اس کو "متاع الغرور" اور "فتنہ" قرار دیا ہے۔

اسلامی معاشیات کی خصوصیات:

ا. الاہی نظام:

اسلامی معیشت کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اس نظام کے بنیادی اصول کی انسان کے بنائے ہوئے نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے ہیں جو ساری کائنات کا خالق اور مالک ہے اور ان کے نفع اور نقصان کو اچھی طرح جانتا ہے۔ اور اس کے بارے میں یہ تصور نہیں کیا جا سکتا کہ اس نے یہ اصول کسی طبقہ کے مفاد میں جانبداری سے مقرر کئے ہیں۔ سرمایہ داری اور سوشلزم کی بنیاد ہی مادیت پر ہے اور ان نظاموں کے اصول انسانوں کے بنائے ہوئے ہیں جن کو خطا اور لزش سے پاک تصور نہیں کیا جا سکتا ہے۔

۲. معتدل اور متوازن نظام:

اسلامی معیشت کی دوسری بڑی خصوصیت یہ ہے کہ یہ نظام افراط اور تفریط سے پاک ہے۔ یعنی ایک طرف رہانیت بزرگ دنیا ہے جس کو بہت سے مذاہب میں زہد و تقویٰ کا معیار قرار دیا گیا ہے۔ کہ تجارت وصنعت اور معاشی سرگرمیوں سے کوئی شخص دین دار نہیں ہو سکتا اور نہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کر سکتا ہے۔ دوسری طرف مادیت کی انتہاپسندی ہے کہ وہاں نہیں۔() اسلام میں دین اور دنیا کو اس اعتدال اور توازن سے جمع کیا گیا ہے، کہ اس پر عمل کرنے سے انسان دنیا و آخرت دونوں کی کامیابیوں سے ہم کنار ہوتا ہے۔ اسلام افراط اور تفریط سے ایک الگ ایک اعتدال والی راہ بتاتا ہے کہ رہبانیت کے بر خلاف انسانی کاروباری سرگرمیوں کو جائز بلکہ کسب طلب الحلال فریضۃ بعد الفریضۃ کے تحت واجب بتاتا ہے، لیکن دنیاداری میں اس حد تک آگے جانے کی بھی اجازت نہیں دیتا کہ آدمی اپنے مقصد زندگی کو ہی بھلا بیٹھے۔ دنیا کا مال و دولت جائداد یہ اصلی مقصد کے لیے زاد راہ کا کام دینے والی ہے۔ قرآن کریم نے اس کو فضل اللہ اور زینتہ اللہ جیسے القاب سے نوازا ہے۔ اگر یہ مال و دولت انسان کو اپنے مقصد سے بنادے تو تو اس کو متاع الغرور اور فتنہ قرار دیا ہے۔

۳. حقیقی مالک

اسلامی تعلیمات کے مطابق تمام وسائل حیات کا مالک اللہ تعالیٰ ہے۔ اس نظریہ پر قرآن کریم کی متعدد آیات دلالت کرتی ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے "وہی ہے جس نے تمہارے لیے وہ تمام چیزیں پیدا کی جو زمین میں ہیں۔" اسی طرح دوسری جگہ پر ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ "اے ایمان والو! ہم نے جو تمہیں رزق دیا ہے اس میں سے خرچ کرو۔"

مذکورہ آیات سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ انسان کا کمایا ہوا مال و دولت اس کا اپنا نہیں بلکہ اس کا حقیقی مالک اللہ تعالیٰ ہے۔ جب انسان کے مال و دولت کا حقیقی مالک اللہ تعالیٰ ہے تو وہ اپنا مال اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے اصولوں کے مطابق خرچ کرے گا۔ یہ نظریہ ایک انسان میں احساسِ ذمہ داری پیدا کرتا ہے اور اس کے دل سے مال کی محبت ختم کر دیتا ہے۔ جس کے نتیجے میں وہ مال جمع کرنے کے مقابلے میں اسے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کو ترجیح دیتا ہے۔

۴. دین و دنیا ساتھ:

اسلامی معیشت میں مال دولت کمانا اور کاروبار و تجارت کرنا محض دنیاداری نہیں بلکہ یہ بھی دین کا ایک حصہ ہے۔ تجارت اور معاشی سرگرمیاں دو شرطوں سے عبادت بن جاتی ہیں ایک یہ کہ نیت درست ہو مثلاً سوال کی ذلت سے بچنے کے لیے کمائے اور خود اپنی جان کے حقوق اور دوسروں کے جو حقوق اس کے ذمہ ہیں ان کی ادائگی کی نیت سے کمائے یا یہ نیت ہو کہ میری صنعت و تجارت سے ملک وملت کو فائدہ پہنچے گا۔ دوسری شرط یہ ہے کہ مال کمانے اور خرچ کرنے کا عمل شرعی حدود کے دائرے میں ہو اس سے متجاوز نہ ہو ان دو شرطوں کی موجودگی میں ہر عمل عبادت بن جاتا ہے اور دنیا و آخرت کی کامیابی کا ذریعہ بنتا ہے۔ یہ وہ بنیادی خصوصیت ہے جو اسلام کو دنیا کے تمام ادیان و مذاہب سے ممتاز کرتی ہے۔()

۵. اخوت

اسلامی معاشی نظام اخوت و بھائی چارہ پر مبنی ہوتا ہے۔ یہ اسلامی معاشی نظام کی ایک ایسی خصوصیت ہے کہ جس کی وجہ میں افرادِ معاشرہ میں باہمی پیار، محبت اور ایثار و احسان کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ اس خصوصیت نے تمام افراد معاشرہ کو ایک لڑی میں پرو دیا ہے۔ آپ ﷺ نے ہجرت مدینہ کے بعد انصار اور مہاجرین کے درمیان مواخات قائم کر کے قیامت تک آنے والی نسل انسانیت کو اسلامی معاشی نظام کو بنیادی اصول سمجھا دیا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تمام مسلمان ایک شخص کی مانند ہیں۔ اگر اس کی آنکھ کو تکلیف ہوتی ہے تو اس کا پورا جسم تکلیف میں ہوتا ہے اور اگر اس کے سر کو تکلیف ہوتی ہے تو اس کا پورا جسم تکلیف میں ہوتا ہے۔

۶. انصاف

اسلامی نظام کی ایک اہم اور بنیادی خصوصیت یہ ہے کہ اس نظام کی بنیاد انصاف پر ہے۔ اشتراکی نظام کی ایک بنیادی خرابی یہ ہے کہ اس میں مساوات کے نام پر لوگوں کی صلاحیتوں کی ناقدری کی جاتی ہے۔ اشتراکی نظام وسائل سے حاصل ہونے والی آمدنی کو لوگوں میں معمولی فرق کے ساتھ برابر تقسیم کرنے کا

دعویٰ کرتا ہے حالانکہ انصاف کا تقاضا تو یہ ہے کہ لوگوں کی صلاحیتوں کے حساب سے ان کو اجر ملنا چاہیے۔ اسلام اس قسم کی مساوات کو تسلیم نہیں کرتا بلکہ اسلام انصاف کے تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے لوگوں کی صلاحیتوں کے مطابق ان کو اجر دینے کی ترغیب دیتا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ "دنیوی زندگی میں ہم ہی نے ان کے درمیان ان کی معیشت کو تقسیم کرر کھا ہے اور ہم ہی نے ان میں سے ایک کو دوسرے پر درجات کے لحاظ سے فوقیت دے رکھی ہے تاکہ وہ ایک دوسرے سے کام لے سکیں۔"()

خلاصۂ کلام

اسلام ایک ایسا جامع مذہب ہے کہ جس میں زندگی کے ہر شعبے کے متعلق مکمل رہنمائی موجود ہے۔ انسانی زندگی کا کوئی بھی ایسا گوشہ نہیں ہے کہ جس کے متعلق اسلام نے جامع ومانع ہدایات نہ دی ہوں۔ اقتصادیات کے شعبے میں بھی اسلام مکمل طور پر رہنمائی کرتا ہے۔ اسلامی اقتصادی نظام ایک ایسا جامع نظام ہے کہ اس پر عمل کرکے معاشرے کے تمام افراد کی زندگی پر سکون ہو سکتی ہے۔ اسلام چاہتا ہے کہ چند افراد کی بجائے معاشرے کے ہر ہر فرد کو معاشی خوشحالی نصیب ہو۔ اسلامی اقتصادی نظام کے مقابلے میں سرمایہ دارانہ نظام اور اشتراکیت افراط و تفریط پر مبنی ہیں۔ ایک طرف سرمایہ دارانہ نظام آزادی کے نام پر ہر فرد کو مطلق العنان چھوڑ دیتا ہے تو دوسری طرف نظامِ اشتراکیت انسان کا بنیادی حق یعنی آزادی چھین لیتا ہے اور اس سے اس کا اختیار چھین لیتا ہے۔ اسلام ایک شخص کو نا تو مکمل طور پر آزادی دیتا ہے اور نا ہی اسے ہر لحاظ سے پابند بنا دیتا ہے۔ بلکہ ایک طرف اسلام کسی شخص کو ملکیت اور اس میں تصرف کا حق بھی دیتا ہے تو دوسری طرف اس پر کچھ شرعی و اخلاقی پابندیاں بھی عائد کرتا ہے تاکہ معاشی و معاشرتی نظام کسی بھی قسم کے شر و فساد سے بچ سکے۔

اسلامی اقتصادی میں عدل و انصاف، اخوت و ہمدری، ایثار و احسان جیسی عظیم خصوصیات پائی جاتی ہیں۔ ایک مسلمان شخص تجارت یا دیگر ذرائع سے کمائے ہوئے مال و دولت کو اللہ تعالیٰ کا فضل سمجھتا ہے اور اسے اسلام کے بتائے ہوئے اصول کے مطابق خرچ کرتا ہے۔ اسلامی تعلیمات کے مطابق کوئی بھی شخص مال کمانے اور خرچ کرنے میں مکمل آزاد نہیں بلکہ اسلامی تعلیمات کے مطابق ایک انسان مال کمانے اور خرچ کرنے میں بلکل آزاد نہیں بلکہ وہ شرعی حدود و قیود کا پابند ہے اور مرنے کے بعد اس سے اس کے متعلق سوال کیا جائے گا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن ابنِ آدم کے قدم اپنی جگہ سے نہیں ہٹیں گے یہاں تک کہ اس سے پانچ چیزوں کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ عمر کے بارے میں کہ اسے کن کاموں میں فنا کیا، جوانی کے بارے میں کہ اس کن کاموں میں کھپایا، مال کے بارے میں کہ اس کہاں سے کمایا اور کہاں پہ خرچ کیا اور علم پر کتنا عمل کیا۔()

سرمایہ دارانہ نظام میں دولت پر مخصوص طبقے کا قبضہ ہوتا ہے جو عوام کی معاشی تباہی اور کساد بازاری کا سبب بنتا ہے۔ ذاتی مفادات کے لیے اکتناز اور احتکار کو ضروری سمجھا جاتا ہے۔ جبکہ اسلام ایسے کسی بھی عمل کی اجازت نہیں دیتا کہ جس سے افرادِ معاشرہ کو نقصان پہنچے۔ دوسری طرف اشتراکیت میں ایک انسان کی آزادی اور اس سے اس کا اختیار ہی چھین لیتا ہے جس کے نتیجے میں متعدد معاشی و معاشرتی برائیاں جنم لیتی ہیں۔ غرضیکہ اسلامی نظام کے مقابلے میں دونوں نظام نامناسب اور نامکمل ہیں۔

حوالہ جات(References)

۱. ابن منظور محمد بن مکرم: لسان العرب، (بیروت دار الفکر ۱۴۰۷ھ)، ۳:۳۵۳

Ibn Manzoor Muhammad ibn Mukarram: lisan ul Arab, Beirut Dar al-Fikr 1407 AH, 3: 353

۲. فیروز الدین مولوی: فیروز اللغات، اردو، (لاہور فیروز سنز لمیٹیڈ، طبع اول ۲۰۱۰ء)، ۱۰۵

Feroz-ud-Din Maulvi: Feroz-ul-Laghat, Urdu, (Lahore Feroz Sons Limited, First Edition, 2010),105

۳. احمد شر باصی المعجم الاقتصادی الاسلامی، (بیروت دار العلم س ن)، ۳۶

Ahmad Sharbasi Al-Salami Economic Dictionary, (Beirut Darul Alam,36

۴. صدیقی محمد نعیم پروفیسر: اسلام اور جدید معاشی تصورات، (مکتبہ دانیال لاہور،)۵
Siddiqui Mohammad Naeem Professor: Islam and jaded Muashi Tasawarat,, Maktaba Daniel Lahore,5

۵. عثمانی، محمد تقی، اسلام اور جدید معیشت و تجارت،، (لاہور ادارۂ اسلامیات پبلشرز)۱۹تا۲۱
Osmani, Muhammad Taqi, Islam or jaded mauishat wa tijarat, , Lahore Islamic Studies Publishers19-21

۶. پروفیسر، عبدالحمید، اسلامی معاشیات، ۱۰۴
Professor, Abdul Hameed, Islami Muashiyat,104

۷. عثمانی، محمد تقی، اسلام اور جدید معاشی مسائل، ۷ :۲۹-۳۶
Ottoman, Muhammad Taqi, Islam jaded Muashi Masail,7:29-36

۸. شمس الحق افغانی: سرمایہ دارانہ واشتراکی نظام کا اسلامی معاشی نظام سے موازنہ، (ادارۃ البحوث الاسلامیہ لاہور)، ۲۸تا۳۴
Shams-ul-Haq Afghani: sarmayadarana wa ishtiraki nizam ka islami muashi nizam sy muawazana,, idaro al Bahoos al Islamia, Lahore,28-34

۹. محولہ بالا، ۳۴تا ۳۷
ibid

۱۰. ایضا، ۲۶تا۲۹
ibid

۱۱. محمود حسن گنگوہی مفتی: فتاوٰی محمودیہ، محولہ، ۲ :۱۳۵
Mahmood Hassan Gangohi Mufti: Fatwa of Mahmoodiyah,2 :135

۱۲. ایضا، ۲:۱۳۹
ibid

۱۳. عثمانی محمد تقی مفتی: اسلام اور جدید اقتصادی مسائل، (طبع اول ۱۴۲۹ھ، کراچی میمن اسلامک پبلیشرز)، ۷ :۶۸
Osmani Muhammad Taqi Mufti: Islam or jaded iqtisadi masail , First Edition 1429 AH, Karachi Memon Islamic Publishers, 7: 68

۱۴. سورہ، النجم:۳۹
Al-najm 39

شمس الحق افغانیؒ: سرمایہ دارانہ واشتراکی نظام کا اسلامی معاشی نظام سے موازنہ، محولہ، ۷۱تا۷۳
Shams-ul-Haq Afghani: sarmayadarana wa ishtiraki nizam ka islami muashi nizam sy muawazana,, 71-73

۱۵. صدیقی، محمد نعیم، ڈاکٹر، اسلام اور جدید معاشی تصورات، محولہ ۱۱۴،
Siddiqui Mohammad Naeem Professor: Islam and jaded Muashi Tasawarat,, Maktaba Daniel Lahore,5

۱۶. البقرۃ:۲۷۴
Al-baqara: 274

۱۷. التوبہ:۱۰۳
Al-Tuba:103

۱۸. النحل:۷۱
Al-Nahl: 71

۱۹. ابن ماجہ أبو عبد اللہ محمد بن یزید القزوینی: سنن ابن ماجہ، تحقیق محمد فؤاد عبد الباقي، (بیروت، دار إحیاء الکتب العربیۃ، الطبعۃ الأولی، ۱۴۳۰ھ-)، ۲ :۸۲۶
Ibn Majah Abu Abdullah Muhammad Ibn Yazid Al-Qazwini (Sunan

Ibn Majah, Tahaqiq Muhammad Fouad Abdul Baqi, Beirut, Dar Al-Ahya Al-Kitab Al-Arabiya, First Edition, 1430 AH, 2:826

۲۰. محمد رفیع عثمانی، اسلامی معیشت اور صنعتی تعلقات، (ادارۃ المعارف کراچی مئی ۲۰۱۰)ع ۲۷

Muhammad Rafi Usmani, Islamic Muishat,or sanati Taluqat , idara muarif Karachi, May 2010,27

۲۱. البقرۃ:۲۹ *Al-baqara: 29*

۲۲. رفیع عثمانی، حوالہ بالا، ۳۵ *Rafi Usmani Ibid :35*

۲۳. القشیری، مسلم بن الحجاج، صحیح مسلم، ٦ :۲۱۰ مترجم علامہ وحید الزمان

Al-Qushayri, Muslim Ibn Al-Hajjaj, Sahih Muslim, 6: 210, Translated by Allama Wahid Al-Zaman

۲۴. الزخرف:۳۲ *Al-Zukhruf: 32*

۲۵. الترمذی، ابوعیسیٰ، محمد بن عیسیٰ، الجامع الکبیر، ، باب فی القیامۃ، (دار الغرب الاسلامی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۹۹٦) ۴:۲۱٦

Al-Tirmidhi, Abu Isa, Muhammad ibn Isa, Al-Jami 'al-Kabeer, Chapter fil Qiyama,4:216

JQSS *(Journal of Quranic and Social Studies)*
2022, 2(1), 57 -67

معاشرتی نفسیات کے اثرات اور سیرت نبوی ﷺ کا ایک تحقیقی جائزہ

A Research Review Of The Effects Of Social Psychology And The Biography Of The Prophet

Sana Jadon
PhD Scholar, Department of Islamic Studies, University of Baluchistan Quetta

Keywords
Social Psychology, Prophet's biography, exemplary, environment, highlighted

Sana Jadon (2022). A Research Review Of The Effects Of Social Psychology And The Biography Of The Prophet, *JQSS Journal of Quranic and Social Studies*, 2(1), 57-67.

Abstract: *This article examines the effects of social psychology, in which the teachings of the Prophet (peace and blessings of Allah be upon him) are presented as a model. The goals of society are highlighted, followed by the introduction of exemplary social psychology and its effects, ie, what are its hereditary effects? What are the social effects? And why is a person socialist? What is the relation of society and environment to psychology and what are the effects of social environment on psychology? Particular attention has been paid to clarifying the doctrines of child rearing and training, the role of government in educating the younger generation, the impact of the environment on certain people, and how special people can be successful in life. It has been stated that the effects of deep social connection on the human psyche are being clarified, while finally the effects of the social environment have been examined from the point of view of the Prophet's biography.*

Corresponding Author: Email: hameedkhilji765@gmail.com

Content from this work is copyrighted by *JQSS* which permits restricted commercial use, research uses only, provided the original author and source are credited

.

نفسیات (psychology) بنیادی طور پر رویے (behavior) اور عقلی زندگی کے سائنسی مطالعے (scientific study) کو کہا جاتا ہے، چونکہ بات یہاں صرف عقل اور اس کے حیاتیاتی افعال انجام دینے کی نہیں بلکہ عقلی زندگی کی ہے یعنی جسمانی اور عقلی کا مجموعہ اس لیے نفسیات کو یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ نفسیات دراصل نفس (soul) کے مطالعے کا نام ہے اور اسی لیے اس کو نفسیات کہا جاتا ہے یعنی نفس کا مطالعہ، انگریزی میں اس کو psychology کہنے کی وجہ بھی یہی ہے کہ psych تو نفس کو کہتے ہیں اور logy مطالعہ کو اور یہ ان کا مرکب لفظ ہے، ان تمہیدی باتوں کے بعد اب مقصود اصلی یعنی علم نفسیات کی تعریف ذکر کرتے ہیں۔

علم نفسیات کی لغوی تحقیق:

نفسیات کا لغوی معنی بیان کرتے ہوئے مولانا وحید الزمان قاسمی صاحب اپنے مشہور لغت القاموس الوحید میں لکھتے ہیں کہ:

"نفسیات "نفسیۃ" کی جمع ہے جس کا معنی ہے ذہنیت، اور نفسیۃ نفس کی مؤنث ہے تلفظ کے اعتبار سے اسے دو طرح سے پڑھ سکتے ہیں: نفس ف کے سکون کیساتھ جس کا معنی ہے روح، جان، شخصیت۔ نفس ف کے فتحہ کیساتھ، جس کا معنی ہے سانس، خوشگوار ہوا۔"1

اصطلاحی تعریف:۔

نفسیات کی اصلاحی تعریفات ماہرین نے متعدد بیان کی ہیں جن میں سے جدید ترین تعریف ہیں:

Psychology is the scientific study of mind (mental processes) " and hehaviar, the word psychology comes from the Greek words psych, meaning life – logos, meaning explanation"2

اس تعریف کا حاصل یہ ہے کہ نفسیات وہ علم ہے جس میں سائنسی بنیادوں پر ذہنی عمل اور کردار کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔

معاشرہ کا لغوی واصطلاحی معنی و مفہوم:۔

عربی لغت میں "معاشرہ" کا لفظ عَاشَرَ مُعَاشَرَۃً اور اِعْتَشَرَ وَتَعَاشَرَ القَوْمِ سے ماخوذ ہے جس کا معنی باہم مل جل کر اور ایک دوسرے کے ساتھ رہنا ہے۔3 معاشرہ باب مفاعلہ کا مصدر ہے اور باب مفاعلہ کی ایک خاصیت اشتراک ہے یعنی وہ فعل جانبین سے ہوتا ہے لہذا معاشرہ کا معنی ہے باہم زندگی گزارنا، جبکہ انگریزی لفظ سوسائٹی لاطینی زبان کے لفظ "socious" سے اخذ کیا گیا ہے جو "باہمی تعلق، شرکت اور نسبتا مستقبل رفاقت" جیسے معنی رکھتا ہے۔ معاشرہ کی تعریف کے بارے میں سماجی علوم کے ماہرین کی آراء مختلف ہیں، چنانچہ میکلور کہتا ہے کہ:

" معاشرہ تغیر پذیر سماجی تعلقات کا نام ہے۔ماہر معاشیات آدم سمتھ معاشرہ فطری معیشت کا ایک مصنوعی آلہ سمجھتا ہے ۔ پروفیسر رائیٹ" کی رائے میں معاشرہ باہمی تعلقات کا وہ نظام ہے ،جو افراد کے درمیان پایا جاتا ہے۔پنٹنا علام بیننٹن" کے مطابق معاشرہ لوگوں کا وہ گروہ ہے، جو طویل عرصے سے اکٹھے رہ کر ایک سماجی اکائی صورت میں تنظیم پاتا ہے۔"4

پروفیسر غلام رسول ایف۔ ایچ۔ گڈ نگز کے حوالے سے لکھتا ہے کہ:

" معاشرہ ایک جیسے خیالات رکھنے والے افراد کا مجموعہ ہے۔ جو ہم خیالی کو پسند کریں اور اس بنا پر مشترکہ مفادات کے لیے ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کریں۔"5

انسان اور معاشرے کا تلازم:

انسان فطرتا معاشرت پسند ہے کیونکہ انسان کی یہ ایک جبلی خواہش ہے کہ وہ طبعی طور پر مل جل کر رہنے کو پسند کرتا ہے بقول ابن خلدون کے انسان کا اکٹھے رہنا ایک ناگزیر امر ہے اور اسی حقیقت کو اہل علم یوں بیان کرتے ہیں کہ انسان پیدائشی طور پر مدنیت پسند واقع ہوا ہے اجتماعی نظم پیدا کرنا انسان کا فطری جذبہ ہے، تنہائی کے بجائے اسے طبعی طور پر معاشرے میں سکون ملتا ہے عین ممکن ہے کہ خارجی ماحول نے اسے اجتماعیت پسندی پر مجبور کیا ہو مگر اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ اس کے خمیر میں اجتماعیت کا حقیقی شعور موجود تھا جسے حالات نے عملی صورت اختیار کرنے پر آمادہ کیا، اہل علم اس بات پر متفق ہے کہ معاشرتی زندگی انسان کی فطری خواہش بھی ہے اور ذاتی مجبوری بھی، طبعی تقاضے اسے دوسرے انسانوں کے قرب پر مجبور کرتے ہیں اور ذاتی مجبوریوں اور کمزوریوں کی وجہ سے وہ دوسرے انسانوں کا محتاج رہتا ہے خلاصہ یہ کہ انسان اور معاشرت ایک دوسرے کیلئے لازم وملزوم ہے۔6

مثالی معاشرے کی خصوصیات:

مثالی معاشرے کی بہت ساری خصوصیات ہیں مگر یہاں بطور اختصار چند ایک اہم خصوصیات کا ذکر کیا جاتا ہے:

ا۔ذہنی ہم آہنگی:

ایک بہتر معاشرے کیلئے لازمی امر ہے کہ اس کے افراد میں ذہنی مقاصد کے زندگی کے متعلق ایک حد تک اشتراک پایا جاتا ہو کیونکہ ان کا اجتماع عارضی طور پر نہیں ہوتا بلکہ فکر اور مقصد کی یگانگت ان کے اتحاد کا باعث ہوتا ہے اور مقاصد کا اشتراک انہیں باہم قریب کر دیتا ہے، ذہنی یک جہتی اور فکری ہم آہنگی کے بغیر معاشرے کا وجود ممکن نہیں فکری ہم آہنگی کا بڑا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ افراد کی پسند اور ناپسند کا معیار اسی طرح سوچ کا اندازہ اور نفسیات قریب قریب ایک جیسے ہوتے ہیں۔

۲۔منظم زندگی:

معاشرے میں افراد کی تنظیم ایک لازمی امر ہے افراد کا چال چلن اور سرگرمیاں وغیرہ کسی رواج اور سماجی قانون کے تحت ہونی چاہیے نیز رہن سہن کا طریقہ بھی مخصوص ثقافت اور تہذیب کے تحت ہونا چاہیے غرض یہ کہ خاص رسم ورواج اور ضابطوں کے تحت منظم اجتماعی زندگی گزاریں۔

۳۔باہمی تعلق:

افراد کے باہمی تعلق پر معاشرے کی بنیاد قائم ہوتی ہے اس میں ہر طرح کی انسانی تعلقات اور رشتے شامل ہوتے ہیں چاہیے یہ تعلقات سماجی ہوں یا سیاسی، تجارتی ہو یا مذہبی ثقافتی ہو یا اقتصادی خلاصہ یہ کہ اس میں وہ تعلقات بھی شامل ہیں جو انسان کو مجبوراً دوسرے افراد کیساتھ قائم کرنے پڑتے ہیں۔غرض یہ کہ یہ ان تمام تعلقات پر محیط ہے جو افراد کے درمیان قائم ہوسکتے ہیں جنہیں ہم معاشرتی تعلقات سے تعبیر کرتے ہیں یعنی افراد کے وہ باہمی تعلقات جن سے وہ کسی نہ کسی حد تک آگاہ ہوں۔

۴۔لچک:

انسانی سرگرمیاں اور رسم ورواج تغیر پذیر ہوتے ہیں کیونکہ مختلف اثرات کی وجہ سے معاشرتی تعلقات میں ہمیشہ ردوبدل ہوتا رہتا ہے، اسی وجہ سے معاشرے کا لچک دار ہونا بہت ضروری ہے تاکہ افراد بدلتے ہوتے حالات کے مطابق خود ڈھال سکے اور ان کے کردار اور سرگرمیوں میں نظم وضبط باقی رہ سکے۔

۵۔مساوات:

ایک مثالی معاشرے کی بنیاد باہمی تعاون اور مساوات پر قائم کی جاتی ہے جس کی وجہ سے کسی بھی فرد کی حق تلفی نہیں ہوتی، معاشرے سے اس کے تمام افراد بلا امتیاز یکساں طور پر فائدہ اٹھاتے ہیں، اس میں امیر، غریب وغیرہ کا کوئی فرق نہیں ہوتا۔بلکہ یکساں طور پر سب کو مساوی حقوق حاصل ہوتے ہیں۔7

معاشرتی نفسیات کی تعریف:

مختلف ماہرین نفسیات نے معاشرتی نفسیات کی تعریف الگ الگ انداز میں کی ہے، ذیل میں ہم جدید معاشرتی نفسیات کے ماہرین کی تعریفوں کا جائزہ لیتے ہیں:

"Social Psychology is a broad field whose goals are to understand and explain how our thoughts, feelings, perceptions, and behavior are influenced bye the presence of, or interactions with others."8

"معاشرتی نفسیات ایک وسیع مضمون ہے جس کا منتہی یہ سمجھنا اور بیان کرنا ہوتا ہے کہ دوسروں کی موجودگی یا تعامل سے کیسے ہماری سوچیں، احساسات ادراکات ار کردار متاثر ہوتے ہیں۔"

اسی طرح معاشرتی نفسیات کی دوسری تعریف یہ ہے کہ:

"Social Psychology is the systematicstudy of the nature and causes of human social behavior.9

"منظم انداز میں فطرت اور انسانی معاشرتی کردار کے اسباب کا مطالعہ کے کانام معاشرتی نفسیات ہے۔"

نفسیات کے معاشرتی اثرات:

تمدنی دنیا میں ایسا کوئی انسان نہیں مل سکتا جس کے بابت یہ کہاجاسکے کہ خارجی اثرات اس پر اثرانداز نہیں ہوتے، کیونکہ کسی بھی انسان پر جو اثرات مرتب ہوتے ہیں وہ اثرات دوطرح کے ہوتے ہیں:

(۱): وہ اثرات جو موروثی ہوتے ہیں۔

(۲): وہ اثرات جو معاشرے اور ماحول کی وجہ سے ہوتے ہیں۔

موروثی اثرات:

کسی بھی انسان کی فطرت کا ایک ایسا حصہ ہے جو باپ داداسے نسل در نسل ہوتے ہوئے اس کے خون کے ذرات اور دل ودماغ کے ایک ایک ریشے میں حلول کئے ہوئے ہوتے ہیں۔10

معاشرتی اثرات:

کائنات کی ہر چیز میں کچھ امکانی صلاحیتیں (Potentialities) ہوتی ہیں اور انہی امکانی صلاحیتوں کی نمو اور تکمیل اس چیز کی زندگی کا مقصد ہوتا ہے ٹھیک اسی طرح انسان میں بھی بہت سی صلاحیتیں پوشیدہ ہیں انہی صلاحیتوں کو پروان چڑھانا اور انہیں ٹھیک طور سے استعمال کرنا انسانی زندگی کا مقصد ہے۔ عالم انسان اور عالم آفاق میں یہ بنیادی فرق ہے کہ عالم آفاق پر نشو نما اور تکمیل کا قانون مسلط کر دیا گیا ہے ان کا اپنا کوئی ارادہ اور اختیار نہیں ہوتا کہ چاہے تو اس قانون فطرت سے بغاوت کرے یا اسے اپنا کر اس کی پابندی کرے، جبکہ عالم آفاق کے برعکس انسان صاحب اختیار و ارادہ ہے اس پر کوئی ایسا قانون مسلط نہیں کیا گیا ہے جس کے تحت زندگی گزارنے پر وہ مجبور ہو مثلاً بکری کا بچہ بھوک سے مر جائے گا تاہم کبھی بھی وہ گوشت خور نہ بنے گا۔ اسی طرح انڈے سے نکلتے ہی مرغی کا بچہ خشکی کی طرف دوڑے گا جبکہ ہر بطخ کا بچہ پانی کی طرف اس کے برعکس انسانی بچے کی حالت یہ ہوتی ہے کہ وہ زہریلی اشیاء بھی اسی بے تکلفی سے منہ میں ڈالتا ہے، جس بے تکلفی سے وہ میٹھی اشیاء ڈالتا ہے کبھی آگ کی شعلوں کو پکڑتا ہے تو کبھی پانی میں گرتا ہے، معلوم ہوا کہ انسان کے اندر ایسی کوئی چیز نہیں جو اسے درست راستے پر چلنے کیلئے مجبور کرے اسی وجہ سے انسان خارجی رہنمائی کا محتاج ہوتا ہے معلوم ہوا کہ معاشرت انسانی فطرت کا خاصہ ہے۔11

معاشرہ وماحول کا نفسیات سے تعلق:

سائنسی اور تجرباتی طور پر ماحول اور نفسیات کے تعلق کو جانچنے اور پرکھنے کیلئے نارمن نے پہلا معاشرتی نفسیاتی تجربہ اس حوالے سے شائع کیا تھا کہ معاشرتی آسانی اور مدد کا انسانی نفسیات سے کیا تعلق ہے؟

"نارمن نے سائیکل سواروں کے باہمی مقابلے میں یہ مشاہدہ کیا کہ ایک سائیکل سوار جب تنہا تھا تو اس نے جتنی بھی تیز سائیکل چلانے کی کوشش کی نتیجہ یہی نکل آیا کہ عام وقت میں وہ اس سڑک پر اس رفتار سے جتنی دیر میں جو فاصلہ پہلے طے کر سکتا تھا اب بھی اتنا ہی طے کیا ہے لیکن جب اسی سڑک پر اس کے ساتھ دوسرا سائیکل سوار مقابلے میں تھا تو پھر اس کی ذاتی کارکردگی پہلے کے مقابلے میں زیادہ بہتر ہوئی"12

اسی طرح ہم بھی اپنی عام معاشرتی زندگی میں اس چیز کا مشاہدہ کرتے ہیں کہ جب ہم تنہا ہوتے ہیں تو ہلکی دوڑ میں جب ہم اختتام تک پہنچتے ہیں تو بہت زیادہ جان لگانی پڑتی ہے اس کے برعکس اگر اسی راستے پر ہمارے ساتھ کوئی اور بھی دوڑ رہا ہو تو پھر اچانک ہم اپنے اندر ایک بڑی توانائی محسوس کرتے ہیں جو ہمارے جسم کو طاقت پہنچاتی ہے اور ہم یہ کوشش کرتے ہیں کہ اپنے مقابل کو ہرائے۔

معاشرتی ماحول کے انسانی نفسیات کے ساتھ تعلق کا ایک بڑا ثبوت یہ بھی ہے کہ کسی خاص اصول اور ضابطہ کے تحت انسانوں کا طرز زندگی اور نفسیات قائم نہیں ہوتے اور نہ ہی خود انہیں کوئی احساس ہوتا ہے کہ وہ اپنے لئے کوئی طرز زندگی قائم کر رہے ہیں بلکہ غیر محسوس طور پر اطراف واکناف کے حالات اور معاشرتی ماحول کے مطابق خود بخود ان کا کوئی نہ کوئی طرز زندگی قائم ہو جاتا ہے۔13

مندرجہ بالا تفصیلات سے یہ بات واضح ہو گئی کہ معاشرتی ماحول کا انسانی نفسیات کے ساتھ بہت بڑا اور گہرا تعلق ہے، انسان کی سوچ، رویے اور کردار معاشرتی ماحول کے مطابق ہی بنتے اور بگڑتے ہیں۔

معاشرتی ماحول کے نفسیات پر اثرات

یہ ایک عام انسانی فطرت ہے کہ لوگ اظہار نمائش کو پسند کرتے ہیں اور ان کی چاہت ہوتی ہے کہ لوگ انہیں پسندیدہ نگاہوں سے دیکھے مثلاً اگر کوئی فرد بازار سے گزرتا ہے اور اسے وہاں جان پہچان والا مل جاتا ہے اب اگر وہ شناسائی والا انجان بن کر گزرتا ہے اور اسے نظر انداز کرتا ہے تو یقیناً اسے بہت تکلیف ہو گی اسی طرح اگر کسی شخص کا نام غلط لکھا اور بولا جائے تو لازمی طور پر وہ اس سے متاثر ہوتا ہے اسی طرح اگر کسی انسان کو محفل میں توجہ نہ دی جائے تو اس وقت وہ ذلت کے احساس تلے دب جاتا ہے، اب یہاں پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایک انسان یہ ساری باتیں کیوں محسوس کرتا ہے؟ اور ان باتوں کا اتنا شدید اثر کیوں لیتا ہے؟ تو اس کا ایک بنیادی اور اصولی جواب وہی ہے جو علم نفسیات کے مشہور کتاب "ہماری نفسیات" میں ہے کہ:

"بڑی حد تک انسان کے جذبات واحساسات اور نفسیات پر معاشرہ کا اثر پڑتا ہے اور انسان اس سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا چنانچہ یہی وجہ ہے کہ اگر کسی انسان کا معاشرتی مقاطعہ (Social Boycott) اس طور پر کیا جائے کہ کوئی بھی فرد اس سے بات چیت نہ کرے، معاشرے میں اس کی موجودگی اور غیر موجودگی یکساں ہو اور کوئی بھی اس سے سروکار نہ رکھے تو یہ بہت بڑی سخت سزا ہوتی ہے۔"14

یہی وہ سزا ہے جو ایک صحیح انسان کو ذہنی طور پر پاگل کر دیتا ہے اور شدید مایوسی میں مبتلا کر دینے کیلئے کافی ہے، اگر اسلامی تعلیمات کا نفسیاتی اثر نہ ہوتا تو قریب تھا کہ معاشرتی بائیکاٹ والے لوگ خودکشی کر لیتے۔

اپنے طبقہ میں نمایاں ہونے کی خواہش:

انسان کا جس طبقہ اور جماعت سے تعلق ہوتا ہے تو اس کی یہ جستجو ہوتی ہے کہ اسے وہی متعلقہ طبقہ کیا حیثیت دیتے ہیں؟ چنانچہ ایک کامیاب اور عادی مجرم کو اس بات کی قطعاً کوئی پرواہ نہیں ہوتی کہ قانون کی پاسداری کرنے والے اور معزز شہری اس کے متعلق کیا رائے رکھتے ہیں اور اسے کس قدر برا اور معاشرے

کیلئے نقصان دہ سمجھتے ہیں بلکہ اسے تو اس بات کا شدت سے احساس ہوتا ہے کہ مجرم طبقہ میں اسے کیا مقام حاصل ہے؟ اور وہ اسے کتنی عزت دیتے ہیں؟ اسی طرح ایک امن پسند شخص کو صلح کے حامیین کی تحسین سے جس قدر خوشی حاصل ہوتی ہے تو شر پسند عناصر کی تحقیر سے اتنی تکلیف نہیں پہنچتی ہے چونکہ معاشرتی عوامل ہماری نفسیات پر اثر انداز ہوتے ہیں اس وجہ سے یہ ایک حقیقت ہے کہ ہم میں سے ہر ایک اپنے طبقہ یا جماعت میں پذیرائی حاصل کرنے کی خواہش رکھتا ہے اور یہ عنصر اس قدر قوی ہے جو ہمارے جذبات خیالات اور طرز عمل کو متاثر کرتا ہے اور یہی وہ چیز ہے جس کی وجہ سے دنیا کے بدترین اور بہترین کام وجود میں آتے ہیں۔15

بچوں پر معاشرتی ماحول کے اثرات:

انسان اپنی زندگی میں کئی مراحل سے گزرتا ہے اس کا پہلا دور بچپن کا ہوتا ہے، اہل نفسیات کے نزدیک یہ دور بہت اہمیت کا حامل ہوتا ہے کیونکہ بچپن ہی سے انسانی طرز زندگی کی بنیاد پڑتی ہے چنانچہ اگر ہم غور سے بچوں کا مطالعہ کریں تو یہ بات صاف طور پر واضح ہو جاتی ہے کہ بچے بچپن ہی سے زندگی کا معنی اور اس کا مقصد جاننے کی کچھ نہ کچھ کوشش کرتے ہیں بچے ماحول اور معاشرے میں اپنی قابلیتیں، قوتیں اور صلاحیتوں کو جاننے کی کوشش کرتے ہیں اور پانچ سال کی عمر میں ایک خاص طرز زندگی اپنانے لگتے ہیں اور ایک مخصوص طریقے سے اپنے مسائل حل کرنے لگتے ہیں عموماً اس عمر میں پہنچ کر بچے یہ بات سمجھنے لگ جاتے ہیں کہ دوسرے لوگ ان سے کیا توقعات رکھتے ہیں؟ انہیں دوسروں سے کیا توقعات ہیں؟ ڈاکٹر عمران اشرف صاحب بچے کی تربیت اور معاشرتی ماحول کے حوالے سے لکھتے ہیں:

> "انسانی فطرت کی رو سے بچپن کا زمانہ ہی آئندہ کی پوری زندگی کیلئے بنیاد رکھنے کا وقت ہے، اس وقت جیسا ذہن بنے گا زندگی کے بقیہ مراحل جوانی اور بڑھاپے تک اس کے اثرات باقی رہیں گے اگر بچے کے کردار واخلاق کو اچھی تربیت کے سانچے میں ڈھالا جائے گا تو یہ آئندہ زندگی میں اس کیلئے ایک مفید سرمایہ ہوگا۔"16

ابتداء ہی سے بچے کی تربیت ضروری ہے خدانخواستہ اگر شروع ہی میں بری خصلتیں جڑ پکڑ گئیں تو آگے چل کر اصلاح کا عمل ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہو جائے گا۔

چونکہ بچہ دودھ پینے کے زمانے ہی سے والدین کے تعلقات، ان کے رویے اور تربیت کے طریقوں سے متاثر ہوتا ہے اسی طرح بچپن میں بچے کی شخصیت پر خاندانی رویوں، رجحانات اور اقدار کا بھی اثر ہوتا ہے نیز نفسیاتی اعتبار سے اس زمانہ کے دیگر تجربات بھی بہت اہم ہوتے ہیں اس وجہ سے ماہرین اسے زیادہ اہمیت دیتے ہیں۔17

بچوں کی پرورش اور تربیت کی تعلیمات

مختلف اخلاقی بے راہ روی نوجوان بچوں نسل کی جڑوں کو کھوکھلا کر رہی ہے، یہ مسلم نوجوان بچے نشے کا عادی، شراب، زنا اور جھوٹ کا رسیا، عفت وحیاء کا دامن چاک کرکے بے حیائی اور فحاشی کا دلدادہ ہو گیا ہے، جبکہ دوسری طرف انٹرنیٹ، کمپیوٹر، موبائل اور الیکٹرونک میڈیا کے ساتھ حد سے زیادہ وقت گزارنے کے سبب ہمارے بچوں کے معاشرتی رویے تبدیل ہو رہے ہیں، اس تبدیلی کی ایک قیمت وہ ہے جو اُن کو استعمال کرنے والے بچے ادا کر رہے ہیں اور کریں گے۔۔۔ اور ایک قیمت وہ ہے جو اُن کی آنے والی نسلیں ادا کریں گی۔ ٹھیک ہے کہ الیکٹرونک میڈیا کا استعمال آج کی ضرورت ہے لیکن یہ بھی ضروری ہے کہ اس کا استعمال ایک حد تک رکھا جائے۔ غیر صحت مند اور نقصان دہ سرگرمیوں کو مانیٹر کرنا حکومت کا کام ہے۔ چین اور دیگر ممالک کی مثال ہمارے سامنے ہے جہاں اس حوالے سے سخت قوانین موجود ہیں۔ ساتھ ہی ویب سائٹس کو فلٹر بھی کیا جاتا ہے، یہ قوانین تمام کمرشل ویب سائٹس بلکہ سائنسی ویب سائٹس تک سے یہ کہتا ہے کہ وہ کم عمر نوجوانوں اور بچوں سے ایسی تمام اشیا اور معلومات کو دور رکھیں جو ان کے لیے کسی بھی لحاظ سے نقصان دہ ہوں۔

نوجوان نسل کی تربیت اور حکومت کا کردار

نوجوان کے تربیت کی تعلیمات نہ صرف حکومت کی ذمہ داری ہے بلکہ حکومت کے ساتھ ساتھ والدین سمیت معاشرے کے ہر فرد کو اس کے لیے اپنا کردار ادا کرنا ہوگا۔ تاکہ اقدار، تہذیب اور اخلاقیات کی حفاظت ہو سکے۔ معاشرے میں شعور بیدار کرنا ہوگا، انفرادی اور اجتماعی سطح پر جدوجہد کرنی ہوگی۔ اس کے

لیے عالمی سطح پر تمام اسلامی ممالک،تنظیموں اور اداروں کو"تھنک ٹینک" بنانے چاہئیں۔ یہ تھنک ٹینک پورے وژن سے موثر حکمت عملی ترتیب دیں۔ میڈیا کانفرنسیں مستقل بنیادوں پر منعقد کی جائیں تا کہ وقت کے چیلنجوں کا مقابلہ کیا جاسکے۔ جدید ٹیکنالوجی کو دنیا میں اسلام کی حقیقی تصویر اُجاگر کرنے کے لیے استعمال کیا جائے، تیاری کے ساتھ اسلامی پروڈکشن ہاؤسز بنانے چاہئیں۔ اس کی ایک بہترین مثال Peace Tv کی شکل میں موجود بھی ہے، اس کے تجربے سے استفادہ کرکے پوری دُنیا میں اسلامک الیکٹرونک میڈیا کا ایک سلسلہ شروع کیا جائے جو معاشرے کی اخلاقی اور تہذیبی بنیادوں پر تربیت کرنے، اسلامک میڈیا انسٹی ٹیوٹ کے ذریعے پروڈیوسرز، اسکرپٹ رائٹرز، کیمرہ مین، ایڈیٹنگ اور اینکر پرسنز کو تربیت دی جائے تا کہ اسلامی حدود و قیود کے اندر بہترین اینکر پرسنز، پروڈیوسر، اسکرپٹ رائٹرز، کیمرہ مین، ٹیکنیشن کی ایک کھیپ تیار کی جاسکے جو مکمل اسلامی شعور اور ادراک کے ساتھ ابلاغ کی دُنیا میں اسلامی انقلاب کی بنیاد رکھ سکے۔

ہمارے معاشرے میں دیکھا یہ گیا ہے کہ بچوں کی پرورش اور تربیت کی تعلیمات کے حوالے سے ابتداء میں بچوں اور جوانوں میں بے راہ روی مغربی معاشروں میں پائی جاتی تھی جہاں زندگی پیچیدہ اور مشینی ہے، اور خاندان کا تصور ختم ہو رہا ہے نہ ہی خاندان اپنی ذمہ داری احسن طریقے سے پوری کر رہا تھا، جبکہ آج کل یہ مرض پاکستان اور تیسری دنیا میں تیزی سے پھیل رہا ہے۔

مخصوص افراد پر ماحول کے اثرات

ہمارے معاشرے بلکہ ہر معاشرے میں کچھ معذور افراد پائے جاتے ہیں ان کو مخصوص یا سپیشل افراد کہا جاتا ہے، مخصوص یا سپیشل افراد عموماً اپنی جسمانی کمزوریوں پر کڑھتے رہتے ہیں اور ہمیشہ اسی خیال میں مگن ہوتے ہیں اس لئے وہ اپنی ذات سے ہٹ کر دوسرے امور اور مسائل پر توجہ نہیں دیتے، ان کا تمام وقت اپنی حالت پر غور کرنے اور سوچتے رہنے میں ضائع ہوتا ہے اسی لئے اپنے ماحول میں دلچسپی لینے کیلئے نہ تو وقت پاتے ہیں اور نہ ہی شوق رکھتے ہیں جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ان کے سماجی جذبات خاطر خواہ ترقی نہیں کرپاتے اور ان میں دوسرے کیساتھ مل کر جل کر اجتماعی طور پر کام کرنے کی صلاحیت پیدا نہیں ہوتی ہے، بلاشبہ ناقص اعضاء انسانی ترقی میں رکاوٹ ثابت ہوتے ہیں لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ یہ انسان کو بالکل ناکارہ نہیں کرسکتے اگر کسی فرد کے اعضاء ناقص یا کمزور ہو لیکن اگر وہ ذہنی طور پر تندرست ہو اور اس کی صحیح نہج پر تربیت کی جائے کہ اس کے ذہن میں مشکلات کو عبور کرنے کی صلاحیت پیدا کردی جائے تو یہ شخص بھی اپنی کوششوں اور معاملات میں ایسے ہی کامیاب ہوگا جیسے کہ ایک صحیح اعضاء رکھنے والا فرد کامیاب ہوتا ہے، یہ ایک عام مشاہدہ ہے کہ بسا اوقات معذور افراد اپنی معذوری کے باوجود صحیح اور تندرست لوگوں سے زیادہ نمایاں کام انجام دیتے ہیں اور زندگی میں کامیاب ہوتے ہیں کیونکہ ان کی معذوری ان کیلئے ایک محرک ثابت ہوتی ہے جو انہیں ترقی کی راہ پر لگادیتی ہے لیکن یہ بات واضح رہے کہ ایسا اسی وقت ہوتا ہے جب کہ دل و دماغ میں مشکلات عبور کرنے اور غالب آجانے کی صلاحیت پیدا ہوگئی ہو مثلاً کسی چیز کو دیکھنے کیلئے ایک کمزور بصارت والے انسان پر زیادہ بوجھ پڑتا ہے اگر اس کی صحیح تربیت کی جائے تو پھر کسی بھی چیز کو وہ خوب غور وخوض سے دیکھے گا اور اشیاء پر ایک خاص دھیان دے گا جس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ صحیح اور تندرست لوگوں کی بنسبت (جنہیں اس طرح کی کوشش اور توجہ کی ضرورت نہیں پڑتی) انہیں زیادہ تجربہ حاصل ہوگا پس ظاہر ہوا کہ جسمانی عیب یا ناقص اعضاء بعض اوقات انسان کیلئے مفید اور نفع بخش ثابت ہوتے ہیں بشرطیکہ ذھن میں رکاوٹوں اور مشکلات کو حل کرنے کا جذبہ پیدا کیا جائے۔

سپیشل افراد کی کامیابی کا راز:

ان مخصوص افراد کی کامیابی کا راز بتاتے ہوئے مقصد زندگی نامی کتاب میں جناب سعید احمد صاحب نے کچھ اس طرح لکھا ہے:

> "اگر ان کی ایسی تربیت کی جائے کہ ان کا ذھن پورے ماحول سے دلچسپی رکھے، اس میں حصہ لے صرف اپنے آپ میں محو نہ رہے اور خود غرض نہ بنے تو یقیناً ایسے افراد اپنے جسمانی نقائص کے مقابلے میں کامیاب ہوسکتے ہیں۔"18

معاشرہ سے علیحدہ رہنے کے نفسیاتی نقصانات اور تعلیمات نبوی ﷺ:

دنیا میں جتنے افراد ناکام زندگی گزارتے ہیں مثلاً خلل اعصاب کے مریض، نشہ کرنے والے، خبطی، مجرمین اور خودکشی کرنے والے وغیرہ ان تمام افراد میں ایک امر مشترکہ طور پر یہ پایا جاتا ہے کہ ان لوگوں میں معاشرتی تعاون اور ہمدردی کا جذبہ نہیں ہوتا جس کی وجہ سے وہ سماج بیزار ہوتے ہیں وہ اس بات کو سمجھتے ہی نہیں کہ معاشی، سماجی اور جنسی مسائل کو حل کرنے کا بہتر طریقہ معاشرتی طور پر مل جل کر کام کرنا اور باہمی تعاون کرنا ہے ایسے افراد صرف اپنی زندگی کو ہی زندگی سمجھتے ہیں اس لئے ایسے افراد کا وجود صرف اپنے آپ کیلئے ہوتا ہے، اپنی ذات سے دوسروں کو کوئی فائدہ نہیں پہنچاتے، دوسروں کیلئے ان کا ہونا یا نہ ہونا برابر ہوتا ہے، ایسے افراد کا مقصد زندگی ذاتی فوقیت اور ذاتی فائدے تک محدود ہوتا ہے اور ایسے افراد کو اگر کوئی کامیابی مل بھی جاتی ہے تو وہ صرف ان کی ذاتی حد تک ہوتی ہیں خودکشی میں ناکام کئی افراد کا اقرار کر رہی ہیں کہ جب ہمارے ہاتھ میں زہر کی بوتل تھی تو اس وقت ہم اپنے اندر ایک قوت برتری محسوس کر رہے تھے اور بسا اوقات جس چیز کو وہ کامیابی سمجھ رہے ہوتے ہیں تو درحقیقت وہ ان کی کم فہمی کا نتیجہ ہوتا ہے۔

اسی وجہ سے آپ ﷺ نے راہبانیت کے طرز زندگی اختیار کرنے سے منع فرمایا ہے، اور رھبانیت (دنیا اور اس کی لذتوں کو ترک کر دینا) کی اسلام میں مذمت کی گئی ہے، پیغمبر اسلام ﷺ نے ارشاد فرمایا:

" لا رهبانية في الاسلام"19

"اسلام میں رہبانیت نہیں"

یہی وجہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ان تینوں صحابہ کرام کو منع فرمایا جو دنیاوی اور معاشرتی زندگی کو چھوڑ کر الگ تھلگ ہو رہے تھے چنانچہ ارشاد گرامی قدر ہے:

"أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، يَقُولُ: جَاءَ ثَلَاثَةُ رَهْطٍ إِلَى بُيُوتِ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ ﷺ يَسْأَلُونَ عَنْ عِبَادَةِ النَّبِيِّ ﷺ فَلَمَّا أُخْبِرُوا كَأَنَّهُمْ تَقَالُّوهَا، فَقَالُوا وَأَيْنَ نَحْنُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ؟ قَدْ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ وَمَا تَأَخَّرَ، قَالَ أَحَدُهُمْ: أَمَّا أَنَا فَإِنِّي أُصَلِّي اللَّيلَ أَبَدًا، وَقَالَ آخَرُ أَنَا أَصُومُ الدَّهرَ وَلاَ أُفْطِرُ، وَقَالَ آخَرُ أَنَا أَعْتَزِلُ النِّسَاءَ فَلاَ أَتَزَوَّجُ أَبَدًا، فَجَاءَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ إِلَيهِمْ، فَقَالَ أَنْتُمُ الَّذِينَ قُلْتُمْ كَذَا وَكَذَا، أَمَا وَاللهِ إِنِّي لَأَخْشَاكُمْ لِلهِ وَأَتْقَاكُمْ لَهُ، لَكِنِّي أَصُومُ وَأُفْطِرُ، وَأُصَلِّي وَأَرْقُدُ، وَأَتَزَوَّجُ النِّسَاءَ، فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِي فَلَيسَ مِنِّي"20

"انس بن مالک روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے گھر میں تین آدمی آپ کی عبادت کا حال پوچھنے آئے، جب ان سے بیان کیا گیا تو انہوں نے آپ ﷺ کی عبادت کو بہت کم خیال کرتے ہوئے کہا کہ ہم آپ ﷺ کی برابری کس طرح کر سکتے ہیں، آپ کے تو اگلے پچھلے گناہ سب معاف ہو گئے ہیں، ایک نے کہا میں رات بھر نماز پڑھا کروں گا، دوسرے نے کہا میں ہمیشہ روزہ رکھوں گا، تیسرے نے کہا میں نکاح نہیں کروں گا اور عورت سے ہمیشہ الگ رہوں گا، اس کے بعد رسول اللہ ﷺ ان کے پاس تشریف لائے اور فرمایا کیا تم لوگوں نے یوں یوں کہا ہے؟ اللہ کی قسم! میں اللہ سے تمہاری بنسبت بہت زیادہ ڈرنے والا اور خوف کھانے والا ہوں، پھر روزہ رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں، نماز پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور ساتھ ساتھ عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں، یاد رکھو جو میری سنت سے روگردانی کرے گا، وہ میرے طریقے پر نہیں۔"

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام معاشرت اور سماج کی دعوت دیتا ہے، نبوی ﷺ کی تعلیمات میں ہم دیکھتے ہیں کہ اسلام ازدواجی زندگی کی تاکید کرتا ہے اس دنیا میں سب سے زیادہ قریبی اور گہرا تعلق انسان کا اپنے رفیق حیات سے ہوتا ہے اس وجہ سے شادی کا عنصر انسانی زندگی میں لازمی طور پر خوشیوں کا ذریعہ بنتا ہے ایک طرف اس سے صحت پر مثبت اثرات مرتب ہوتے ہیں تو دوسری طرف عام انسانی زندگی بھی دلکش اور خوشگوار ہو جاتی ہے، جناب دلائی لامہ لکھتے ہیں کہ:

"یورپ اور امریکہ میں ایسے ہزاروں سروے کئے جا چکے ہیں جن سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ شادی شدہ افراد بنسبت کنواروں، بیواؤں اور طلاق یافتہ کے عام طور پر زیادہ تسلی بخش، خوشگوار اور مطمئن زندگی گزارتے ہیں، امریکہ ہی میں ایک سروے کیا گیا جس میں یہ بات معلوم ہوئی کہ ہر دس میں سے چھ امریکیوں نے اپنی ازدواجی زندگی کو خوش کن قرار دیا۔"21

یعنی معاشرہ کے ساتھ وابسطہ رہنے کی فوائد نہ صرف تعلیمات نبوی ﷺ سے اُجاگر ہوتے ہیں بلکہ عام سوشل روک بھی یہی بتاتا ہے کہ معاشرے میں مل جل کر رہنے کے جہاں بہت سارے فوائد ہیں وہاں معاشرے سے کٹنے کی صورت میں اس کی کئی سارے نقصانات بھی ہیں۔

معاشرتی دباؤ کا فائدہ:

اگر کسی نے اپنی مقصد زندگی غلط چیز کو بنائی ہو تو اس کی اصلاح کا طریقہ یہ ہے کہ غلط تصور زندگی کی وجہ سے اسے جن ناکامیوں کا سامنا ہے، ان پر غور کر کے طرز زندگی بدل دے مگر ایسا بہت ہی کم ہوتا ہے اصل میں اگر اسے معاشرے کے دباؤ کا سامنا ہو تو یہ خود بخود سدر جاتا ہے جیسا کہ حافظ سعید احمد صاحب لکھتے ہیں کہ:

"ایسا شاذونادر ہوتا ہے کہ زندگی کی ناکامیوں اور غلطیوں کی وجہ سے کوئی اپنا طرز زندگی بدل دے عموماوہ صرف اس وقت اصلاح کی طرف متوجہ ہوتا جب اس پر معاشرتی دباؤ ہو۔"22

یعنی معاشرتی دباؤ اگرچہ بسا اوقات نقصان کا باعث ہوتا ہے مگر اس کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ اس کے بہت سارے فائدے بھی ہوتے ہیں۔

سیرت نبوی ﷺ اور معاشرتی ماحول:

معاشرتی ماحول پر اثرات کے حوالے سے سیرت نبوی ﷺ سے ہمیں یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ معاشرتی امور انسانی نفسیات پر اثرانداز ہوتے ہیں چنانچہ آپ ﷺ کا فرمان ہے:

"كُلُّ مَوْلُوْدٍ يُوْلَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ فَأَبَوَاهُ يهوِّدَانِه، اَوْ يُنَصِّرَانِه، اَوْ يمجِّسَانِه كَمَثَلِ الْبَهِيمَةِ تُنْتَجُ الْبَهِيمَةُ هَلْ تَرَى فِيهَا جَدْعَاءَ"23

"ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے پھر اس کے والدین اسے یہودی یا نصرانی یا مجوسی بنادیتے ہیں جس طرح کہ جانور صحیح سالم بچہ جنتا ہے، کیا تم نے کوئی کان کٹا ہوا بچہ بھی دیکھا ہے؟"

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ہر انسان کی پیدائش فطرت پر ہوتی ہے پھر معاشرتی عوامل میں سے ایک عامل اس کی نفسیات پر اثرانداز ہو کر اس کے طرز زندگی کو بدل کر رکھ دیتا ہے اور وہ پروہی نہیں رہتا جو پہلے تھا، اسی طرح جماعتی اثر کے حوالے سے آپ ﷺ کا فرمان ہے:

"اَلرَّجُلُ عَلَى دِيْنِ خَلِيلِه، فَلْيَنْظُرْ اَحَدُكُمْ مَنْ يُخَالِلُ"24

"آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے اس لئے تم میں سے ہر شخص کو یہ دیکھنا چاہیے کہ وہ کس سے دوستی کر رہا ہے؟"

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی فرد کے طرز زندگی میں جماعت کے اثر کا بھی نمایاں کردار ہوتا ہے، خلاصہ کلام یہ کہ معاشرتی اثرات کا انسانی زندگی اور معاشرت پر گہرے اثرات مرتب ہوتے ہیں، یہی بات اہل نفسیات نے بھی تحقیق کرکے بتائی ہے اور سیرت نبوی ﷺ کی تعلیمات سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ معاشرے کے نفسیاتی اثرات ہر عمر اور ہر نوع کے افراد پر پڑتی ہے، اگر اثرات برے ہو تو اس کا ازالہ ضروری ہے اور اگر اچھے ہو تو اس پر اور توجہ کی ضرورت ہے تاکہ اس کا نشوونما ہو۔

حوالہ جات(References)

١. کیرانوی، وحید الزماں، القاموس الوحید، (ادارہ اسلامیات، لاہور، ٢٠٠١ء)، ٢: ١٦٨۴

Keranawi,waheedu alzaman,Alqamosul waheed,idaro islamiyat, Lahor, 2001, 2,:1684.

٢. ڈاکٹر عمارہ یوسف، صائمہ ندیم، نفسیات کے اساسی نظریات، (علمی کتب خانہ، لاہور، 2015)، ٢

Dr.Ammara Yosuf,Saima Nadeem,Nafseyat k Asasi nazreyat,ilmi Kutoob Khana, lahor,2015, 2

٣. بلیلاوی. عبد الحفیظ. مولانا، مصباح اللغات، (دار لحدیث ملتان، س ن،) ۵۵٣

Balyawi,Abdul Hafeez,Mulana,MesbahuluGhat,Darul Hadees,Multan,San e ishat nadarad,:553

4. A*nwar .Principlesof sociology . saif printing press. Pasha war cantt.:59*

۵. غلام رسول چوہدری. پروفیسر، اسلام کا عمرانی نظام، (لاہور، علم وعرفان پبلشرز، ٢٠٠۴)، ٢٢

Ghulam Rasul,chodre,Prof,islam ka imrani nizam,ilam wa Irfan pablesher,Lahor , 2004,:22

٦. شاہد، ایس ایم شاہد، اسلام اور جدید سیاسی وعمرانی افکار، (لاہور، نیو بک پیلس، س ن،) ۴۴٨

S M Shahed,islam awr jaded siyasi wa imrani Afkar,New Book pelas,san e ishat nadarad,:448

٧. شاہد، ایس ایم شاہد، اسلام اور جدید سیاسی وعمرانی افکار، ۵٧٩

S M Shahed,islam awr jaded siyasi wa imrani Afkar,:579

8. *Rod Plotnik, Haig kouyoumdjain,Introduction to psychology, ninthe edition,:581*
9. *John D. Delamater, Daniel J.Myers, Social Psychology, Thomson, sixth edition 2007, 3*

١٠. شاہد، ایس ایم شاہد، اسلام اور جدید سیاسی وعمرانی افکار، ۴٣٧

S M Shahed,islam awr jaded siyasi wa imrani Afkar,:437

١١. ایضاً: ۴۴٢

Aizan:442

12.Social Psychology,:387

۱۳. سعید احمد، حافظ، مقصد زندگی، (کراچی، مکتبہ الیاس، ۲۰۰۳)، ٦٧

Saeed Ahmad,hafeez,Maqsad e zindaghi,Maktab e ilyas,Karachi,2003:67

۱۴. مینڈر، ای اے مینڈر، ہماری نفسیات، ۲۴

Mender,E A Mender,Hamari Nafsiyat,:24

۱۵. مینڈر، ای اے مینڈر، ہماری نفسیات، ۲۵

16.Mender,E A Mender,Hamari Nafsiyat:25

۱۷. عثمانی، ڈاکٹر عمران اشرف، اولاد کی تربیت میں والدین کا کردار، (لاہور، بیت العلوم، س ن)، ۵

Usmani,Dr Imran ashraf,Awlad ki tarbeyat mi Waleden ka kerdar,
Betul uloom, Lahor,Sani e ishat nadarad,:5

۱۸. زیدی، ساجدہ زیدی، شخصیت کے نظریات، قومی کونسل, نئ دہلی ۲۱۱،

Zidi,Sajida zidi,ShaKhsiyat k nazeryat,qaumi Consal,nai dehli,:211

۱۹. سعید احمد، مقصد زندگی، ۴۲

Saeed Ahmad,hafeez,Maqsad e zindaghi,:67

۲۰. ایضا:۸

Aizan:: ۸

۲۱. بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کتاب النکاح، بَابُ التَّرْغِيبِ فِي ا لنِّكَاحِ، ح:۵۰٦۳ (،بیروت، دار الطوق النجاۃ، ۱۴۲۲ھ)، ۷:۲

Bukhari,Muhammad ibn ismail,aljame alsahih,Kitabu nikah,Babu
targhebu fi anikah,Hades No:5063,Darutoq,Beroot,1422,:7:2

۲۲. دلائی لامہ، خوش رہنے کا فن، مترجم، سید علاؤالدین، (سٹی بک پوائنٹ کراچی، ۲۰۱۴ء)۴۵

Dile Lama,Khush rehny ka Fan,Mutarjem:seyd alludeen,city book
point,Karachi , 2014,:45

۲۳. سعید احمد، حافظ، مقصد زندگی ۱۴،

24.Saeed Ahmad,hafeez,Maqsad e zindaghi,:14

۲۵. بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کتاب الجنائز، بَابُ إِذَا أَسْلَمَ الصَّبِيُ فَمَاتَ، ح:۱۳۵۹، ۲:۱۰۰

Bukhari,Muhammad ibn ismail,aljame alsahih,Kitabu Aljanaiz,Babu
iza aslam sabi fa mata,Hades No1359,:2:100

۲٦. ترمذی، ابو عیسی محمد بن عیسی، السنن، ابواب الزھد، ح:۲۳۷۸، (دار لغرب الاسلامی، س ن)، ۴:۱٦۷

Termezi,Muhammad ibn e eisa,Alsunan,Abwabu Zuhad,Sades No:2
378,Darul Gharb alislami,Sani e ishat nadarad:4,:167

JQSS *(Journal of Quranic and Social Studies)*

2022, 2(1), 68 -78

حلال وحرام کے متعلق شرعی معیارات

Shari'ah standards regarding halal and haram

Gul Ahmed
MPhil Scholar, Department of Islamic Studies, University of Baluchistan Quetta

Keywords
Shari'ah, halal and haram, standards, human nature, system of life.

Gul Ahmed (2022 Shari'ah standards regarding halal and haram, *JQSS Journal of Quranic and Social Studies*, 2(1), 67-78

Abstract: *The religion of Islam is a complete system of life, For Muslims, halal food has a fundamental religious significance, Muslims in any corner of the world use halal food, From the word food, the focus is on food and drink But this is a limited concept ,Nowadays, the term halal food is used in a broad context Halal food refers not only to chicken and beef but also to halal food services and beverages cosmetics, perfumes, even rice, water, poultry food ,leather and textile products. In the preparation of which the Islamic point of view is given special importance and care is taken that no haraam element is included in it. Islam also gives us complete guidance regarding halal food because in the light of Shari'ah, the food that is obtained will be considered halal. The religion of Islam encourages its followers to eat halal food, because halal food has a profound effect on human nature. Where we are encouraged to eat halal food, we are also encouraged to avoid haraam food, Analyzing these injunctions of Islam regarding individual and collective life, they can be summarized in two words, halal and haraam.*

Corresponding Author: Email: ahmedgul190@gmail.com

Content from this work is copyrighted by *JQSS* which permits restricted commercial use, research uses only, provided the original author and source are credited

تمہید

جن چیزوں کو شریعت مطہرہ نے حرام قرار دیا ہے اس کے اسباب اور وجوہات کیا ہیں؟ اس کو شریعت نے حرام جو قرار اس کی وجوہات ہیں:

کسی چیز کے حرام ہونے کے اسباب کیا ہیں؟

۱. کسی چیز کا قرآن وحدیث کی روشنی میں حرام ہونا جیسے مردار، خنزیر، بہتا ہوا لہوا اور وہ چیزیں جس کو شریعت نے حرام قرار دیا ہے۔

۲. سکر: کسی چیز کا نشہ آور ہونا کیونکہ انسان ان کو پینے کے بعد اس کی عقل سلامت نہیں رہتی جیسے شراب وغیرہ۔

۳. مضر ہونا: کسی چیز کا نقصان دہ ہونا انسان کو پتہ ہے اس چیز کو استعمال کرنے سے مرض بڑھے گا یا جان چلی جائے گی وغیرہ۔

۴. نجس ہونا: وہ چیزیں جو ناپاک ہوتی ہیں گندگی کی وجہ سے نہیں کھائی جاتیں۔

۵. کرامت: مراد عزت انسانی، انسان کا محترم ہونا، اس لیے کہ انسان اشرف المخلوقات ہے عزت، کرامت کی وجہ سے اس کے اعضاء اور اجزاء کا استعمال حرام ہے۔

۶. افتراس: جانور کا شکاری ہونا یا درندہ ہونا جانوروں کو حرام قرار دینے کی بنیاد وجہ یہی ہے۔ کسی بھی جانور کی حلت وحرمت کے حوالے سے فقہائے کرام اس کو اس نظر سے دیکھتے ہیں کہ آیا وہ جانور شکاری جانوروں میں سے ہے یا نہیں اس لیے ڈاکٹر عبد اللہ بن محمد الطریفی اپنی کتاب "احکام الاطمعۃ فی الشریعہ الاسلامیہ" میں لکھتے ہیں:

"السبب الخامس الافتراس: و ذلک اذا کان الحیوان مفترا ساً کالاسد و الذئب و النمر و الفھد فھر محرم"(۱)

پہلا معیار: منصوص محرمات

منصوص محرمات سے مراد وہ محرمات ہیں جن کو قرآن و سنت نے حرام قرار دیا ہو کیونکہ کسی بھی چیز کو حرام قرار دینے کا سب اہم و بنیادی ماخذ قرآن وحدیث ہے۔

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے جو چیزیں اپنی کتاب میں حلال کر دی ہیں وہ حلال ہیں جو چیز حرام کر دی ہے وہ حرام ہے اور جس چیز کے بارے میں خاموشی اختیار فرمائی وہ عافیت (معاف) ہے اور اللہ کی طرف سے عافیت کو قبول کرو۔(۲)

منصوص محرمات کی قسمیں

فقہاء نے کسی چیز کے حرام ہونے کی دو قسمیں بیان کی ہیں۔ ایک قطعی دوسری ظنی۔ (۱) قطعی نص سے ثابت حرمت محرمات کو حرام اور ظنی نصوص سے ثابت محرمات کو مکروہ تحریمی کہتے ہیں۔ (۲) عموم و خصوص: ایک وہ چیزیں ہیں جن کو قرآن مجید میں نام لے کر ذکر کیا گیا جیسے شراب، خنزیر، مردار، جان بوجھ کر جن جانوروں پر اللہ تعالیٰ کا نام نہ لیا گیا ہو، بلندی سے گرنے والے جانور وغیرہ۔ دوسری وہ اشیاء ہیں جن کا ذکر صراحتاً تو نہیں آیا لیکن وہ کسی نہ کسی فقہی قاعدے کے تحت آکر حرام ہو جاتی ہیں۔

دوسرا معیار: نقصان دہ چیزیں

اس کو عربی میں "مضر" کہا جاتا ہے۔ اسباب حرمت میں یہ بھی بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ جیسے اپنے آپ کو نقصان پہنچانا قرآن مجید میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ اَنفِقُوا فِی سَبِیلِ اللّٰہِ وَ لَا تُلقُوا بِاَیدِیکُم اِلَی التَّھلُکَۃِ وَ اَحسِنُوا اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ المُحسِنِینَ
(۳)

"اور خرچ کرو اللہ کی راہ میں اور نہ ڈالو اپنی جان کو ہلاکت میں اور نیکی کرو بیشک اللہ دوست رکھتا ہے نیکی کرنے والوں کو"

اسی طرح خود کشی اور قتل نفس کو بھی فقہاء سببِ حرمت بتاتے ہیں۔

حلت وحرمت کی وجہ

کسی بھی چیز کو شریعت اسلامیہ میں حلال یا حرام قرار دیا جاتا ہے تو اس کی وجہ ہوتی ہے اس کو مقصد خمسہ کہتے ہیں۔ مثلاً جان، مال، عقل، انسان کا دین اور نسل کا تحفظ وغیرہ۔

کفر وشرک کو اس لیے حرام قرار دیا کہ اس میں دین کا نقصان ہے، شراب کو اس لیے حرام قرار دیا کہ اس میں عقل کا نقصان ہے، خودکشی اور قتل انسانی کو اس لیے حرام قرار دیا گیا کہ اس میں انسان جان کا نقصان ہے۔ زنا وبدکاری کو اس لیے حرام قرار دیا گیا کہ اس میں نسل انسانی کا نقصان ہے۔ چوری اور ڈکیتی کو اس لیے حرام قرار دیا گیا کہ اس میں انسانی مال کا نقصان ہے۔

دین اسلام میں انسان کو کسی نہ کسی وجہ سے حرام چیزوں سے بچانا ہے جو نقصان دینے والی ہیں۔

نقصان دہ اشیاء کی علت واقسام

مضر اشیاء کی تین قسمیں ہیں:

۱. زہریلی اشیاء

۲. منشیات

۳. مخدرات

۱۔زہریلی اشیاء

اس کو سمیات بھی کہتے ہیں۔ اس میں وہ سب چیزیں داخل ہیں جو انسان کے لیے جان لیوا ہیں جیسے زہر، سلو پوائزن اور اور وہ بھی چیزیں داخل ہیں جو انسانی جسم کو فوراًتو نہیں لیکن رفتہ رفتہ نقصان پہنچاتے ہوں۔

حدیث پاک میں ہے:

"جس نے اپنے آپ کو زہر دے کر مار ڈالا تو اس کا وہ زہر اس کے ہاتھوں میں ہو گا اس حال میں کہ وہ جہنم کی آگ میں ہمیشہ کے لیے اس کو گھونٹ گھونٹ پیتا رہے گا۔"[۴]

اس بنا پر زہر اور اس جیسی مضر اشیاء فقہاء امت کے نزدیک حرام ہیں۔

منشیات

اس کو عربی میں مفترات کہا جاتا ہے اس کے معنی ہیں ڈھیلا کرنا، کمزور کرنا یا ٹھنڈا کر دینا۔ شریعت اسلامی میں مفترات سے مراد وہ چیزیں ہیں جو انسان کی عقل وحواس پر اثر انداز ہو کر فتور پیدا کر دیں جیسے شراب، افیون وغیرہ جس کو اردو زبان میں منشیات سے تعبیر کرتے ہیں اور انگریز میں Drugs سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

ادرۃ البحوث العلمیۃ والافتاء سعودی عرب میں سمینار منعقد ہوا اس کے چھٹے سمینار میں منشیات، مفترات کی تعریف یوں کی گئی:

"المفتر ماخوذ من التفتير والافتار و هو مايورث ضعفا بعد اقوة وسكوناً بعد حركة"[۵]

"المفتر افتار یا تفتیر سے ماخوذ ہے اور اس سے مراد یہ ہے کہ قوت کے بعد کمزور ہو جانا، حرکت کے بعد ساکن ہو جانا وغیرہ"

اور اس کی تعریف یوں بھی کی گئی ہے:

"المسكر هو ماغطى العقل والمفتر (المخدر) كما يقول الخطابى هو كل شراب يورث الفتور والحذر"[۶]

"نشہ آور چیزوں یعنی سکر سے مراد وہ ہے جو عقل کو ڈھانپ دے یا عقل کو لے جائے اور خطابی نے کہا ہر وہ شراب جو عقل وحواس کو لے جائے۔"

مفترات کے حکم کے حوالے سے ام المومنین سیدہ ام سلمٰی رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہر نشیلی چیز اور حواس میں خلل پیدا کرنے والی چیز سے منع فرمایا ہے۔[۷]

مخدرات

اس سے مراد ایسی اشیاء ہیں جس سے انسان ہوش و حواس کھو بیٹھتا ہے عربی زبان میں خدر کے دو معنٰی آتے ہیں ایک پردہ دوسرا اندھیرا، کیونکہ نہ انسان کی فعل پر پردہ ڈال دیتا ہے یا عقل پر اندھیرا چھا جاتا ہے۔ ظاہرہ ہے ایسی اشیاء کے استعمال سے انسان اپنی عقل کھو بیٹھے گا اور بے ہوش ہو جائے گا یا عقل کام کرنا بند کر دے گی تو ظاہر ہے بلا وجہ ایسی اشیاء کا استعمال ناجائز و حرام ہے۔ ایسی چیزیں انسان کو اللہ کے ذکر سے اور نماز سے روک دیتی ہیں۔ ادھر ایک قید لگائی بلا وجہ ظاہر ہے انسان کا آپریشن ہو تو بیہوش کرنا لازمی ہے اس کو تکلیف سے بچانے کے لیے تو اس صورت میں وہ گنہگار نہیں ہو گا کیونکہ جان بچانا ضروری ہے۔

ردالمختار میں ہے کہ:

"و تحریم اکل البنج والحشیشۃ ھی ورق العنب و (الافیون) لانہ مفسد العقل و یصدعن ذکر اللہ و عن الصلوٰۃ"

ردالمختار میں اس کا جزیہ موجود ہے اور وہ یہ ہے کہ استعمال القلیل، منہ جائز، بخلاف القدر المضر۔[۹]

تیسرا معیار: نشہ آور ہونا

عربی میں اس کو سکر، اسکار کہتے ہیں جیسا کہ حدیث پاک میں ہے:

"عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ، ما اسکر کثیرۃ فقلیلہ حرام"[۱۰]

"حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ہر وہ چیز جس کی کثرت نشہ لائے اس کی قلیل بھی حرام ہے۔"

اس اصول کی رو سے ہر نشہ آور اشیاء کی بلا وجہ استعمال حرام ہے۔

سکر کی تعریف:

ایسی غفلت جو سرور کی وجہ سے عقل پر آتی ہے کسی نشہ آور شئے کھانے یا پینے والی اشیاء استعمال کرنے کی وجہ سے۔[۱۱]

حکم: سوال یہ ہے کہ نشہ آور چیزیں کہاں تک حرام ہیں اور کہاں تک حرام نہیں ہیں؟ امام ابو حنیفہؒ سے منقول ہے کہ نشہ آور چیزوں کا مصداق وہ چیزیں ہیں جن کے استعمال سے استعمال کرنے والی عقل سلامت نہ رہے یعنی وہ زمین و آسمان میں فرق نہ کر سکے اور دوسرا قول صاحبین کا ہے اور وہ یہ ہے کہ اس سے مراد ایسی اشیاء ہیں جس سے ہوش و حواس سلامت نہ رہے اور انسان بہکی بہکی باتیں کرنے لگے کیونکہ سزا کا دارو مدار ہر نشے پر نہیں ہے اس سے کونسا مراد اس جزئیہ کی بنیاد پر امام ابو حنیفہؒ کا قول معتبر ہے۔

امام شامی نے درالمختار میں لکھا ہے:

"نشہ سے مراد یہ ہے کہ انسان مرد و عورت، زمین و آسمان میں فرق نہ کر سکے اور صاحبین کے نزدیک اس کا کلام غلط ملط ہو جائے۔"[۱۲]

بحر الرائق میں ہے:

"اس کی عقل زائل ہو جائے نشہ کی تعریف میں امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک وہ نشہ جسے سے عقل زائل ہو جائے اور آدمی مرد و عورت زمین و آسمان میں فرق نہ کر سکے۔"[۱۳]

حدیث میں ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"لا يشرب الخمر حين يشربها وهو مومن"(۱۴)

"شراب پیتے وقت شرابی کا ایمان ٹھیک نہیں رہتا"

ایک اور حدیث میں ہے کہ:

"جو شخص شراب کے لیے شیرہ نکالے اور جو نکلوائے اور جو پیئے اور جو اٹھا کر لائے اور جس کے پاس لائی جائے اور جو پلائے اور جو بیچے اور جو اس کا دام کھائے اور جو خریدے اور جس کے لیے خریدی جائے ان سب پر رسول اللہ ﷺ نے لعنت فرمائی ہے۔"(۱۵)

اسی طرح ایک دوسری حدیث پاک میں ہے:

"من زنى و شراب الخمر نزع الله منه الايمان كما يخلع الانسان القميص من راسه"(۱۶)

"جو زنا کرے یا شراب پیئے اللہ تعالیٰ اس سے ایمان کھینچ لیتا ہے جیسے آدمی اپنے سر سے کرتا کھینچ لے"

حدیث پاک میں ہے:

"ثلثة لا يدخلون الجنة الاديوث والرجلة من النساء و مدمن الخمر"(۱۷)

"تین شخص جنت میں نہیں جائیں گے دیوث، اور مردانی وضع بنانے والی عورت اور شرابی"

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہر وہ چیز جو عقل کو ڈھانپ لے وہ خمر ہے اور ہر نشہ آور چیز حرام ہے اور جس شخص نے کسی نشہ آور چیز کو پیا اس کی ۴۰ دن کی نمازیں ناقص ہو جائیں گی اگر اس نے توبہ کرلی تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرمالے گا اور اس نے چوتھی بار شراب پی تو اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ اس کو طینۃ الخبال سے پلائے پوچھا گیا طینۃ الخبال کیا ہے؟ آپ نے فرمایا دوزخیوں کی پیپ۔(۱۸)

امام عبد الرزاق بیان کرتے ہیں کہ حسن نے بیان کیا نبی کریم ﷺ نے خمر پینے کی بنا پر اسی (80) کوڑے مارے۔(۱۹)

خمر کی تعریف آئمہ کے نزدیک

امام شافعی، امام مالک، امام احمد رحمہم اللہ کے نزدیک ہر نشہ آور چیز حرام ہے اور اس کے پینے پر حد واجب ہے خواہ قلیل مقدار میں پیئے یا کثیر مقدار میں۔(۲۰)

سرخسی امام ابو حنیفہؒ کے مذہب کے متعلق لکھتے ہیں کہ قرآن مجید نے خمر کو حرام قرار دیا اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک خمر اس لیے کچے شیرے کا نام جو پڑے پڑے جوش کھانے لگے اور جھاگ چھوڑ دے اس کی دلیل قرآن مجید ہے ﴿اِنِّیْۤ اَرٰىنِیْۤ اَعْصِرُ خَمْرًا﴾ (یوسف:۳۶)(میں نے خواب دیکھا کہ شراب نچوڑتا ہوں) میں نے خواب میں دیکھا میں خمر نچوڑ رہا ہوں۔ یعنی انگوروں کو نچوڑ رہا ہوں، جو خمر ہو جائیں گے۔(۲۱)

علامہ ابن عابدین شامیؒ لکھتے ہیں کہ:

امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک صرف خمر حرام قطعی ہے اس کا پینا، پلانا، بیچنا، خریدنا، رکھنا سب حرام قطعی ہے خمر کے علاوہ تین مشروب اور حرام ہیں ایک باذق ہے یعنی انگور کا پکا ہوا شیرہ جو پکنے کے بعد ایک تہائی رہ جاتا ہے یا جو پڑے پڑے جوش کھانے لگے اور جھاگ چھوڑ دے۔ دوسرا سکر ہے یعنی تازہ کھجوروں کا کچا شیرہ جب جھاگ چھوڑ دے۔ تیسرا نقیع الزبیب یعنی کشمش کا کچا شیرہ جو پڑے پڑے جھاگ چھوڑ دے۔(۲۲)

فقہ حنفی کی مایہ ناز کتاب الھدایۃ میں علامہ مرغینانی حنفی لکھتے ہیں:

"خمر ایک قطرہ بھی پی لیا جائے تو حد لازم ہو گی اور باقی تین شرابوں کے پینے سے حد تب لازم ہو گی جب نشہ ہو جائے"(۲۳)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ خمر مطلقاً حرام ہے خواہ قلیل ہو یا کثیر اور ہر مشروب میں سے نشہ آور مقدار کو حرام کیا گیا۔(۲۴)

امام بیہقیؒ نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے۔(۲۵)

حافظ الہیثمی نے لکھا بعض سندوں کے ساتھ یہ حدیث صحیح ہے۔[۲۶]

شراب کے حرام ہونے کی تاریخ

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانیؒ لکھتے ہیں کہ:

"میں نے سورۃ مائدہ کی تفسیر میں لکھا تھا کہ شراب فتح مکہ کے سال 8 ہجری میں فتح مکہ سے پہلے حرام کی گئی تھی پھر میں نے دیکھا علامہ ومیاطی نے اپنی سیرت میں جزم کے ساتھ لکھا ہے کہ شراب کو حدیبیہ کے سال حرام کیا گیا اور حدیبیہ کا واقعہ 6 ہجری میں ہوا تھا اور ابن اسحاق نے لکھا ہے یہ حکم بن نضیر کے واقعہ میں نازل ہوا تھا اور یہ جنگ احد کے بعد کا واقعہ ہے اور واقعہ میں راجح قول کے مطابق یہ 4 ہجری کا واقعہ ہے لیکن اس پر اعتراض ہے کہ صحیح بخاری میں یہ حدیث ہے کہ جب شراب کی حرمت کا حکم نازل ہوا تو میں (انس) لوگوں کو شراب پلا رہا تھا۔ اور میں اس وقت قوم میں سب سے چھوٹا تھا۔ تو اگر 4 ہجری میں شراب کی حرمت نازل ہوئی تو حضرت انس رضی اللہ عنہ اس وقت چودہ سال کے ہوں گے پھر وہ ان میں سب سے چھوٹے کیسے ہوئے؟"[۲۷]

چوتھا معیار: کسی چیز کا قابلِ نفرت ہونا

قرآن مجید کا ایک اصول یہ بھی ہے کہ تمام خبیث چیزیں حرام ہیں جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَیُحِلُّ لَھُمُ الطَّیِّبٰتِ وَیُحَرِّمُ عَلَیھِمُ الخَبٰٓئِثَ [۲۸]

قابل نفرت چیزوں کی ضد طیب آئی ہے کیونکہ لفظ طیب خبیث کی ضد ہے اور خبیث اہل عرب کے ہاں قابل نفرت اور ناپسندیدہ چیزوں کے لیے مستعمل ہے۔ جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

یٰاَیُّھَا الَّذِینَ اٰمَنُوا کُلُوا مِن طَیِّبٰتِ مَا رَزَقنٰکُم [۲۹]

"حلال کرتا ہے انکے لئے سب پاک چیزیں اور حرام کرتا ہے ان پر ناپاک چیزیں"

علامہ ابن عاشور فرماتے ہیں کہ:

"والطیبات صفة المحذوف معلوم من السیاق، ای الاطعمة الطیبات، وھی الموصوفة بالطیب، ای التی طابت، واصل معنی الطیب معنی الطھارة والزکاء"[۳۰]

طیبات سے مراد پاک

طیب کا اطلاق مباح شرعی پر ہوتا ہے کیونکہ اباحت شرعی کسی چیز کے پاک ہونے اور نقصان سے سلامتی کی دلیل ہوتا ہے۔ سورۃ المائدہ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ:

یَسئَلُونَکَ ماذا اُحِلَّ لَھُم قُل اُحِلَّ لَکُمُ الطَّیِّبٰتُ وَمَا عَلَّمتُم مِّنَ الجَوَارِحِ مُکَلِّبِینَ تُعَلِّمُونَھُنَّ مِمَّا عَلَّمَکُمُ اللّٰہُ فَکُلُوا مِمَّا اَمسَکنَ عَلَیکُم وَاذکُرُوا اسمَ اللّٰہِ عَلَیہِ [۳۱]

" تجھ سے پوچھتے ہیں کہ کیا چیز ان کے لئے حلال ہے کہہ دے تم کو حلال ہیں ستھری چیزیں اور جو سدھاؤ شکاری جانور شکار پر دوڑانے کو کہ ان کو سکھاتے ہو اس میں سے جو اللہ نے تم کو سکھایا ہے سو کھاؤ اس میں سے جو پکڑ رکھیں تمہارے واسطے"

اس آیت کی تفسیر میں امام رازیؒ اپنی تفسیر "تفسیر کبیر" میں فرماتے ہیں کہ:

"ان کثیر آیات میں لزیذ اور طیبات کی اباحت پر دلالت ہے یہ کھانوں میں حلال وحرام کھانوں کی معرفت کی طرف رجوع میں قانون اور اصل کبیر ہے۔"[۳۲]

امام نوویؒ اپنی کتاب "مجموع شرح المہذب" میں فرماتے ہیں:

"قل احل لکم الطیبت، قالا اصحابنا وغیرھم ولیس المراد بالطیب ھنا الحلال"[۳۳]

یعنی ہمارے اصحاب اور دیگر کے نزدیک یہاں طیب سے مراد حلال نہیں ہے۔ کسی چیز کے قابل نفرت ہونے کا حکم اس وقت لگے گا جب وہ وصف بالفعل موجود مثلاً لقمہ منہ میں چھبا کر بچے کے منہ میں ڈال دینا برکت کے لیے یا بچے کی آسانی کے لیے ایسا کرنا سمجھ میں آتا ہے لیکن اس کے برعکس دیکھا جائے تو لعاب کوئی پسند نہیں کرتا۔

کسی چیز کے طیب اور خبیث ہونے میں معتدل اور سلیم الطبع لوگوں کے مزاج اور طبیعت کا اعتبار ہو گا چاہے وہ اہل عرب سے ہوں یا غیر عرب سے۔ اگر مثلاً ہم مختلف علاقوں کے لوگوں کی طبیعتوں کا اعتبار کریں تو اس حلال و حرام میں اضطراب پیدا ہو گا کیونکہ یہاں اختلاف طبیعت، ذوق اور مزاج میں ہے جو ہر علاقے کے لوگوں کی جداگانہ ہے اور ایک علاقے کے لوگوں کی طبیعت دوسرے علاقے کے لوگوں پر ڈالنا آسان نہیں ہوتا۔ یہاں کسی چیز کے حلت یا حرمت کے اعتبار سے بات کی جائے تو طیب اور خبیث کے معیار حلت و حرمت کی پہلی شرط یہ ہے کہ جس معیار میں حلت و حرمت کا قول کیا جائے اس کے مقابلے میں کوئی منصوص نص نہ آتی ہو اور اگر آتی ہے تو پھر نص کا ہی اعتبار ہو گا اور نص کے خلاف کسی انسانی طبیعت و مزاج کا اعتبار نہ ہو گا مثلاً دودھ میں مکھی کا گر جانا یا گرا ہوا لقمہ صاف کر کے کھا لینا ان چیزوں کی حلت نصوص سے ثابت ہے یہ چیزیں نص کی وجہ سے حلال ہی تصور ہوں گی کسی نے ذوق اور طبیعت کو دیکھتے ہوئے اس کے حکم پر کوئی اثر نہیں پڑے گا جس چیز میں خبیث کا وصف پایا جائے وہ جمہور کے نزدیک مکروہ و حرام ہے۔ لفظ طیب جو یہاں ایک فقہی اصطلاح ہے یہ لفظ نظیف کے مترادف بالکل نہیں ہے طیب ہونا حلال کے لازمی شرائط میں سے ہے البتہ شرعی طور پر یہ مستحب ہے۔ انسان جو چیز استعمال کرے وہ حلال اور ظاہر ہونے کے ساتھ ساتھ ستھری بھی ہو کیونکہ نظیف ہونا کسی چیز کے حلال ہونے کے لیے کوئی شرعی شرط نہیں ہے اس لیے کسی حلال چیز کو نظیف نہ ہونے کی وجہ سے حرام قرار نہیں دیا جا سکتا۔

پانچواں معیار: ناپاکی (نجس) نجاست

کسی چیز کا نجس ہونا اشیاء کی حرمت کا ایک سبب ہے یہی وجہ ہے کہ شریعت اسلامیہ نے اس کے داخلی استعمال سے منع فرمایا یعنی نجاست کو غذا بنانے سے منع فرمایا۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن پاک میں جہاں لفظ "رجس" آیا وہاں (فاجتنبوا)، (فلا یقربوا) بھی آیا ہے۔ یعنی اس سے دوری اختیار کرنے کا حکم شریعت نے دیا۔

نجاست کی تعریف

نجاست کے لغوی معنی ہیں ناپاکی، گندگی۔ اصطلاح فقہاء کے نزدیک ایسی ناپاکی یا گندی چیز جس کا گندا یا ناپاک ہونا شریعت سے ثابت ہو۔ (۳۴)

امثلہ نجاست:

نجاستوں کی مثالوں کی بات کی جائے تو اس میں خنزیر، شراب، ہر بہنے والا لہو، مردار، بول و براز، لید وغیرہ شامل ہیں۔

نجس اور خبیث میں فرق:

کسی چیز کا نجس ہونا شرعی دلیل سے ثابت ہوتا ہے جبکہ خبیث جمہور فقہاء کے نزدیک حرمت اشیاء کی علت اس کا دار و مدار طبعی کراہت پر ہے۔

ناپاک چیزوں کو پاک کرنے کا طریقہ

(۱) کپڑا و غیرہ پھیر لینا (مسح): یہ ان چیزوں میں خاص ہے جنہیں دھویا نہیں جاتا بلکہ کسی کپڑے یا کاغذ وغیرہ سے صاف کر لیا جاتا اور دوسرا یہ کہ وہ چیزیں شفاف ہوں جیسے آئینہ، تلوار وغیرہ۔

(۲) تبدیل ماہیت: اس کو استحالہ بھی کہتے ہیں کہ ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف پھیر دینا / تبدیل کر دینا جیسے شراب کو کسی نئے مٹکے میں سرکہ بنا دینا یہ بھی تبدیل ماہیت ہے سرکہ جائز ہے۔

(۳) دباغت: خنزیر اور آدمی کی کھالوں کے علاوہ دیگر کھالوں کو نمک یا دھوپ میں رکھ کر ان سے رطوبت الگ کر دیا جائے تو وہ پاک ہو جاتی ہیں۔

(۴) دھونا: ناپاک کپڑا صحیح طریقے سے دھونے سے پاک ہو جاتا ہے۔

اس کی اور بھی مثالیں ہیں مثلاً کھودنا، جلانا، کھرچنا، سوکھ جانا، حیوان کا ذبح کرنا وغیرہ۔

احترام انسانیت

احترام انسان سے مراد یہ ہے کہ انسانی جسم کے کسی عضو کی بھی بیع جائز نہیں ہے اگرچہ وہ کھانے کے لیے یا لباس پہننے کی صورت میں ہو۔

تبیین الحقائق شرح کنزالاخائق میں ہے کہ:

"قلنا: حرمۃ الانتفاع بہ لکرامتہ لالنجاسۃ"(۳۵)

"فرمایا: ہم یہ کہتے ہیں کہ اس کی کرامت (احترام کی وجہ سے اس سے نفع اٹھانا حرام ہے نہ کہ نجس ہونے کی وجہ سے"

درندے جانوروں یا پرندے

اس کو عربی افتراس اور سبعیت کہتے ہیں یعنی وہ جانور جو دوسرے جانوروں کو چیر پھاڑ کر کھاتے ہیں وہ جانور جو اپنے دانتوں سے شکار کرتے ہیں۔ جبڑوں والے جانور جیسے چیتا، شیر، کتا وغیرہ اسی طرح وہ پرندے جو اپنے پنجوں سے شکار کرتے ہیں جیسے چیل، باز وغیرہ یہ سب جمہور علماء کے نزدیک چاہے وہ شوافع ہوں، احناف ہوں، حنابلہ ہوں سب کے نزدیک حرام ہے۔

حدیث پاک میں ہے کہ:

"**نھی رسول اللہ ﷺ عن کل ذی ناب من السباع**"(۳۶)

"ایسے جانور جو جبڑے کے دانتوں سے کھاتے ہیں درندہ جانور سے حضور ﷺ نے منع فرمایا"

مسند امام احمد میں ہے کہ:

"**ان رسول اللہ ﷺ نھی عن کل ذی ناب من السباع و عن کل ذی مخلب مین الطیر**"(۳۷)

"رسول اللہ ﷺ نے جبڑے کے دانتوں والے درندہ جانور اور ہر پنجے والے پرندے کھانے سے منع فرمایا"

"**ان رسول اللہ ﷺ کل ذی ناب من السباع فاکلہ حرام**"(۳۸)

"جبڑے کے دانتوں والے ہر درندے جانور کا کھانا حرام ہے"

المحیط البرہانی میں ہے کہ:

"اس بات کا جاننا ضروری ہے کہ حیوانات کی قسمیں ہیں ان میں سے کچھ ایسی ہیں جن میں خون نہیں ہے جیسے مکھی، بھڑ، مچھلی اور ٹڈی اور اس کے علاوہ ان میں سے سوائے مچھلی اور ٹڈی کے کوئی حلال نہیں ہے۔ باوجود اس کے کہ ٹڈی کسی علت کی بنا پر مری ہو یا علت کے بغیر حیلہ مچھلی اگر بغیر علت کے مری ہے تو جائز ہے اور اگر علت کے ساتھ مری ہے تو بھی جائز ہے۔"(۳۹)

حوالہ جات(References)

۱. الطریفی، عبداللہ بن محمد، احکام الاطعمۃ فی الشریعہ الاسلامیہ، ۱۶۶

Al-Tarifi, Abdullah bin Muhammad, Ahkam al-Ata'ma fi Shari'ah al-Islamiyah,166.

۲. نیساپوری، المستدرک علی الصحیحین، (شبیر بردار، لاہور، س۔ن)، ۳:۳۱۷

Nisapuri, Al-Mustadrik Ali Al-Sahihin, Shabbir Bardar, Lahore3: 317

۳. البقرہ:۱۹۵

Al-Baqara: 195

۴. بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، حدیث ۵۷۷۸۔

Bukhari, Muhammad ibn Ismail, Al-Jami 'al-Sahih, Hadith 5778.

۵. مجموعۃ من العلماء والباحثین، مجلۃ مجمع الفقہ الاسلامی، الجزء الثامن، (مجمع الفقہ اسلامی، طرابلس، لیبیا، ۱۳۶۶)

Majmua min al ulama Waal Bahiseen,mujalla majma ul alfiqa alislami,turablas,lybia,1366

٦. ایضاً۔ *Ibid*

۷. بریلوی، احمد رضا خاں، العطا بالنبویہ فی الفتاویٰ رضویہ (، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن، لاہور،) ۴ :۶۵۱

Barelvi, Ahmad Raza Khan, Al-Atta Bilnabawiyah Fi Al-Fatawa Rizviyah, published by Raza Foundation, Lahore,4:651

۸. شامی، محمد امین ابن عابدین، ردالمختار، مطبوعہ (داراحیاء التراث العربی، بیروت)، ٦ :۴۵۷

Shami, Muhammad Amin Ibn Abedin, Rid Al-Mukhtar, published by .Darahiya Al-Tarath Al-Arabi, Beirut, 6: 457

۹. ایضاً۔ *Ibid*

۱۰. ابوداؤد، السنن، کتاب الاشربہ (، مبطع مجتبائی، لاہور)، ۲ :۵۱۸

Abu Dawud, Al-Sunan, Kitab al-Ashraba, Mubta'ah Mujtaba'i, Lahore, 2:518

۱۱. مدنی، محمد انس، خزائن التعریفات، (الضحیٰ پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۱۳ء)، ۱۹۲

Madani, Mohammad Anas, Treasures of Definitions, Al-Duha Publications, Lahore, 2013:192.

۱۲. شامی، محمد امین ابن عابدین، درالمختار، ۴ :۳۱

Shami, Muhammad Amin Ibn Abidin, Dar al-Mukhtar,4: 31

۱۳. ابن نجیم، زین الدین، البحر الرائق، (دارالکتب العلمیہ، بیروت،)۵ :۳۰

Ibn Najim, Zainuddin, Al-Bahr Al-Raiq, Dar Al-Kitab Al-Alamiya Beirut, 5;30

۱۴. بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کتاب الاشربہ، ۲ :۸۳۶

Bukhari, Muhammad ibn Ismail, Al-Jami 'al-Sahih, Kitab al-Ashrabah, 2:836.

۱۵. ابن ماجہ، السنن، ابواب الاشرابۃ، باب لعنت الخمر، (مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی،)۲۵۰

Ibn Majah, Al-Sunan, Abwab Al-Ashrabat, Bab Laanat Al-Khumr, published by HM Saeed Company, Karachi,250.

۱٦. حاکم، مستدرک علی الصحیحین، ۱ :۲۲

.Hakim, Mustadrak Ali Al-Sahihin, 1: 22

۱۷. ہیثمی، علی بن ابو بکر، مجمع الزوائد، دارالکتاب العربی، ۴ :۳۲۷

Haithami, Ali ibn Abu Bakr, Majma 'al-Zawaid, Dar al-Kitab al-Arabi, 4: 327

۱۸. ابوداؤد، السنن، ۲: ۱۶۲

Abu Dawud, Al-Sunan,2:162

۱۹. الصنعانی، عبدالرزاق، المصنف، (مطبوعہ کتب اسلامی، بیروت، ۱۳۹۰ھ)، ۷: ۳۷۹

Al-Sana'ani, Abdul Razzaq, Author, Islamic Books, Beirut, 1390 AH, 7:379

۲۰. قرطبی، محمد بن احمد، الجامع الاحکام القرآن، (مطبوعہ النشادات ناصر خسرو، ایران،)۳: ۵۲

Qurtubi, Muhammad ibn Ahmad, Al-Jami 'al-Ahkam al-Quran, published by Nasir Khosrow, Iran, vol. 3, p. 52.

۲۱. السرخسی، محمد بن احمد، کتاب المبسوط، (مطبوعہ دارالمعرفۃ، بیروت،)۲: ۲۴

Al-Surakhsi, Muhammad ibn Ahmad, Kitab al-Mabsoot, published by Dar al-Ma'rifah, Beirut, 2:24

۲۲. شامی، محمد امین ابن عابدین، ۵: ۲۸۸

Shami, Muhammad Amin Ibn Abidin, 5:288

۲۳. المرغینانی، علی بن ابو بکر، ہدایہ اخیرین، (مطبوعہ شکرۃ علمیہ، ملتان،)۴۹۵

Al-Marghinani, Ali ibn Abu Bakr, Hidayah Akhirin, published by . Shukrat al-Ulamiya, Multan,495

۲۴. اصبہانی، احمد بن عبداللہ، مسند امام اعظم (مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز، کراچی،)۳۵۴

Isbahani, Ahmad bin Abdullah, Musnad Imam Azam, published by .Muhammad Saeed & Sons, Karachi,354

۲۵. احمد بن شعیب، نسائی، السنن، (مطبوعہ نور محمد کارخانہ، کراچی،)۲: ۲۸۹

Ahmed bin Shoiab Nisai, Al-Sunan, published by Noor Mohammad Karkhana, Karachi,2:289

۲۶. ہیثمی، علی بن سلیمان، مجمع الزوائد، ۵: ۵۳

Haithami, Ali ibn Sulayman, Majma 'al-Zawaid, 5:53.

۲۷. عسقلانی، احمد بن علی ابن حجر، فتح الباری شرح صحیح البخاری، (مطبوعہ لاہور، ۱۴۰۱ھ،)۱۰: ۳۱

Asqalani, Ahmad bin Ali Ibn Hajar, Fateh al-Bari Sharh Sahih al-Bukhari, Lahore Press, 1401 AH, 10:31

۲۸. الاعراف: ۱۵۷۔

Al-Araf :157

۲۹. البقرۃ: ۱۷۲

Al-Bqara :172

۳۰. محمد طاہر بن عاشور، التحریر والتنویر، الدار التونسیہ، ۶: ۱۱۱

Muhammad Tahir ibn Ashur, Tahrir wal-Tanveer, Al-Dar al-Tunisia, 6:111

۳۱. المائدہ:۴

Al-Maida:4

۳۲. قادری، محمد خان، فضل قدیر ترجمہ تفسیر کبیر، (مرکز تحقیقات اسلامیہ، لاہور، ۲۰۱۲ء)۱۱: ۳۱۶

Qadri, Muhammad Khan, Fazal Qadir Translation of Tafsir Kabir, .Islamic Research Center, Lahore, 2012, 11:316

۳۳. نووی، محی الدین، کتاب الجموع شرح المہذب للشیرازی،۹ :۴۶

Nawawi, Mohi-ud-Din, Kitab al-Jumu ', Sharh al-Muhdhab il-Shirazi, 9:46

۳۴. ابن نجیم، زین الدین، البحر الرائق،۱ :۶۴

Ibn Najim, Zainuddin, Al-Bahr al-Ra'iq,1:64

۳۵. زیلعی، عثمان بن علی، تبیین الحقائق شرح کنزالد قائق، (دارالکتب العلمیہ،)۳:۷۸

Zailai, Uthman bin Ali, Tabein Al-Haqaiq Sharh Kunz Al-Daqaiq, Dar Al-Kitab Al-Alamiya,3: 78

۳۶. احمد بن حنبل، المسند، (دارالفکر، بیروت،)حدیث ۴:۱۷۱۷

Ahmad ibn Hanbal, Al-Musnad, Dar al-Fikr, Beirut, Hadith 17174

۳۷. ایضاً،۲۸:۴۱۰۔

Ibid:28:410

۳۸. ایضاً۔

Ibid

۳۹. برھان الدین، محمد بن احمد، المحیط البرہانی فی الفقہ النعمانی، (مطبوعہ دار لکتب العلمیہ، بیروت،)۱۰:۴۷۸

Burhanuddin, Muhammad bin Ahmad, Al-Muheet Al-Burhani Fi Al-Fiqh Al-Nu'mani, published by Dar Al-Kitab Al-Alamiya, Beirut, 10:478

JQSS *(Journal of Quranic and Social Studies)*
2022, 2(1), 12 -23

تفسیر الاکلیل فی استنباط التنزیل کی روشنی میں ترک اور حبشہ سے جہاد اور ترکِ جہاد کا شرعی حکم

Legal Position of Jihad with Turk and Abyssinia in the light of Tafseer Al Ikleel Fi Istimbat ul Tanzeel

Rizwan khan
MPhil Scholar, Department of Islamic Studies, University of Baluchistan Quetta

Dr. Abdul Ali Achakzai
Prof, Department of Islamic Studies, University of Baluchistan Quetta

Keywords
Islam, faith, Jihad, Turk and Abyssinia, Day of Resurrection

Abstract: *Belief in the Hereafter is one of the basic tenets of Islam, denying and deviating from it is in fact tantamount to denying and deviating from Islam. Included. In this material and physical world, the disappearance of these objects from sight is to some extent a weakening of faith in the Hereafter, but in order to cure it, the Prophet (peace and blessings of Allah be upon him) foretold some signs and wonders before the Day of Resurrection. It is obligatory. The effect of these prophecies is to strengthen the faith of the Muslims and also to support the truthfulness of the prophethood of the Holy Prophet (PBUH). The only reliance is on believing in all these unseen matters while obeying Muhammad. As a Muslim, it is also important to believe in the reality of all these prophecies narrated by the Holy Prophet. These are some of the distant signs of the Hour, such as the resurrection of the Holy Prophet, the martyrdom of Usman Ghani, the incident of Jamal Wa siffin, the martyrdom of Hussain, may Allah be pleased with him, etc. There is also jihad against Turks and Abyssinians. There will be war between Muslims and Turks before the Day of Resurrection and a description of their attributes And especially the commentators of the seventh century AH who were present at the time of the Tatar invasion have openly stated this prediction of the Holy Prophet, since in the beginning of Islam it was forbidden to oppose them. Not only is it permissible to do so, but the Prophet (peace and blessings of Allah be upon him) also predicted it with his blessed tongue. In the article under discussion, a brief introduction of the first author and then a research review of the said title will also be presented in the light of Tafsir-ul-Aklil.*

Rizwan khan and Abdul Ali Achakzai (2022). Legal Position of Jihad with Turk and Abyssinia in the light of Tafseer Al Ikleel Fi Istimbat ul Tanzeel, *JQSS Journal of Quranic and Social Studies*, 2(1), 12-23.

Corresponding Author: Email: rizwanbaiya3737@gmail.com

Content from this work is copyrighted by *JQSS* which permits restricted commercial use, research uses only, provided the original author and source are credited

تمہید:

عقیدہ آخرت اسلام کے بنیادی عقائد میں شامل ہے جس سے انکار وانحراف دراصل اسلام سے انکار وانحراف ہی کے مترادف ہے، عقیدہ آخرت میں وقوعِ قیامت اور اس کے علامات ،احوال بعد الممات ،حساب وکتاب ،جزاوسزا اور جنت وجہنم وغیرہ شامل ہیں۔اس مادی وظاہری دنیامیں مذکورہ اشیاء کا ہر دم نظروں سے اوجھل ہونا ایک حدتک ایمان بالآخرت کو کمزور کردیتاہے لیکن اس کے مداواکے لیے حضور ﷺ نے قیامت سے پہلے کچھ اسے علامات ونشانیوں کی ظہور کی پیشن گوئیاں فرمائی جن کا وقوع لا محالہ قطعی ولازمی ہے۔ان پیش گوئیوں کے اثرات مسلمانوں کے ایمان کو مضبوط بنانے اور جناب کریم ﷺ کی نبوت صادقہ کے اعتراف واثبات پر بھی معاونت کرتے ہیں ،لہٰذا کسی بھی شخص کے مسلمان ہونے کی بنیاد مذکورہ امور غیبی پر ایمان لانے میں مضمر ہے اوراس کا انحصار بھی محض اس بات پر ہے کہ سید الانبیاء ﷺ وخاتم النبیین جناب محمد ﷺ کی اطاعت کرتے ہوئے اس سب غیبی امور پر ایمان لائیں۔اور مسلمان ہونے کے ناطے یہ بھی ضروری ہے کہ حضور ﷺ کی بتائی ہوئی ان تمام پیشن گوئیوں کی حقیقت پر ایمان لایا جائے۔

ان علامات قیامت میں سے کچھ علامات بعیدہ ، جیسے بعثت رسول ﷺ ، شہادت عثمان غنی ، واقعہ جمل وصفین ، شہادت حسین رضی اللہ عنہ ، وغیرہ ہیں ،انہی علامات بعیدہ میں سے جنہیں اشراط الساعۃ سے تعبیر کیا جاتاہے مسلمانوں کا ترک اور حبشہ سے جہاد بھی ہے۔کہ قیامت سے پہلے مسلمانوں اور ترکوں کے درمیان جنگ ہوگی ،اور یہ حدیث متعدد طرق اور مختلف الفاظ کے ساتھ منقول ہے اور احادیث میں بڑی وضاحت کے ساتھ ان کے حلیہ کے خدوخال اور ان کے صفات کا بیان ہے۔اور خصوصاساتویں صدی ہجری کے شارحین حدیث جو تاتاری یلغار کے وقت موجود تھے وہ حضور ﷺ کی اس پیشن گوئی کا برملا اظہار کر چکے ہیں ،چونکہ ابتداء اسلام میں ان سے تعارض کرنے ممانعت تھی ،بعد میں جب اسلام کو قوت ملی تواب ان سے جہاد کرنا ناصرف جائز بلکہ حضور ﷺ نے اپنے زبان مبارک سے اس کی پیشن گوئی بھی کی ہے،اس کی تصریح علامہ جلال الدین سیوطی نے اپنی شہرہ آفاق تفسیر الاکلیل فی استنباط التنزیل میں بھی کی زیر بحث عنوان کے تحت اولا مصنفؒ کا مختصر تعارف ،پھر تفسیر الاکلیل کے روشنی میں مذکورہ عنوان کا تحقیقی جائزہ بھی پیش کیا جائے گا۔

تعارف :

تفسیر قرآن کا وہ رجحان جس میں قران کریم کی ایسی آیات پر بحث کی جائے جن سے براہ راست فقہی احکام کا استنباط ہو اسے فقہی تفسیر اور تفسیر احکام القران سے تعبیر کیا جاتاہے۔

گویا یہ قرآن کریم کا اختصاصی اور قانونی مطالعہ ہے جس میں انسانی زندگی کے مختلف گوشوں سے متعلق احکام وفرامین کا استنباط اور استخراج کیا جاتاہے۔علوم قران کی اس نوع کی اہمیت کااندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتاہے کہ اس پر ہر دور میں مفسرین کرام نے باقاعدہ الگ سے تفاسیر تحریر فرمائیں۔ان میں میں علامہ جلال الدین سیوطی کی جلیل القدر تفسیر "الاکلیل فی استنباط التنزیل" بھی ہے،بحث مذکور میں امام موصوف کا منہج واسلوب، تفسیر کی خصوصیات ،اور خصوصاسورۃ توبہ کے چند منتخب آیات کا ترجمہ وتشریح اور تحقیق کو بیان کیا جائے گا۔

نام نسب:

آپ کا پورا نام عبدالرحمٰن بن کمال الدین ابوالمناقب ابوبکر ناصرالدین محمد ابن سابق الدین ابی بکر بن فخرالدین عثمان بن ناصرالدین محمد بن سیف الدین خضر بن نجم الدین ابی الصلاح ایوب بن ناصرالدین محمد بن الشیخ ہمام الدین الخضیری الاسیوطی ہے۔1

آپ ماہ رجب کے ابتداء 849ھ میں بروز ہفتہ بعداز نماز مغرب پیداہوئے۔2آپ کے جداعلیٰ اعجم سے تھے اور آپ کی والدہ کا تعلق ترک سے تھا، آپ کی شادی عنفوان شباب میں ہوئی، اور آپ کے بیٹے ضیاء الدین محمد بن عبدالرحمٰن آپ کے ساتھ شیخ شمنیؒ کے مجلس میں حاضر ہوئے اور بعض اقوال کی سماع بھی کی،آپ کے اہل اور اولاد اور آپ کی بھائی اکثر طاعون کے وباء سے شہید ہوئیں ،اور آپ کی اہلیہ حالت نفاس میں ۔3

عقیدہ اور مذہب:

علامہ سیوطیؒ نے عقائد میں متاخرین اشاعرہ کی موافقت کی جو صفات خبریہ اور فعلیہ اختیاریہ میں تاویل کرتے ہیں ،اور بعض اعتقادی مسائل میں صوفیہ کی بھی موافقت کی۔

فقہی مذہب کے حوالے سے آپ شروع ہی سے شافعی المسلک تھے اور فقہ شافعی کے اصول وفروع حفظ کر چکے تھے اور آخری عمر تک شافعی المسلک ہی رہے اور کسی دوسرے مذہب رجوع نہیں کیا۔4

آپ کے شیوخ اور اساتذہ :

امام سیوطیؒ کو اپنے شیوخ اور اساتذہ سے بہت محبت تھی،اور آپ نے اپنے شیوخ کرام کا بڑے اہتمام سے افراداذ کر کیا۔ جیساکہ محدثین کا وطیرہ ہے وہ اپنے مشائخ کے ناموں کو مشیخہ کے نام کے ساتھ مستقلا ایک کتاب کی صورت میں لکھتے ہیں، یا پھر معاجم یا پھر فہرست کے صورت میں ،آپ نے کئی کتابیں لکھیں جس میں اپنے شیوخ کے اسماء اور حالات کو قلمبند کیا۔

پہلی کتاب کا نام " **حاطب لیل و جارف سیل** " کے نام سے ہے ،اس میں بڑے شیوخ کے حالات قلمبند کیے۔

1. دوسری کتاب کا نام " **المعجم الصغیر** " ،اور اسے المنتقیٰ بھی کہا جاتا ہے۔
2. اور تیسری کتاب کا نام " **المنجم فی المعجم** " یہ آخری کتاب ہے جس میں آپ نے ان اساتذہ و مشائخ کا ذکر کیا جس سے آپ نے علم حدیث حاصل کی یا پھر ان نے آپ کو اجازت دی۔

اور معجم کبیر میں آپ کی مشائخ کی تعداد سات سو تک پہنچی ہے۔5
آپ نے مردوں سے نہیں بلکہ بعض عورتوں سے بھی علم اخذ کیا اور تقریبا بیالیس خواتین (اساتذہ) کا ذکر المنجم میں کیا،آپ کے چند مشہور اساتذہ کرام کے اسماء درج ہیں۔6

علم الدین صالح بن عمر البلقینیؒ الشافعی

یہ آپ کے ان اساتذہ میں سے ہیں جن سے آپ نے تعوذ اور تسمیہ کی ابتداء کی اور مرتے دم تک حضرت شیخ البلقینی الشافعیؒ سے علم فقہ حاصل کیا۔ 7
شیخ الاسلام شرف الدین ابوزکریا المناوی سے آپ نے شرح البجۃ اور حاشیہ بیضاوی پڑھا، اور المنہاج کا کچھ حصہ ان کے سامنے قرات کی۔

تلامذہ :

علامہ سیوطیؒ نے 670 ھ میں حج بیت اللہ کے سفر کے لیے گئے تو درس اور تدریس میں مشغول رہے اور ہر عمر کے افراد نے آپ سے استفادہ کیا ان میں مبتدی ،عالم و فاضل سب شامل تھے،اس وقت آپ کی عمر اکیس 21 سال تھی۔8
چند مشہور تلامیذہ کے اسماء درج ہیں:

1. بدرالدین ،حسن بن علی القمیری جو کہ علم فرائض ،حساب ،علم عروض ،عربی لغت کے ماہر تھے ،دس سال آپ کے حلقہ درس میں رہے۔
2. عبدالقادر بن محمد بن احمد الشاذلی ،"**بہجۃالعابدین فی سیرت حافظ جلال الدین** "آپ کی تصنیف ہے۔
3. سراج الدین ابوحفص عمر بن قاسم آپ فن قرات کے ماہر تھے۔
4. آپ نے 875ھ میں بقاعدہ درس وتدریس اور 871 میں افتاء وارشاد واجتہاد کا آغاز کیا،آپکو رجب 871ھ میں جامع شیخونیہ میں شیخ الحدیث میں "مشیخۃالحدیث " کا منصب ملا،اور آپؒ نے جامع ابن طولون میں مسند درس کو زینت بخشی اور ہزاروں طالبان حدیث نے آپ سے استفادہ کیا۔9

تصانیف:

آپ کے کثرت تصانیف کے نظر علماء کرام نے ان کے اعداد وشمار کے باب میں مختلف اقوال ذکر کی، مکتبہ جلال الدین السیوطیؒ کے انچارج استاذ احمد الشرقاوی اقبال نے طبع بدارالمغرب سنہ 1397 میں ذکر کیا کہ علامہ سیوطی کے تصانیف نو سوتک ہیں۔ اور مخطوطات مطبوعہ اور غیر مطبوعہ وکو ذکر کرنے کے بعد 1194 تالیفات تک پہنچ جاتی ہے۔
آپ کے شاگرد شاذلیؒ فرماتے ہیں:

"آپ کے وفات سے ،پہلے میں نے وہ فہرست جس میں آپ کے مولفات درج کی تھی اور ان کے بارے میں آپ کی رائے تھی کہ ان کو باقی رکھا جائے اور ان کی اشاعت کی جائے وہ چھ سوتک پہنچی تھی۔"10

اور التحدث میں آپ رقمطراز ہیں:

"کہ میرے ہم عصر میرے جیسے تصانیف نہیں کر سکتے کیونکہ اس کے لیے ایک کثیر مطالعہ اور مسلسل محنت اور مشقت کی ضرورت ہے، اور ایسے تصانیف آٹھارہ ہیں۔"11

وفات:

جمعہ کے دن عصر کے نماز کے بعد 19 جمادی الاولی ۱۱ ہجری تین دن مختصر علالت کے بعد اپنے خالق حقیقی سے جاملے، اور جامعہ افریقی میں آپ کی نماز جنازہ ادا کی گئی۔12

تالیف کتاب میں آپ کا منہج:

امام سیوطی نے سوائے پانچ سورتوں (الحاقہ، والنازعات، القارعة، الفیل، اور سورۃ الکافرون) کے تمام سورتوں کو ذکر کیا (ان سورتوں کا ذکر نہ کرنا یا تو تسامح ہوا ہے، یا مصنف سے سہواً ان کا ذکر رہ گیا، حالانکہ احکام ومسائل اور استنباط کو یہ سور بھی شامل ہیں۔

آپ ہر سورت سے ایک معین یا کئی منتخب آیات کو اولاً ذکر کرتے ہیں اور پھر ان سے متعلقہ احکام اور نکات بھی ذکر کرتے ہیں یعنی تفسیر یا پھر استدلال، نکتہ ، فائدہ اور تاویل وغیرہ ۔

اس کتاب میں مختلف طبقات کے حامل اہل علم کے اقوال ملتے ہیں سب سے پہلے علماء کے سر خیل سرور کائنات ﷺ کے، پھر صحابہ کرام کے، پھر تابعین اور تبع تابعین سے ابتداء کرتے ہیں، اس کے بعد ان کے بعد آنے والے شیوخ اور ائمہ مذاہب اور دیگر شیوخ کے اقوال اور استنباطات کا بھی ذکر کرتے ہیں۔

مصنفؒ نے صرف انہی آیات کے ذکر پر اکتفاء کیا جس میں کسی فقہی، یہ اُصولی، عقیدہ یہ لغت یا صوفیاء، یا معارف یا کسی جزئیہ کے طرف استدلال ہو۔

تفسیر الاکلیل کے خصوصیات:

کتاب الاکلیل فی استنباط التنزیل کے عنوان ہی سے واضح ہے کہ اس کا موضوع احکام ومسائل ہیں اور ساتھ ان معانی کا بیان ہے جو نص قرانی سے مستنبط ہوں۔

الاکلیل تین خصوصیات کی بناء پر امتیازی شان کی حامل ہے۔

1. اکثر علوم کو شامل ہے۔
2. اس میں استنباط اور استدلال کے نسبت تفسیر کا زیادہ اہتمام کیا گیا ہے۔
3. ایجاز اور اختصار کی بناء پر۔

انہی خصوصیات کی بناء پر الاکلیل دیگر تفاسیر سے مختلف امتیازی شان کی حامل ہے خواہ ان تفاسیر کا تعلق احکام القران سے ہو یا تفسیر بالماثور سے یا عام تفسیر ہو، اور علامہ صاحبؒ نے اس کو تفسیر احکام کے ضمن میں ذکر کیا۔

یہ من کل الوجوہ دوسری تفاسیر کے مشابہ نہیں یہ تفسیر تاویلات اہل السنة ابو منصور الماتریدیؒ کی اس جہت سے مشابہ ہے دونوں میں عقائد اور فقہ اور اصول کے ادلہ کا قران مجید سے بیان ہے۔ اور اس جہت سے مختلف ہے کہ تاویلات اہل السنة میں امام ابو حنیفہؒ کے منہج اور مسلک کا بیان ہے۔ اور تاویلات اہل السنة میں تمام آیات کی تفسیر بیان کی جاتی ہے اور تفسیر میں صرف احکام پر مشتمل آیات کا بیان ہے۔

سورۃ التوبہ جس کا موضوع غزوہ اور اس متعلقہ موضوعات، بین الاقوامی معاہدات اور اسلام، آغاز جنگ کے اصول، ذمیوں کے ساتھ معاہدات کی نوعیت، خام مسلمانوں کی تربیت کا لزوم، شاتم رسول ﷺ اور توہین رسالت کے مرتکب کی سزا، مساجد کی تعمیر میں غیر مسلموں کی معاونت، اندرون اور بیرونی سازشوں سے مرکز روحانی (حرمین) کی حفاظت کا طریقہ کار، یہ موضوع کے جوہری سوالات ہیں جن کے جوابات کی فراہمی سورۃ التوبہ کی روشنی میں امام موصوف نے بڑے اختصار اور جامعیت کے ساتھ پیش کیں، ذیل میں موصوف کی استنباط اور استدلال کی ایک مثال درج ہے۔

عندالجمہور ترک اور حبشہ سے جہاد اور ترکِ جہاد کا حکم:

"﴿فَاقۡتُلُوا الۡمُشۡرِكِيۡنَ حَيۡثُ وَجَدۡتُّمُوۡهُمۡ﴾[13]

و استدل بعمومها الجمهور على قتال الترک والحبشة۔ الاکلیل"[14]

یعنی آیت مبارکہ کے عموم سے جمہور علماء کرام نے استدلال کیا کہ ترک اور حبشہ والوں سے جہاد (اقدامی) کرنا جائز ہے۔
ترک اور حبشہ والے کون ہیں؟ اور علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے ان کی تخصیص کیوں کی؟

ترک سے مراد؟

1۔ علامہ خطابیؒ فرماتے ہیں:

"فقال الخطابی: الترک هم بنو قنطوراء، وهی اسم جارية كانت لابراهيمؑ ولدت اولا داجاءت من نسلهم الترک"[14]

علامہ خطابیؒ کے نزدیک ترک ابراہیم علیہ السلام کی باندی قنطورا کی نسل سے ہیں، اس باندی کی بہت سی اولاد ہوئی اس کے نسل سے ترک بھی ہیں۔

2۔ علامہ کراعؒ فرماتے ہیں:

"وقال كراع: الترک هم الذين يقال لهم، ديلم وكذلك الغز، [15]

ترک سے مراد وہ ہیں، جنہیں دیلم اور غز کہا جاتا ہے۔

3۔ حافظ وہب بن منبہ کا قول ہے:

"وقال ابن وهب: الترک بنو عم ياجوج وماجوج"[17]

یعنی ترک یاجوج ماجوج کے چچیرے بھائی ہیں، حضرت ذوالقرنین نے سد سکندری بنوائی تو یاجوج ماجوج کے کچھ افراد غائب تھے چنانچہ وہ باہر ہی چھوڑ دیئے گئے اس لیے وہ ترک کہلائیں۔

4۔ حضرت قتادہ سے مروی ہے:

"عن قتادةؒ: انهم كانو اثنتين وعشرين (قبيلة) بُنى ذو القرنين السدعلىٰ احدٰى وعشرين وبقيت واحدةوهى الترک، سمو ابذلک لانهم تركو خارجين۔"[18]

"کہ یاجوج ماجوج کے بائیس قبائل ہیں، اکیس قبائل پر سد (دیوار) قائم کی، اور ایک قبیلہ باہر رہ گیا جن کی چھوٹی آنکھیں ہیں جو حرص کی نشانی ہے، اور باطنی شدت وحرارت اور غیض وغضب کی وجہ سے سرخ چہرے والے ہیں۔"

5۔ بعض کا قول ہے:

"وقيل اصل الترک او بعضهم من حمير"[19]

اور بعض نے کہا: کہ ترک کا بنیادی طور پر تعلق، یا ان میں سے بعض کا تعلق حمیر سے ہے۔
یہ کس مذہب سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور ان کی بود وباش کیا ہے؟ اس بارے میں علامہ ابن البرؒ قمطراز ہیں:

"الترک ولد يافث وهم اجناس كثيرة، اصحاب مدن، وحصون، ومنهم رووس الجبال، ليس لهم عمل الا الصيد، ومنهم من يتدين بدين المجوسية، ومنهم من يتهود، وملكم يلبس الحرير وتاج الذهب ومنهم سحرة"[20]

"ترک (حضرت نوح علیہ لسلام) کے بیٹے یافث کے اولاد میں سے ہیں، اور ان کی مختلف شاخیں اور قبیلے ہیں، بعض شہروں میں رہتے ہیں، اور بعض نے پہاڑوں کی چوٹیوں کو اپنا مسکن بنایا، اور ان کا زریعہ معاش شکار ہے۔ ان میں بعض مجوسیت کو اور بعض یہودیت کو اختیار کیے ہوئے ہیں۔ ان کے سردار ریشم کا لباس اور سونے کا تاج پہنتے ہیں، اور ان میں جادوگر بھی پائے جاتے ہیں۔"

6۔علامہ عینی ارشاد فرماتے ہیں:

"الترک والصین والصقالیه ویاجوج وماجوج من ولد یافث بن نوح علیہ السلام باتفاق النسابین وکان لیافث سبعة اولاد ،ومنهم ابن یسمی کور ،والترک کلهم من بنی کومر "[21]

"ترک اور اہل چین اور صقالیہ اور یاجوج ماجوج یہ حضرت یافث کی اولاد میں سے ہیں انکے سات بیٹے تھے ان میں سے ایک کا نام کور تھا اور ترک تمام تر بنی کومر سے ہیں۔"

کہاں کے رہنے والے ہیں؟

"وقال صاعد علیہ الرحمۃ: فی (کتاب الطبقات) اما الترک فامة کثیرة العدد، فخمه الملکة،ومساکنهم مابین مشارق خراسان من مملکةالاسلام وبین مغارب الصین و شم الالهند الی اقصی المعمور فی الشمال۔"[22]

"امام صاعدؒ نے طبقات میں کہا: ترک ایک بہت بڑی جماعت ہے اور ان کی سلطنت بھی کافی وسیع ہے، اور ان کی آبادی مشرق کی جانب اسلامی ملک خراسان تک، اور مغرب میں چین اور شمال میں ہندوستان کے شمالی حصے تک پھیلی ہوئی ہے۔"

محدثین کرام کی بیان کردہ تصریحات کی روشنی میں یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ ترک اصل میں یافث بن نوحؑ کے اولاد میں سے ہیں، بعض نے آفریدون ابن سام کی اولاد میں سے اور بعض نے قوم تبع اور حمیر کے باقیات میں سے ان کو شمار کیا ہے۔

وجہ تخصیص:

علامہ سیوطیؒ نے ترک اور حبشہ کو خصوصیت کے ساتھ اس لیے ذکر کیا کیونکہ ان کے بارے میں ایک حدیث وارد ہوئی ہے جیسے امام ابوداود نے **"باب النهی تهیج الترک والحبشة"** اور امام نسائی نے **"غزوة الترک والحبشه"** کے تحت ذکر کیا

ابوداود کی روایت میں ہے:

"حدثناعیسیٰ بن محمد الرملی علیہ الرحمۃ قال ناضمرة عن الشیبانی عن ابی سکینة رجل من المحررین عن رجل من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انه قال: دعواالحبشة ماودعوکم واترکواالترک ماترکوکم۔"[23]

"حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ تم اہل حبش کے ساتھ قتال نہ کروں جب تک کہ وہ تمہارے ساتھ قتال نہ کریں اور ترکوں کو چھوڑ دوں جب تک وہ تمہیں چھوڑے رکھیں۔"

سنن نسائی میں ایک طویل حدیث کے آخر میں آپ ﷺ کا ارشاد مبارک ہے:

"حدثناضمره عن ابی زرعه عن ابی سکینة رجل من المحررین عن رجل من اصحاب النبی ،قال رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: دعواالحبشةماودعوکم وترکواالترک ماترکوکم۔"[24]

تم ترک اور حبشہ سے تعارض نہ کرو جب تک کہ وہ تم سے تعارض نہ کریں(یعنی انکو چھوڑ دوں جب تک وہ تم کو چھوڑے رکھے۔)(یہ امر اباحت اور رخصت کے لیے ہے وجوب کے لیے نہیں یعنی بطور مشورہ آپ ﷺ نے یہ حکم ارشاد فرمایا۔)

ترک اور حبشہ کے تخصیص کے بارے میں علامہ جلال الدین شرح سنن نسائی میں رقمطراز ہیں:

"ایاترکوالحبشة والترک ماداموتارکین لکم،وذلک لان بلاد الحبشةوعرةوبین المسلمین وبینهم مفاوزوقفار وبحار فلم یکلف المسلمین بدخول دیارهم لکثرة التعب،واماالترک فباسهم شدید

وبلادهم باردةو العرب وهم جند الاسلام كانوا من البلاد الحارة فلم يكلفهم دخول بلادهم واما اذا دخلوا بلاد الاسلام العياذبالله فلاياح ترك القتال كمايدل عليه ما ودعوكم۔"[25]

"اور اس چھوڑنے کی وجہ یہ ہے کہ بلاد حبشہ تو دور اور بلکل چٹیل میدان ہیں اور ان کے درمیان جنگلات، صحراء، اور سمندر واقع ہے تو زیادہ مشقت کی بناء پر مسلمانوں کو ان کے علاقوں میں داخل ہونے سے روکا گیا۔ اور ترک سے اس وجہ سے روکا گیا کہ وہ جنگجو ہیں اور ان کے علاقے سرد ہیں اور عرب اور لشکر اسلام گرم علاقے سے ہیں، اس لیے بلاد ترک میں دخول کا مکلف بنایا گیا۔ بہر حال اگر ترک اور حبشہ والے اگر بلاد اسلام میں از خود داخل ہوں تو اس صورت میں ان سے جہاد کرنا ضروری ہوگا حدیث مبارکہ کے الفاظ ما ودعوکم اس پر دال ہے۔"

آیت مبارکہ اور حدیث مبارکہ میں تطبیق:

"واماالجمع بين الحديث وبين قوله تعالى، فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ كافة، فبالتخصيص اماعند من يجوز تخصيص الكتاب بخبر الاحاد فواضح، واماعندغيره فلان الكتاب مخصوص لخروج الذمى ،وقيل يحتمل ان تكون الاية ناسخة للحديث لضعف الاسلام ثم قوته، وعليه العمل"[26]

"اب سوال یہ ہے کہ آیت مبارکہ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ اور حدیث مبارکہ میں جمع اس طور پر ہوگا کہ جو حضرات خبر واحد کے ذریعے تخصیص کے قائل ہیں وہ تو کہتے ہیں کہ خبر واحد کے ذریعے آیت مبارکہ میں تخصیص کی گئی ہے۔

دوسرا اور صحیح قول یہ ہے کہ کہ آیت مبارکہ حدیث مبارکہ کے لیے ناسخ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اہل اسلام کو غلبہ دیا او یہ حکم اس وقت تھا جب اہل اسلام حالت ضعف میں تھے۔ اور یہی رائے امام سیوطی کی بھی ہے کہ آیت مبارکہ حدیث مبارکہ کے لیے ناسخ ہے۔"

قرب قیامت ترکوں سے لڑائی

حدیث مبارکہ میں جن ترکوں کے ساتھ قتال کرنے سے اولا منع کیا گیا تھا حضور ﷺ نے قرب قیامت ان کے ساتھ قتال کرنے کی پیش گوئی کی۔

امام بخاری نے بھی اس حدیث بالا (دعوا الحبشة ما ودعوكم) کے ضعف کے طرف اشارۃ کرتے ہوئے دو احادیث کا ذکر کیا، جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ترکوں کے ساتھ قتال کی پیشن گوئی آپ ﷺ نے دی کہ قرب قیامت مسلمانوں اور ترکوں کے درمیان قتال کی نوبت آئی گی۔

بخاری شریف کی روایت ہے:

"حدثناالنعما ،حدثناجرير بن جازم قال سمعت الحسن يقول: حدثنا عمرو بن تغلب قال: قال النبی ﷺ: ان من اشراط الساعة ان تقاتلوا قوما ينتعلون نعال الشعر ،وان من اشراطالساعة ان تقاتلوا عراضالوجوه، كان وجوههم المجان المطرقة"[27]

"حضرت عمرو بن تغلب فرماتے ہیں: کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کہ بے شک قیامت کی علامتوں میں سے ایک علامت یہ بھی ہے کہ تم ایسی قوم سے لڑوگے جو بال کے جوتے پہنے ہوں گے، اور بے شک علامات قیامت میں سے یہ ہے کہ تم ایک ایسی قوم سے لڑوگے جن کے چہرے چوڑے ہوں گے گویا وہ چوڑی ڈھالیں ہیں۔"

اور دوسری روایت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں جس میں صراحت کے ساتھ ترک کا ذکر ہے:

"قال ابوهريرةعنه: قال رسول الله ﷺ لا تقاتلوا حتى تقاتلواالترک صغار الاعين ،حمر الوجوه،زلوف الانوف كان وجوههم مجان المطرقة۔"[28]

"حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ قیامت اس وقت قائم نہیں ہوگی جب تک تم چھوٹی آنکھوں، سرخ چہروں والے اور چپٹی ناکوں والے ترکوں کے ساتھ جہاد نہ کروں، ان کہ چہرے چوڑی ڈھالیں کی مانند ہوگی۔"

سردی کے وجہ سے بالوں کے جوتے پہنے والے اور چوڑے چہروں والے ان دونوں کا مصداق ترک ہیں اور علامہ عینی اور حافظ قسطلانی کا میلان بھی اس جانب ہے
۔

ابو داؤد شریف کی ایک راویت میں مزید تفصیل کے ساتھ ذکر ہے:

"حدثنا جعفر بن مسافر التنسی حدثنا خلاد بن یحیٰ بن المهاجر نا عبدالله بن بریدة عنا بیهعنا النبی ﷺ فی حدیث یقاتلکم قوم صغار الاعین یعنی الترک قال تسوقهم ثلاث مرات حتی تلحقوهم بجزیرة العرب ،فاما فی السابقة الاولیٰ فینجو من هربمهم ، واما فی الثانیة فینجو بعض واما فی الثالثة فیصطلمون او کما قال "[29]

"حضرت بریدہ نے اپنے والد سے نقل کیا کہ جناب کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم چھوٹی آنکھوں والے ترک سے لڑوں گے اور آپ ﷺ نے فرمایا: تم تین بار ان کو ہانکو گے (یعنی میدان جنگ سے بھاگنے پر مجبور کروں گے) یہاں تک وہ جزیرہ عرب میں پہنچ جائیں گے، پس پہلے حملے میں ترکوں میں سے جو بھاگ جائیں گے وہ نجات پا جائیں گے، اور دوسرے حملے میں بعض ترک ہلاک ہو جائیں گے، اور تیسرے حملے وہ جڑ سے اکاڑ دیئے جائیں گے۔"

کیا اس پیشن گوئی کا وقوع ہو چکا ہے یا ہو گا؟

علامہ نووی ؒ کا نقطہ نظر:

"قال النووی ؒ: فی شرح المسلم وهذه کلها معجزات لرسول الله ﷺ فقد وجد قتال هو الاء الترک لجمیع صفاتهم التی ذکرها النبی ﷺ فوجدوا بهذه الصفات کلها فی زماننا ، وقاتلهم المسلمون مرات ونسال الله الکریم احان العاقبة للمسلمین "[30]

"یہ سب حضور ﷺ کے معجزات میں سے ہے کہ ان ترکوں کے ساتھ جن کے صفات آپ ﷺ نے بیان کی ہے ان تمام صفات کے حامل (ترکوں) کے ساتھ ہمارے دور میں موجود ہیں اور مسلمانوں نے کئی مرتبہ ان کے ساتھ بر سرپیکار رہیں۔"

ابن اثیر ؒ کا قول:

وقال الامام ابن اثیر فی الکامل:

حادثة التتار من الحوادث العظمیٰ والمصائب الکبرٰ ی التی عقمت الدهور عن مثلها ،عمت الخلائق وخصت المسلمین، فلو قال قائل ان العالم منذ خلقه الله تعالیٰ الی الان لم یبتلو ابمثله الکان صادقا، فان التواریخ لم یتضمن مایقاربها،[31]

فتنہ تار تاران بڑے حادثات میں سے اور مصائب میں سے ہیں جس نے زمانے کو بانج کر دیا، تمام عالم کو عموما اور خصوصا مسلمانوں کو، اگر یہ بات کوئی کہے کہ جب سے اللہ تعالیٰ نے دنیا کو وجود دیا اس قدر بڑی آزمائش (عالم اسلام) کے لیے نہیں آئی، تو وہ اپنی بات میں سچا سمجھا جائیگا، کیونکہ تاریخ اس جیسے واقعے کے نظیر پیش کرنے سے عاری ہے۔

علامہ ذہبی ؒ کا قول:

"وکانت بلیة لم یصب الاسلام بمثلها "[32]

"اس جیسے آزمائش اہل اسلام کے لیے کبھی نہیں آئی"

ملا علی قاری المرقاۃ میں رقمطراز ہیں:

"ولعل المرادالموعودبالحدیث ما وقع ھذاالعصربین المسلمین والترک ،والا قرب انہ اشارۃالیٰ قضیۃچنکز ،وماوقعہ من الفسادوخصوصا فی بغداد واللہ روف بالعباد"[33]

"حدیث مبارک میں ترکوں اور مسلمانوں کے درمیان جس جنگ کی پیشن گوئی کی گئی ہے شاید کہ اس سے مراد چنگیز خان کے (فتنہ) کے طرف اشارہ ہے جس نے فساد کو پھیلایا خصوصا بغداد میں۔"

خلاصہ بحث:

مذکورہ بالا تمام تر تفاصیل سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ ابتداء اسلام میں مسلمانوں کو کفار کے مقابلے میں عفو اور درگزر سے کام لینے ،اور امن اور صلح اور مسالمت کا حکم تھا،اس مناسبت سے حضور ﷺ نے بطور شفقت مسلمانوں کی حالت زار کو دیکھتے ہوئے یہ حکم دیا تھا کہ ترک اور حبشہ والے جب تک تم سے تعارض نہ کریں ان کو چھوڑ دو، بعد میں اللہ تعالیٰ نے اہل اسلام کے قوت اور شان شوکت میں اضافہ فرمایا،عالم اسلام انحاءعالم میں پھیل گیا تو یہ حکم اب منسوخ ہو گیا،اور یہی جمہور علماء کا قول ہے۔اب ان کے خلاف دفاعی جہاد کے ساتھ ساتھ اقدامی جہاد کی بھی اجازت ہے اور حضور ﷺ نے اپنے زبان مبارک سے جن باتوں کی پیشن گوئی کی تھی ان میں ایک ترکوں کے ساتھ جہاد بھی ہے اور واضح الفاظ میں انکی مذمت فرمائی چونکہ اس وقت یہ مشرک تھے ،یعنی ساتویں صدی میں عالم اسلام میں وہ حادثہ پر آشوب پیش آیا جس کی نظیر دنیا کی تاریخ میں مشکل سے ملے گی یہ تاتاری یلغار تھی جو تمام عالم اسلام کے لیے ایک بہت ہی خطرناک فتنہ تھا،ترکستان سے نکلنے والے عالم اسلام پر بھوکے بھڑیا کی طرح ٹوٹ پڑے تھے، سنہ656 میں ان کے ہاتھوں سقوط بغداد کا واقعہ پیش آیا، جس میں اس قوم نے چنگیز خان کے پوتے ہلاکو خان کی سربراہی میں مرکز اسلام بغداد میں داخل ہو کر خون کا بازار گرم کیا، اور تقریبا اٹھارلاکھ بے گناہ مسلمانوں کو لقمہ اجل بنایا۔ جس نے عالم اسلام کو محو خاکستر کر دیا اور آباد زمین کے نصف حصے کو کھنڈرات بنادیا۔اور خلافت عباسیہ کا خاتمہ کر دیا۔اور اس ترک مراد وہ ترک ہیں جن کو تار تار کہا جاتا ہے اور جو صحرائے گوبی اور اس کے شمال کے علاقوں قازقستان وغیرہ میں آباد ہیں، کیونکہ اوصاف مبینہ انہی پر صادق آتے ہیں۔اور جو ترکی کے رہنے والے ہیں وہ مراد نہیں وہ تو اچھی شکل صورت کے ہوتے ہیں اور اب وہ حلقہ بگوش اسلام میں داخل ہو چکے ہیں۔

اس پیشن گوئی کا مصداق شاید کے مذکورہ واقعہ ہو جو مسلمانوں اور ترکوں کے درمیان پیش آیا، یا پھر قرب قیامت پیش آنیوالا واقعہ مراد ہو، کیونکہ واقعہ کا زمانہ ماضی میں پیش آجانا شرط نہیں اس لیے ماضی میں گزرا ہوا سمجھ کر اس کا مصداق تلاش کرنے میں کوئی فائدہ نہیں۔

حوالہ جات(References)

1. العیدروس، عبد القادر بن شیخ بن عبد اللہ، النور اسافر عن اخبار قرن العاشر (دار الصادر، بیروت، ۲۰۰۰ء)، ۵۷۔
Al-Aidrus, Abdul Qadir Bin Sheikh Bin Abdullah, Alnoor Al Safir An Akhbar Qarn Al Ashir ,(Dar Al Sadir, Berot 2000),57

2. السیوطی، عبد الرحمن بن ابی بکر، المنجم فی المعجم، (دار ابن حزم، بیروت، ۱۹۹۵ء)، ۹۔
Al-Suyuti, Abdul Rahman Ibn Abi Bakr, Al-Munjim Fi Al-Mujam, (Dar Ibn Hazm, Beirut, 1995),9.

3. السیوطی، جلال الدین عبد الرحمن، التحدث بنعمۃ اللہ، (صنعاء المطبعۃ العرب، بیروت، ۲۰۱۶)، ۱۰۔
Al-Suyuti, Jalal-ud-Din Abdul-Rahman, Al-Tahdat-e-Binemat-e-Allah, . (Sana'a Al-Mutabat Al-Arab, Beirut, 2016)10

4. الغامدی، ریاض بن محمد بن عبد اللہ، منہج السیوطی من خلال کتابہ الاکلیل فی استنباط التنزیل، (جامعہ ام القریٰ، کراچی، ۲۰۱۳ء)، ۳۶۔
Al-Ghamdi, Riyadh bin Muhammad bin Abdullah, Minhaj-ul-Suyuti

min Khalaal Kitabah Al-Aklil Fi Istinbat Al-Tanzeel,(Jamia Umm Al-Qura, Karachi, 2013) 36

5. السیوطی، جلال الدین عبد الرحمن بن ابی بکر، التحدث بنعمۃ اللہ، ۴۳۔

Al-Suyuti, Jalal al-Din Abdul Rahman bin Abi Bakr, Al-Tahadith bin Na'amatillah,43

6. السیوطی، عبد الرحمن بن ابی بکر، المنجم فی المعجم، ۴۵.

Al-Suyuti, Abdul Rahman bin Abi Bakr, Al-Munjim Fi Al-Mujam,45.

7. الغامدی، ریاض بن محمد بن عبد اللہ، منہج السیوطی من خلال کتابہ الاکلیل فی استنباط التنزیل، ۲۵۔

Al-Ghamdi, Riyadh bin Muhammad bin Abdullah, Minhaj-ul-Suyuti min Khalaal Kitabah Al-Aklil Fi Istinbat Al-Tanzeel ,25

8. السیوطی، جلال الدین عبد الرحمن، التحدث بنعمۃ اللہ، ۷۹۔

Suyuti, Jalal al-Din Abdul Rahman bin Abi Bakr, Al-Tahadith bin Na'amatillah,79

9. چشتی، عبد الحلیم، تذکرہ علامہ جلال الدین السیوطیؒ، (الرحیم اکیڈمی، کراچی، ۱۴۲۱ھ)، ۴۴۔

Chishti, Abdul Haleem, Tazkira Allama Jalaluddin Al-Suyuti, (Al-Raheem Academy, Karachi, 1421 AH). 44.

10. الغامدی، ریاض بن محمد بن عبد اللہ، منہج السیوطی من خلال کتابہ الاکلیل فی استنباط التنزیل، ۹۳۔

Al-Ghamdi, Riyadh bin Muhammad bin Abdullah, Minhaj-al -Suyuti min Khalaal Kitabah Al-Aklil Fi Istinbat Al-Tanzeel,.93

11. السیوطی، جلال الدین عبد الرحمن، التحدث بنعمۃ اللہ، ۱۰۵۔

Suyuti, Jalal al-Din Abdul Rahman bin Abi Bakr, Al-Tahadith bin Na'amatillah,105

12. العیدروس، عبد القادر بن شیخ بن عبد اللہ، النور السافر عن اخبار قرن العاشر، ۹۰۔

Al-Aidrus, Abdul Qadir Bin Sheikh Bin Abdullah, Alnoor Al Safir An Akhbar Qarn Al Ashir,90

13. التوبہ ۹:۵۔

Al tuba 9:5

14. السیوطی، عبد الرحمن بن ابی بکر، الاکلیل فی استنباط التنزیل، (دار الکتاب، پشاور، ۲۰۱۷.)، ۳۵۲

Al-Suyuti, Abdul Rahman bin Abi Bakr, Al-Aklil Fi Istinbat Al-Tanzil,(Dar Al-Kitab, Peshawar, 2017) 352.

15. العینیؒ، بدر الدین ابی محمد محمود بن احمد، عمدۃ القاری فی شرح البخاری، (دار الکتاب العلمیہ، بیروت، 2001ء)، ۱۴، ۱۹۹۔

Al-Ainiyat, Badr-ud-Din Abi Muhammad Mahmud Bin Ahmad, Umad Al-Qari Fi Sharh Al-Bukhari, Dar Al-Kitab Al-Alamiya, Beirut, 2001. 14, .199

16. العسقلانیؒ، احمد بن علی ابن حجر، فتح الباری بشرح صحیح البخاریؒ، (موسسۃ الامیر سلطان بن عبد العزیز آل سعود، ریاض، ۲۰۰۱ء)، ۶ :۱۲۲۔

Al-Asqalaih, Ahmad Bin Ali Ibn Hajar, Fateh Al-Bari Bashar H Sahih Al-Bukhari,(Al-Amir Sultan Bin Abdul Aziz Al Saud, Riyadh, 2001), 6: 122.

17. ایضاً، - *Ibid*

18. القاری، علی بن سلطان، مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، (مکتبہ شمسیہ، کوئٹہ، ۲۰۱۸ء) ۱۰ :۴۶

Al-Qari, Ali Bin Sultan, Marqaat Al-Mufatih Sharh Mushkat . Al-Masabih(, Maktab Shamsia, Quetta, 2018) 10 : 46

19. العینیؒ، بدر الدین ابی محمد محمود بن احمد، عمدۃ القاری فی شرح البخاری، ۱۴ :۱۲۲۔

Al-Aini, Badr-ud-Din Abi Muhammad Mahmud Bin Ahmad, Umdat ul-.Qari Fi Sharh Al-Bukhari, 14,:199

20. ایضاً، ۱۴، ۱۹۹۔ *Ibid*

21. ایضاً۔ *Ibid*

22. ایضاً۔ *Ibid*

23. ابوداؤد، سلیمان بن اشعث، سنن ابی داود، (مکتبہ رحمانیہ، لاہور، ۲۰۱۶)، ۲ :۲۴۲

Abu Dawud, Sulaiman bin Ash'ath, Sunan Abi Dawud,(Maktab Rahmaniyah, Lahore, 2016)2:242.

24. السیوطی، عبد الرحمن بن ابی بکر، شرح سنن نسائی، (مکتبہ دار المعرفۃ، بیروت،) ۳۵۰۔

Al-Suyuti, Abdul Rahman bin Abi Bakr, Sharh Sunan Nisa'i, (Maktab Dar Al-Ma'rifah, Beirut,)350.

25. ایضاً۔ *Ibid*

26. ایضاً۔ *Ibid*

27. بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح البخاری، (مکتبہ رحمانیہ، لاہور،) ۱، ۵۱۷ حدیث نمبر ۲۹۲۶

Bukhari, Muhammad Bin Ismail, Al-Jami 'Al-Sahih Al-Bukhari, (Maktab-e-Rahmaniyah, Lahore,) 1: 517, Hadith No. 2926

28. ایضاً۔ *Ibid*

29. ابوداؤد، سلیمان بن اشعث، سنن ابی داود، ۲، ۲۴۲

Abu Dawud, Sulaiman bin Ash'ath, Sunan Abi Dawud,2:242

30. العینی، بدر الدین ابی محمد محمود بن احمد، عمدۃ القاری فی شرح البخاری، ۱۴ :۱۹۹،

Al-Aini, Badr-ud-Din Abi Muhammad Mahmud Bin Ahmad, Umdat ul-Qari Fi Sharh Al-Bukhari, 14,:199

31. ایضاً۔ *Ibid*

32. عظیم آبادی، ابی عبد الرحمٰن محمد اشرف بن امیہ، عون المعبود علی شرح ابی داود، (دار ابن حزم، بیروت، ۲۰۰۵ء)، ۱۹۶۹۔

Azimabadi, Abi Abdul Rahman Muhammad Ashraf Bin Umayyah, Aun Al-Ma'bood Ali Sharh Abi Dawood, (Dar Ibn Hazm, Beirut, 2005,)1969

33. القاری، علی بن سلطان، مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح،، ۱۰ :۴۶،

Al-Qari, Ali Bin Sultan, Marqaat Al-Mufatih Sharh Mushkat Al-Masabih, 10 : 46

JQSS *(Journal of Quranic and Social Studies)*
2022, 2(1), 24 -29

مولانا محمد یعقوب شرودیؒ اور ان کی تفسیر "کشف القرآن" کا تحقیقی وتعارفی جائزہ

Molana Muhammad Yaqoob Sherodi & his Tafseer, Kashf ul Quran, Analytical judicial Study.

Dr. Riaz Ahmed Siddiqui
Assistant Professor, Chairman: Department of Qur′an o Sunnah Metropolitan University of Karachi.

Dr. Haseen Bano
Chairperson Department of Islamic Studies, Metropolitan University Karachi.

Keywords
Muhammad yaqoob , Balochistan, Tafsir,kashaf ul Quran, Urdu- interpretations.

Dr.Riaz Ahmed Siddiqui and Dr. Haseen Bano (2022 Molana Muhammad Yaqoob Sherodi & his Tafseer, Kashf ul Quran, Analytical judicial Study, *JQSS Journal of Quranic and Social Studies*, 2(1), 24-29

Abstract: *The Holy Quran is the basic Islamic divine book and a complete guide for all field of life. For better explanation of the Quran, Mufassireen and other Muslim Scholars have been engaged in writing Tafasir & books on its explanation and interpretations. Thus, molana Muhammad yaqoob is an Islamic Scholar, from Balochistan. In Islamic Studies, his interest is in Tafsir kashaf ul Quran and Hadith, specifically in Tafsir of The Holy Quran in Birahvi & Urdu languages He has authored many books in Arabic, Urdu & Birahvi languages on Tafsir, Fiqh and various other toipcs. Out of which some books have been published till now. Besides this, he has supervised many research scholars who worked on Tafsir projects. Islamic scholarship and authorship and contribution in the field of Quran and its sciences, are of paramount importance but unfortunately very little number of people from academia know about it.This paper presents a scholarly and analytical study of his contributions in Quranic Studies for the information, easy access and facilitation of research scholars in Islamic Studies..*

Corresponding Author: Email: rasiddiqui47@gmail.com

Content from this work is copyrighted by *JQSS* which permits restricted commercial use, research uses only, provided the original author and source are credited

قرآن کریم بنی نوعِ انسان کے ہدایت کے لیے نازل کی گئی ایسی کتاب ہے کہ جس کے بعد رہتی دنیا کے لیے کسی اور الہامی کتاب کی ضرورت نہیں اوراس کتابِ مبین نے ایک مدت تک عالمِ انسانیت کے سماجی، معاشی و معاشرتی الغرض جملہ شعبہ جات میں انسانی تمدنی ارتقائی سفر میں بھرپور رہنمائی فراہم کی۔ اس کتابِ مقدس کے اصولوں سے استفادے کے لیے ہر زمانے میں ایسے رجالِ کارپیدا کیے گئے کہ جنھوں نے اپنی زندگیاں قرآنی علوم کی تفسیر و تفہیم کے لیے وقف کیں اور اس بحرلامحدود سے ایسے نادرونایاب موتیاں نکالیں کہ جن سے انسانیت فلاح وکامرانی کی شاہراہ پر گامزن ہوئی۔ ہمارے ملک پاکستان کے صوبہ بلوچستان میں بھی ایک زمانے سے قرآنی و دینی علوم وفنون کی ترویج و تشہیر، تحقیق و تالیف اور روایت و درایت پر مختلف اسالیبِ تحقیق کو بروئے کار لاتے ہوئے یہاں کے علمائے کرامؒ نے قرآن کریم کی تفسیری خدمات کے میدان میں جو تفاسیر قرآن مختلف زبانوں میں تحریر کیں ہیں اور جو ہنوز جاری وساری ہیں۔

یوں تو تفسیر کے آسمان میں کہیں درخشندہ ستارے بصورت مفسرین جھلملاتے نظر آتے ہیں اور ہر ستارہ اپنا ایک خاص مقام رکھتاہے اور یہ ستارے انسانیت کے بھٹکے ہوؤں کو راہِ راست کی طرف رہنمائی کرتے ہیں۔ فلکِ تفسیر کے ایسے ہی جھلملاتے ہوئے ستاروں میں مولانا محمد یعقوب شرودیؒ کا نام کسی تعارف کامحتاج نہیں ، جنھوں نے اپنی زندگی علوم قرآنی کی ترویج کے لیے وقف کر دی تھی نیز ان کے قرآن کریم سے والہانہ تعلق کامظہر ان کی تفسیر "کشف القرآن" کی صورت میں موجود ہے۔

(۱) مختصر سوانحی حالات:

مولانا محمد یعقوب شرودیؒ کی مختصر سوانح کشف القرآن کے مقدمہ میں یوں لکھی ہوئی ہے:

"نام محمد یعقوب والد کانام فتح محمد ہے۔ وہ بلوچستان کے علاقہ شرود میں ۱۹۳۰ء کو پیدا ہوئے جو کہ ضلع مستونگ بلوچستان کا ایک مضافاتی علاقہ ہے۔ علاقہ کی مناسبت کی وجہ سے اپنے نام کے ساتھ شرودی لکھتے تھے۔ آپ کا تعلق سید خیل مشوانی قبیلے (پٹھان) سے ہے۔ آپ کے والد اپنے دور کے جید عالم دین تھے۔"(۱)

"مفسرِ قرآن کو اللہ تعالیٰ نے خصوصی علم ودیعت کیا تھا، جس کی وجہ سے بیک وقت عربی، فارسی، اردو، براہوئی اور بلوچی زبانوں میں نثر، نظم اور شعر کہتے تھے جبکہ مولانا احمد علی لاہوریؒ، مولانا بنوریؒ اور شیخ القرآن غلام اللہ خانؒ جیسے حضرات کی وفات پر تین زبانوں (عربی، فارسی اور اردو) میں مرثیے، قطعات اور نظم و نثر میں بے مثال شذرات تحریر کیے۔"

(۲) دیگر تصنیفات:

بلوچستان کے نامور دینی وعلمی شخصیات میں صاحبِ کشف القرآنؒ ایک کثیر التصنیف شخصیت کے طور پر معروف ہیں، جن کی کئی مختلف موضوعات پر متعدد کتابیں تصنیف شدہ ہیں، جن میں سے کچھ مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ مراءت الآیات۔

۲۔ اسنی الذریٰ فی تحقیق الجمعۃ فی القریٰ۔

۳۔ مواعظِ شرودیؒ۔

۴۔ شکرپارہ۔

۵۔ نغماتِ شرودی۔

۶۔ صدائے حق۔

۷۔ البسالۃ الطارقہ۔

(۳) حصولِ علم:

آپ کے حصولِ علم اور علمی اسفار کی تفصیل درج ذیل ہے:

"موصوفؒ نے ابتدائی تعلیم و تربیت اپنے والد ہی سے حاصل کی۔اس کے بعد مزید تعلیم کے لئے مولانا کمال الدین منگیچر (مستونگ) سے علمی استفادہ کر کے، کوئٹہ شہر کے معروف و مقتدر دینی درسگاہ مدرسہ شالدرہ جس کے مولانا عبدالغفور صاحبؒ مہتمم تھے سے علمی پیاس بجھا کر اس کے بعد مولانا ممدوح دورۂ حدیث کی تکمیل کے لئے برصغیر پاک و ہند اور عالمِ اسلام کی بین الاقوامی سطح کی اسلامی یونیورسٹی اور عظیم علمی و مقتدر دینی درسگاہ دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے۔جہاں آپ نے دورۂ حدیث ممتاز نمبروں سے پاس کر کے اول پوزیشن حاصل کی، دارالعلوم دیوبند سے واپسی پر آپ معروف و مشہور مفسرِ قرآن مولانا غلام اللہ خانؒ کے مدرسہ تعلیم القرآن (پنڈی) میں درسِ تفسیر کی تحصیل کے لئے تشریف لائے جہاں آپ کو مختصر سا وقت ملا لیکن اس تھوڑی سی مدت میں بھی بہت کچھ علمی دولت آپ نے یہاں سے سمیٹ لی۔یہیں سے آپ کو تفسیر کے ساتھ خصوصی شوق اور جذبہ پیدا ہوا اور اسی جذبے کے تحت آپ نے تفسیر کشف القرآن براہوئی زبان میں لکھی جس کی وجہ سے ہی آپ صاحبِ کشف القرآن کہلائے۔"

(۴) تفسیر "کشف القرآن" مولانا محمد یعقوب شر ودیؒ کا اہم علمی و تفسیری کارنامہ:

یہ تفسیر بلوچستان کے علماء اور اہلِ علم حضرات (خصوصاً مدارسِ دینیہ کے طلباء کرام) کے لیے ایک بیش بہا ذخیرہ ہے جبکہ بلوچستان کی سطح پر تفسیری میدان میں ایک اہم علمی کارنامہ خیال کیا جاتا ہے تفسیر کشف القرآن سے متعلق معروف محقق ڈاکٹر انعام الحق کوثر لکھتے ہیں:-

"مفسر مولانا محمد یعقوب شر ودیؒ کی تفسیر بزبان اردو مکمل آٹھ جلدوں میں لکھی ہوئی ایک جامع تفسیر ہے، جو کہ ۱۹۹۲ء سے شروع ہو کر اپنے ارتقائی مراحل سے گذرتی ہوئی بالآخر ۱۹۹۶ء میں مکمل ہوئی، یہ تفسیر مختلف تفاسیر کا نچوڑ ہے۔اسی لئے بلوچستان میں اس سے استفادہ کیا جاتا ہے۔یہ تفسیر کل آٹھ ہزار صفحات پر مشتمل ایک ضخیم تفسیر ہے۔پہلی جلد میں فضائل قرآن پر جامع و مبسوط مقدمہ موجود ہے جس میں موصوفؒ نے جامع انداز میں اصولِ تفسیر پر سیر حاصل بحث کی ہے۔اور آخری جلد میں تذکرۃ المفسرین بھی موجود ہے اس کے علاوہ مفسرؒ نے کچھ اصطلاحات کو چیدہ چیدہ بیان کیا ہے۔جس سے اس کی افادیت میں نمایاں طور پر اضافہ ہوا ہے۔تفسیر ھٰذا کئی سالوں کی محنت شاقہ کا حاصل و نچوڑ ہے اور اسے بلاشبہ قرآن پاک کا معجزہ قرار دیا جاسکتا ہے۔"

(۵) تفسیر "کشف خصوصیات و امتیازات۔القرآن" کی ایک جائزہ:

مفسرِ قرآن مولانا محمد یعقوب شر ودیؒ کشف القرآن کی خصوصیات اور اس کا منہج و اسلوب اس طرح بیان کرتے ہیں:

"میں نے یہ ترجمہ اپنی طرف سے نہیں کیا بلکہ ترجمہ قرآن کے وقت مآخذ کے لئے میں نے تین ترجموں کی طرف رجوع کیا۔

۱۔پہلا ترجمہ شاہ رفیع الدین دہلویؒ۔

۲۔دوسرا ترجمہ حضرت شیخ الہندؒ۔

۳۔تیسرا ترجمہ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ۔"

(۶) مفسرؒ مزید لکھتے ہیں:

"مذکورہ بالا تینوں تراجم قرآن کریم میرے پیش نظر رہے ہیں، مگر کسی ایک کا پابند نہیں رہا ہوں، جسے اپنے ذوق نے چاہا اردو زبان میں منتقل کر لیا مثلاً:

"هُدًى لِلْمُتَّقِين" کے ذیل میں شاہ رفیع الدینؒ کا ترجمہ ہے:

"راہ بتاتی ہے پرہیز گاروں کی خاطر"۔

جبکہ حضرت تھانویؒ کا ترجمہ ہے:

"راہ بتانے والی ہے اللہ سے ڈرنے والوں کو"۔

اور حضرت شیخ الہندؒ کا ترجمہ ہے:

"راہ بتاتی ہے ڈرنے والوں کو" وغیرہ۔

اس طرح میں نے حضرت تھانویؒ کا ترجمہ لیا ہے ایسے کم مواقع ہوں گے کہ میں اردو زبان کے تقاضوں یا کسی اور وجہ سے باہر نکلا ہوں۔

(۷)مولانا محمد یعقوب شرودیؒ مزید لکھتے ہیں:

"تفسیر کشف القرآن میں تحت اللفظ ترجمہ ہے جو زیادہ تر مذکورہ بالا تین ترجموں سے ماخوذ ہے۔"

(۸) جبکہ دوسری امتیازی خصوصیت یہ ہے: تفسیر "کشف القرآن" میں تفسیر "بیان القرآن" کے طرز پر بعض مقامات پر تشریحی اجزاء کی پیوندکاری کی گئی ہے۔"

(۹) تیسرے نمبر پر آیت سے متعلق باتیں ہیں جس میں کبھی فقہی مسائل ہوتے ہیں کبھی علمی، ادبی یا تصوف سے متعلق نکات وفوائد ہوتے ہیں مگر یہ سب کچھ تفاسیر، احادیث وفقہ کی کتابوں اور علمائے سلف سے ماخوذ ہیں۔ کہیں عبارت کی وضاحت ہو، یا لغوی تحقیق ہو، یا کوئی نحوی ترکیب ہو یا بلاغت یا قراءت سے متعلق کوئی بات ہو تو اس کے لئے ہر صفحے کے نیچے ایک خالی جگہ حاشیہ کے لئے دی گئی ہے جس کے لئے موصوف مفسرؒ نے "منہ" کا نشان لگایا ہے۔"

(6) کشف القرآن کے مصادر و مراجع:

تفسیر کشف القرآن میں مفسرؒ نے جن تفاسیر سے استفادہ کیا ہے ان میں سے چند ایک مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ تفسیر جلالین۔
۲۔ ابن کثیر۔
۳۔ روح المعانی۔
۴۔ تفسیر عثمانی۔
۵۔ موضح القرآن۔
۶۔ تفسیر معارف القرآن۔ (مفتی محمد شفیعؒ)
۷۔ تفسیر معارف القرآن۔ (مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ)
۸۔ تفسیر البحر المحیط۔
۹۔ تفسیرِ خازن۔
۱۰۔ تفسیر مدارک۔
۱۱۔ تفسیرِ کبیر۔
۱۲۔ تفسیرِ قرطبی۔
۱۳۔ تفسیرِ مظہری۔
۱۴۔ تفسیر الدر المنثور۔
۱۵۔ تفسیر جواہر القرآن۔
۱۶۔ کتاب التسہیل۔
۱۷۔ تجرید البیان۔
۱۸۔ تفسیر ضوء البیان۔
۱۹۔ تفسیراتِ احمدیہ۔
۲۰۔ بیان القرآن۔"

(11) مذکورہ بالا اہم مصادر و مراجع سے پتہ چلتا ہے کہ مولانا محمد یعقوب شرودیؒ نے اپنی تفسیر "کشف القرآن" میں جملہ بنیادی مآخذ اور قدیم وجدید تفاسیر سے بالاستیعاب اور بھرپور استفادہ کرتے ہوئے یہ اہم تفسیری شاہ کار تفسیری ادب میں ایک اہم علمی و تفسیری کارنامے کی صورت میں پیش کیا، علماء اور اہلِ علم نے اس سے بھرپور استفادہ کرتے ہوئے اسے تفسیری ادب میں گراں قدر اور اہم تفسیری کارنامہ قرار دیا ہے۔

خلاصہ ء بحث:

مولانا محمد یعقوب شرودیؒ بلوچستان کے علمی و دینی حلقوں بالخصوص بلوچستان کے تفسیری ادب اور مفسرین میں قابلِ ذکر مقام کے حامل ہیں، ان کی تفسیر "کشف القرآن" گوناگوں خصوصیات و امتیازات کی حامل اور بعض ایسے اوصاف سے مزین ہے، جو اسے تفسیری ادب بلوچستان کے تفسیری ذخیرہ اور عصرِ حاضر میں لکھی گئی تفسیروں میں منفرد اور نمایاں مقام عطا کرتی ہے اہلِ علم اور تفسیری ادب سے وابستہ علماء و مفسرین نے اسے اہم تفسیری شاہ کار قرار دیا ہے۔ مندرجہ بالا تحقیقی مضمون میں تفسیر "کشف القرآن" کا تحقیقی و تعارفی جائزہ پیش کرتے ہوئے مولانا محمد یعقوب شرودیؒ کے علمی مقام و مرتبے ان کی علمی و دینی خدمات، تفسیر "کشف القرآن" کے اسلوب و منہج اور خصوصیات و امتیازات کا مختصر جائزہ پیش کیا گیا ہے۔

حوالہ جات (References)

(۱) شرودی، محمد یعقُوب، مولانا، اردو تفسیر کشف القرآن (۲۰۱۴ء سیلز اینڈ سروسز کوئٹہ)، ۱:۲۱

Shroudi, Mohammad Yaqub, Maulana, Urdu Tafsir Kashf Al-Quran 2014 Sales & Services Quetta, 1 : 21

(۲) شرودی، محمد یعقوب، مولانا، مراءت الآیات، (جامعہ رشیدیہ، کوئٹہ، ۲۰۰۱ء)، ۸

Shrudi, Mohammad Yaqub, Maulana, Marat al-Ayat, Rashidia .University, Quetta, 2001

(۳) ایضاً محولہ بالا تفسیر کشف القرآن ۲۰ — *Ibid*

(۴) شرودی، محمد یعقوب، مولانا، اردو تفسیر کشف القرآن، ۷

Shroudi, Mohammad Yaqub, Maulana, Urdu Tafsir Kashf Al-Quran,7

(۵) کوثر، ڈاکٹر انعام الحق، بلوچستان میں قرآن مجید کے تراجم و تفاسیر، (فکر و نظر، اسلام آباد)، ۳۴، شمارہ ۴، ۳:۴۹

Kausar, Dr. Inam-ul-Haq, Translations and Interpretations of the Holy Quran in Balochistan, Fikr o Nazar, Islamabad,34,4,3:49

(۶) مولانا محمد یعقوب شرودیؒ کشف القرآن، ایضاً، ۷

Maulana Muhammad Yaqub Shroudi, Kashf ul Qur'an,7

(۷) ایضاً ۱۰، تا ۱۱ — *ibid*

(۸) ایضاً ۱۱ — *ibid*

(۹)ایضاً
ibid

(۱۰)شرودی، محمد یعقوب، مولانا، اردو تفسیر کشف القرآن، ۳۷تا۳۸
Shrudi,Mohammad Yaqub, Maulana, Kashf Al-Quran, 37-38

(۱۱)ایضاً ص۲۰
ibid

JQSS *(Journal of Quranic and Social Studies)*
2022, 2(1), 30 -45

موسیقی کے انسانی جسم اور روح پر مرتب ہونے والے اثرات کا اسلامی اور سائنسی تناظر میں ایک جائزہ

An Overview of the Effects of Music on the Human Body and Soul in an Islamic and Scientific Perspective

Anjan Qazi
MPhil Scholar, Department of Islamic Studies, University of Baluchistan Quetta

Dr. Jahanzaib Rana
Assistant Professor, Department of Islamic Studies, Isra University Hyderabad, Sindh.

Keywords
Music Effects Human Body Addiction brain .

Anjan Qazi and Dr.Jahanzaib Rana (2022). An Overview of the Effects of Music on the Human Body and Soul in an Islamic and Scientific Perspective, *JQSS Journal of Quranic and Social Studies*, 2(1), 30-45.

Abstract: *The bottom line of this whole debate is that music in English is sung in Arabic, while in Urdu it is sung in Urdu, which is actually a Greek word, later adapted from Arabic, it is a specific form of art in which sound and silence are It is arranged that it produces a melody, while today's scholars and mujtahids have stated that the popular understanding of music is that the sound which is commonly considered to be singing, in popular forms of music, folk music, classical music, Semi-classical and pop music are included and the religious forms of music include Samaa and Qawwali. Islamic teachings and scientific experiments have shown that music is not the food of both the human body and the soul, but affects both of them to a great extent. Music is the first attack on the intelligent, which causes the common man to become emotionally angry and quarrelsome. The situation changes, in the same way music causes adultery through sexual excitement, in the same way music makes a person addicted to drugs, because according to the hadith, music, intoxication and adultery are three angles of a triangle that are necessary to each other. It is also known from the hadiths that music is a tent of.. hypocrisy*

Corresponding Author: Email: niazhassni7@gmail.com

Content from this work is copyrighted by *JQSS* which permits restricted commercial use, research uses only, provided the original author and source are credited

.

بر صغیر میں موسیقی کی مختصر روداد:

پوری دنیا اور خاص کر بر صغیر پاک وہند میں موسیقی آج بھی پوری آب وتاب کے ساتھ زندہ ہے، اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے موسیقی کو ادارے کے طور پر زندہ رکھا، اور خاص کر ہندوں کے ہاں موسیقی کی سانسیں چلنے کا ایک اہم سبب ان کا مذہب ہے کیونکہ ان کے مذہب میں بھجن اور کیرتن میں غناء کے ساتھ ساتھ موسیقی کا استعمال ہوتا ہے جبکہ مسلمانوں کے یہاں اہل مذاہب اسے چوڑے چماروں کا کام گردانتے ہیں، مگر حقیقت یہ ہے کہ اس کا یہ بھی مطلب نہیں کہ مسلم امۃ اس فن موسیقی سے بالکل نابلد ہے، ذرا دل تھام کر سنیے گا کہ نزہۃ الخواطر کے مؤلفؒ کچھ عجیب رقمطراز ہے میں تو یہ پڑھ کر بہت ہی ششدر رہ گئی، ان کے الفاظ درج ذیل ہیں:

> "بر صغیر پاک و ہند کا سب سے بڑا خاندان "شاہ ولی اللہ" کا خاندان ہے، خانوادہ شاہ ولی اللہ کے چشم وچراغ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی سے بھلا کون ناواقف ہے، شاہ عبد العزیزؒ ان تمام علوم میں مہارت تامہ رکھنے کے علاوہ علم موسیقی میں بھی یگانہ روزگار تھے، آپ کو یہ فن دوسرے علوم وفنون کی طرح اپنے والد بزرگوار سے وراثت میں ملا تھا، شاہ ولی اللہ کے فن موسیقی میں ذوق ودلچسپی کا اندازہ ان کی تصنیف "الفوز الکبیر" سے ہوتا ہے، جس میں وہ یونانیوں کے گانوں کے طریقے اور قواعد بھی بیان کرتے ہیں، اور اہلِ ہند کے مختلف راگوں سے اخذ کردہ راگوں اور راگنیوں کا تذکرہ بھی خاص انداز میں کرتے ہیں۔"۱

نیز صاحب نزہۃ الخواطر حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کے اس فن کے بارے میں فرماتے ہیں:

> "ان کو تیر اندازی، گھڑسواری اور موسیقی میں مہارت حاصل تھی۔"۲

بعض قرائن سے معلوم پڑتا ہے کہ شاہ عبدالعزیز کو راگوں پر اتنی مہارت تھی کہ ہندو اور دوسرے مذاہب کے لوگ اپنے راگ سیدھے کروانے کے لئے شاہ صاحب کے پاس آیا کرتے تھے جبکہ امام الہند ابو الکلام آزاد اور مولانا محمد آزاد دونوں مل کر چاندنی راتوں میں ستار لے کر "تاج محل" کی چھت پر جا بیٹھتے اور سر چھیڑتے، بایں ہمہ ان علماء کرام نے شرعی ممانعت کی وجہ سے اسے کبھی نہ سنا اور نہ اپنے یہاں جگہ دی، مگر افسوس کی بات یہ کہ عوام نے صوفیاء کے اقوال کی روشنی میں یہ اصول قائم کئے کہ موسیقی روح کی غذا ہے بالفاظ دیگر انسانی جسم اور روح پر موسیقی کے مثبت اثرات مرتب ہوتے ہیں، اس سے قبل کہ ہم اصل مضمون پر بحث کرے ایک تمہیدی گفتگو کرتے ہیں تاکہ اصل مضمون سمجھنے میں آسانی ہو۔

موسیقی کی لغوی اور اصطلاحی تحقیق:

موسیقی جسے انگلش میں Music جبکہ اردو زبان میں گانا کہا جاتا ہے، اس کے لیے عربی زبان میں مشہور لفظ "الغنا" ہے، مشہور و معروف لغت کی کتاب "المنجد" میں اس لفظ کی لغوی تحقیق یوں ہے:

> "الغنا من الصوت: گیت سر، راگ اسی غنا کی جمع **اَلْاَغْنِیَه، اَلْاِغْنِیَّه** اور **اَلْاُغْنِیَه** (بغیر تشدید بھی) آتی ہے۔ یعنی گیت سر اور راگ۔ "**اغانی**" اور "**اغان**" بھی اسی کی جمع ہے۔ "**غَنّیٰ بِالشِّعْرِ**" (یعنی) گانا، شعر پڑھنا۔"۳

مشہور لغوی عالم محمد بن یعقوب فیروزآبادی القاموس المحیط میں موسیقی اور گانے کے حوالے سے لکھتے ہیں:

> "گانا: وہ آواز ہے جو نشاط آور ہوتی ہے۔"۴

دکتور احمد مختار صاحب اپنے معجم میں موسیقی کے اصطلاحی معنی کا بیان کچھ اس طرح کرتے ہیں:

> "**مُوسِیقی، فنٌ تألیف الألحان وتوزیعها وإیقاعها والغناء والتطریب بضروب المعازف**"۵
>
> "موسیقی ایک ایسا فن ہے جس میں آوازوں کے درمیان ربط اور اسے پھیلانا، گانا گانا اور آلات موسیقی کے ذریعے مستی پیدا کرنا ہے"

موسیقی کی اصطلاحی تعریف اور اس کلمے کے اصل کے بارے میں علامہ یوسف عواد "مجلّہ لغۃ العرب" میں لکھتے ہیں:

"وزن موسيقي لأن الكلمة اليونانية فوس (بعدتجريدعلامة الإعراب منهاوهي س) ومعناها الطبيعة مكسوعة بأداة النسبة أو الصفة وهي عندهم(قي)إذن كان يجب أن يقال فيها (فوسيقي) كماقال السلف موسيقى"٦

"موسیقی کا وزن چونکہ موسیقی یونانی کلمہ ہے، "فوس" (لفظ سین سے اعراب ہٹانے کے بعد) آخر میں نسبت یاصفت لگانے سے اس کا معنی ہوا اُلٹی طبعیت (بیمار طبعیت) وہ نسبتی لفظ ان یونانیوں کے یہاں لفظ "قی" ہے، اس لئے ضروری ہے کہ اس لفظ کو "فوسیقی" پڑھا جائے جس طرح کہ گذشتہ لوگ پڑھتے تھے۔"

آج کل کے علماو مجتہدین نے "غِناء" کی مشہور و معروف توضیح یہ بیان فرمائی ہے کہ:

"وہ آواز جسے عرف عام میں (عام پبلک کے نزدیک) گانا سمجھا جاتا ہے۔"٧

فن موسیقی کے ماہرین یعنی موسیکاروں کے نزدیک موسیقی کے مشہور اقسام حسب ذیل ہیں:

ا۔لوک موسیقی:

لوک موسیقی جسے عوامی موسیقی بھی کہتے ہیں یہ کلاسیکی موسیقی اور نیم کلاسیکی موسیقی سے زیادہ عام فہم اور عوام میں زیادہ مقبول ہے، اس موسیقی میں ہلکے پھلکے گیت، لوک دھنیں، علاقائی دھنیں، شادی بیاہ کے گیت، منظوم، لوک داستانیں شامل ہیں۔٨

لوک موسیقی کی مختلف اقسام ہیں ہر علاقے اور ہر قوم کے یہاں یہ موسیقی مختلف شکلوں میں رائج ہے، مگر ڈھول یا ڈھولک اس کی وہ شکل ہے جو ہر قوم اور علاقے میں مروج ہے۔

٢۔کلاسیکی موسیقی

وہ موسیقی ہے جو صدیوں سے بر صغیر میں مروج ہے اور جس میں گائکی کا وہ استعمال ہوتا ہے جہاں چار متوں، دس ٹھاٹوں اور دھروپد سے لے کر خیال، ٹپہ اور ترانہ وغیرہ کی اصناف گائی جاتی ہیں۔٩ یہ وہ موسیقی ہے جو صدیوں سے بر صغیر میں مروج ہے اور جس میں گائکی کا وہ استعمال ہوتا ہے جہاں چار متوں، دس ٹھاٹوں اور دھروپد سے لے کر خیال، ٹپہ اور ترانہ وغیرہ کی اصناف گائی جاتی ہیں۔

٣۔نیم کلاسیکی

نیم کلاسیکی موسیقی کے ساتھ لفظ "نیم" جو لگایا جاتا ہے اس کا مطلب ہے کہ کلاسکی کی یہ قسم پہلے والے سے آسان ہے کیونکہ اس میں ٹھمری، دادرا، کجری، ہوری، غزل، اور گیت وغیرہ کی اصناف گائی جاتی ہیں، جو کہ موسیقی کے آسان ترین گیت ہیں۔

٤۔پاپ موسیقی

پاپ میوزک موسیقی کی ایک صنف ہے جو ١٩٥٠ء کی دہائی کے وسط میں امریکہ میں جدید شکل میں شروع ہوئی۔١٠

جبکہ پاکستان میں ١٩٨٠ء کی دہائی میں اس کا آغاز ہوا، اس زمانے میں عالمگیر، نازیہ اور زوہیب، محمد علی شہکی اور دیگر کئی گلوکار مشہور ہوئے، پاکستان میں پاپ میوزک کے مشہور بینڈز حسب ذیل ہیں:

ا۔وائٹل سائنز (بینڈ)

پاکستان میں میوزک بینڈز کی ابتداء ١٩٨٣ء میں وائیٹل سائنز سے ہوئی، اس وقت وائٹل سائنز پاکستان کا مقبول ترین بینڈ تھا، جسے جنید جمشید لیڈ کرتے تھے، ملک کی نوجوان ان کے گیتوں کی دیوانی تھی، "دل دل پاکستان" مشہور قومی نغمہ دنیا کے دس مقبول ترین نغمات میں شمار ہوا، لیکن ٢٠٠٢ء کو جنید جمشید نے موسیقی کی دنیا کو خیر باد کہہ کر دین کی تبلیغ اور حمد و نعت خوانی سے رشتہ جوڑ لیا۔

٢۔جل (بینڈ)

٢٠٠٢ء میں گوہر ممتاز نے جل بینڈ کی بنیاد رکھی، اس کی پہلی البم "عادت" ٢٠٠٤ء میں ریلیز ہوئی۔

٣۔میکال حسن (بینڈ)

٢٠٠٠ میں میکال حسن اور محمد احسن پپو نے میکال حسن بینڈ تشکیل دیا تھا، اس بینڈ کے اب تک ٣ البم ریلیز ہو چکے ہیں۔

۴۔اسٹر نگز (بینڈ)

اسٹر نگز بینڈ عالمی شہرت یافتہ بینڈ ہے، اس کی بنیاد کراچی کے دو نوجوانوں فیصل کپاڈیہ اور بلال مقصود نے ۱۹۸۸ میں رکھی۔

موسیقی کی مذہبی تصورات:

مذہبی طور پر موسیقی کے آج کل کی مروج تصورات دنیا میں سماع اور قوالی ہیں۔

سماع کا مفہوم:

اصطلاح صوفیاء میں سماع سے مرادِ کلامِ موزوں کو لحن حسین اور ارادۂ خیر کے ساتھ سننے کا نام ''سماع'' ہے۔۱۱

لفظ "سماع" ایک خاص صوفیانہ اصطلاح ہے مگر افسوس کہ ثقافتی قسم کے لوگوں نے اس کو متداول موسیقی کا مترادف قرار دے ڈالا ہے۔ اسی طرح کہ ''غنا'' حدیث کی ایک خاص لفظ ہے جو کہ غلط معنی میں استعمال ہونے لگا، یہی حال دف کے استعمال کا ہے، زیادہ سے زیادہ ایک حد جواز تک محدود ہے مگر بعض صوفیوں کے وجد، رقص اور قوالی نے شرعی ماخذ تصور کرکے مغالطے مہیا کیے۔ ۱۲

سماع کی قسمیں:

۱. مزامیر وغیرہ کے بغیر خوش الحانی کے ساتھ ''کلام'' کا سننا۔ کلام منظوم ہو یا غیر منظوم۔ ۲. آلات کے ساتھ اس کا سننا۔

۳. خوش الحانی کا ایک انداز عجمی ہے، دوسرا غیر عجمی، عجمی میں موسیقی کی نزاکتوں کی پابندی ضروری ہوتی ہے اور ان کا زیادہ تر تعلق تعیش یا وہم پرستانہ سرمستی کے ساتھ ہوتا ہے۔

اہل سماع کی صرف دو (۲) قسمیں ہیں:

۱. ایک وہ جو اپنے روحانی تسکین یا نشو ونما کے لئے ایسا کرتے ہیں۔ ۲. دوسرے وہ جو صرف تعیش کے لئے کرتے ہیں۔

بے ضرر سماع:

بے ضرر سماع سے مراد ایسا سماع جو آلاتِ لہو سے پاک ہو اور غیر عجمی لَے میں صرف سادہ خوش الحانی کے ساتھ قرآنِ حکیم یا روحانی قسم کے کلامِ معنی خیز کا صرف تفریح اور ذوق کی تسکین کے لئے سننا ہے۔

صوفیانہ سرمستی کے لئے سماع:

صوفیانہ سرمستی کے لئے سماع دراصل روحانیت نہیں روحانیت کا واہمہ ہے اور تصور عجم کے روحانیات کی نقالی اور سرقہ ہے۔

قوالی:

لفظ ''قوالی'' عربی کے لفظ ''قول'' سے مشتق ہے، قول کا مطلب ہوتا ہے ''بات'' یا ''بیان کرنا'' اس طرح قوالی کا مطلب ہوا وہ بات جو بار بار دہرائی جائے، لفظ قوالی کو بھارت اور پورے برصغیر میں گانے کی ایک خاص صنف کے نام کے طور پر استعمال کیا جانے لگا، قوالی ایک خاص اسٹائل کے گانوں کو کہتے ہیں جن میں اللہ کی حمد وثنا اور رسول اللہ ﷺ کی تعریف ہوتی ہے یا اللہ والوں کی منقبت ہوتی ہے، بغیر آلات موسیقی کے قوالی کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا، قدیم روایتوں ، صوفیہ کے تذکروں اور تاریخی کتابوں کے مطابق اس خطے میں پرانے زمانے سے صوفیہ کی خانقاہوں میں قوالی کا رواج رہا ہے، اس کی ابتدا اگرچہ نظام الدین اولیاء کے مرید خاص امیر خسرو سے مانی جاتی ہے جو اپنے عہد کے ایک معروف شاعر تھے مگر سماع کی محفلیں اس سے پہلے بھی رائج تھی اور علماء کا ایک طبقہ اس کی مخالفت کرتا رہا، محفل سماع کا ذکر برصغیر کے چشتی مشائخ کے تذکروں میں خاص طور پر ملتا ہے، خواجہ معین الدین چشتی خود اچھے شاعر تھے اور ان کی خانقاہ میں محفل سماع ہوا کرتی تھی، اس مختصر سی تمہیدی گفتگو کے بعد اصل موضوع پر تفصیلی بحث کرتے ہیں۔

موسیقی کا انسانی شخصیت پر اثرات

اللہ تعالی کا اس جہانِ اسباب میں ایک اصول کارفرما ہے وہ یہ کہ ہر چیز کے اچھے اور برے اثرات ضرور ہوتے ہیں مگر قابل تاسف بات تب ہے کہ خیر کو شر اور شر کو خیر سمجھا جائے، زہر کو قند اور قند کو زہر سمجھا جائے، اسی کا دوسرا نام جہل مرکب ہے، اور جہل مرکب سے نکلنا انتہائی مشکل کام ہے، یہی لاعلاج بیماری جو لوگوں کے نفوس میں سرایت کر گئی ہے وہ موسیقی کی ہے، درحقیقت موسیقی کے انسانی جسم، روح اور نفس پر انتہائی برے اثرات مرتب ہو رہے ہیں، اگروہ

اثرات اسی ایک ٹھکانے تک محدود رہتے تو کوئی اشکال کی بات نہیں تھی غضب تو یہ کہ موسیقی کے اثرات متعدی ہیں، یعنی ایک بیماری سے دوسری دوسری سے تیسری جنمنے والی ہے، آج کل بڑے شدومد کے ساتھ یہ بات بیان کی جاری ہے کہ موسیقی روح کی غذا ہے، جبکہ اسلامی اور سائنسی تعلیمات و مشاہدات کا یہ تجربہ ہے کہ موسیقی روح کی غذا نہیں بلکہ روح اور جسم دونوں کے لئے مہلک ہے، یہ بات تو کسی وقت نبی کریم ﷺ کی فرمودات اور ارشادات سے معلوم ہوتی تھی جس کو سیکولر مسلم اور غیر مسلم کوئی خاص توجہ نہیں دیتے تھے اور جدت پسند مسلمان تو اس کی تاویلات کرتے تھے جبکہ آج کل تو سائنسی تجربات نے بھی ثابت کر دیا کہ موسیقی کا جسم اور روح دونوں پر انتہائی مہلک اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

انسانی جسم پر موسیقی کے اثرات

موسیقی میں ساز و آواز کا ایک حسین امتزاج ہوتا ہے، موسیقی میں نہ صرف عام آواز کی خصوصیات ہوتی ہیں بلکہ اس میں ایک مزید عنصر "موزونیت "Rhythm کا بھی پایا جاتا ہے یعنی ایسی حرکت یا تبدیلی جس میں مختلف آوازیں باقاعدگی سے دھرائی جائیں، یہ چیز موسیقی میں نپے تلے وقت Time Dependent کیساتھ ہوتی ہے، ایسی چیزوں کے جسم انسانی پر مرتب ہونے والے اثرات کو آلات کی مدد سے ناپا جاسکتا ہے، جب موسیقی کیساتھ گانے والے کی دلفریب آواز بھی شامل ہوتی ہے تو موسیقی کے اثرات سننے والوں پر دو چند ہو جاتے ہیں، چونکہ لوگوں کی اکثریت سننے کی کیفیت (Listening Experiene) کو شعوری طور پر کوئی اہمیت نہیں دیتی اس لیے وہ اس کے اثرات سے بے خبر ہوتے ہیں، بے شمار سائنسی تجربات سے پتہ چلتا ہے کہ موسیقی اور گانے بجانے کے اثرات ہمارے جسم اور ذہن دونوں پر مرتب ہوتے ہیں، موسیقی سے انسانی جسم کے متاثر ہونے کی ایک وجہ ہمارے جسم کی اپنی موزونیت (Body Rhythms) بھی ہو سکتی ہے، انسانی دل ایک منٹ میں ۷۰ سے ۸۰ مرتبہ دھڑکتا ہے، دلچسپ بات یہ کہ اکثر مغربی میوزک کی رفتار (Tempo) بھی یہی ہوتی ہے، موسیقار راجر سیشنز (Roger Sessions) کے مطابق موسیقی دراصل وقت کے دھارے میں آواز کی باضابطہ حرکت کا نام ہے، اس تعریف کی تشریح مغربی ماہر نفسیات اور موسیقار این روزن فیلڈ Anne Rosenfeld بیان کرتی ہے:

> "موسیقی میں نظم و ضبط کا تصور بہت اہم ہے، موسیقی کبھی بھی بے ہنگم آوازوں کا نام نہیں ہے۔ موسیقی دراصل نہایت منظّم آوازوں کا مرکب ہوتی ہے جنہیں اکثر اوقات سخت منطقی اصولوں کے تحت ترتیب دیا جاتا ہے۔" ۱۳

پس موسیقی ایک قوت ہے جس کے اثرات اس کے سننے والوں پر مرتب ہوتے ہیں، یہ ایک معصوم تفریح نہیں ہے۔ موسیقی دراصل نپی تلی اور منظّم آوازوں پر مشتمل ہوتی ہے جیسا کہ ماہر نفسیات ڈاکٹر روزن فیلڈ نے بیان کیا ہے۔ موسیقی سننے کے ہمارے جسم اور کردار پر انتہائی دوررَس اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن اور حدیث کی تعلیمات میں موسیقی اور گانے بجانے کے مسئلے پر خاص طور پر روشنی ڈالی گئی ہے مگر ہم نے اس باب میں زیادہ توجہ موسیقی کے انسانی جسم اور دماغ پر مرتب ہونے والے اثرات پر جدید سائنسی تحقیقات کے تناظر پر مرکوز کی ہے۔

موسیقی کا سب سے پہلا حملہ ذہن پر ہوتا ہے جس کی وجہ سے انسان جذباتی ہو جاتا ہے اور ہر وقت جزبات کا شکار ہوتا ہے، ماضی میں سائنسدان یہ سمجھتے تھے کہ عقل (Reason) اور جذبات (Emotions) کا آپس میں کوئی تعلق نہیں، لیکن یہ نقطہ نظر اب بدل رہا ہے، ماہر نفسیات جے ٹی کا سیوپو (J.T.Cacioppo) اور ڈبلیو ایل گارڈنر (W.L Gardner) کے مطابق:

> "اب یہ ثابت ہو چکا ہے کہ ہمارے جذبات، ہماری سوچنے سمجھنے کی صلاحیت کے مقابلے میں کہیں زیادہ تیز رفتار ہوتے ہیں اور اپنی تیزی کی وجہ سے وہ دماغ کی پرکھنے کی صلاحیت کو اغواء کرنے کی طاقت رکھتے ہیں جسے (Emotional Hijack) کہا جاسکتا ہے۔" ۱۴

انٹونیو ڈیماسیو (Antonio Damasio Dr) جو کہ یونیورسٹی آف آئیوا (University of Iowa) امریکہ، میں نیورالوجی ڈیپارٹمنٹ کا انچارج ہے اور انسانی دماغ پر تحقیق کے میدان میں ایک گراں قدر نام ہے، نے حال ہی میں نفسیات کے روایتی نظریئے کو اپنی کتاب (Descartes Error: Emotion, Reason and the human Brain) میں چیلنج کیا ہے کہ علم نفسیات کا عقل کو جذبات سے علیحدہ رکھنا غلط ہے کیونکہ جذبات دراصل انسان کے عقل سے کیے گئے فیصلوں میں بنیادی کردار ادا کرتے ہیں۔ ان کے مطابق عقل سے کیے گئے فیصلے صرف منطقی سوچ کا نتیجہ نہیں ہوتے بلکہ ان پر انسانی جذبات کی بھی گہری چھاپ ہوتی ہے۔ ۱۵

بعض سائنسی تحقیقات سے اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ موسیقی سنتے ہوئے لوگوں پر جذباتی کیفیت طاری ہوتی ہے، مثلاً مغربی محقق اے پائک (A. Pike) کی موسیقی سننے کے تجربے پر کی گئی تحقیق جو (Journal of Reasearch In Music Education) کے ۱۹۹۲ء کے شمارے میں چھپی جو کہ بہت سے لوگوں پر کی گئی تھی جنھوں نے مختلف قسم کی موسیقی اور گانے سنے۔ اس تحقیق کے نتائج سے یہ پتہ چلا کہ:

"۹۶ فیصد سامعین کو لذت کا احساس ہوا، ۸۳ فیصد موسیقی کیساتھ وحدت کا احساس ہوا، ۷۲ فیصد کو اپنے مزاج (Mood) میں تبدیلی محسوس ہوئی اور ۶۵ فیصد کو جسم میں حرکت کا احساس ہوا۔ اس ریسرچ نے اس بات کا ثبوت فراہم کیا کہ موسیقی سامعین کے جذبات پر اثرانداز ہوتی ہے۔"۱۶

سائنسدانوں نے یہ بھی ثابت کیا ہے کہ موسیقی کا اثر انسان کے کردار و عمل پر ظاہر ہوتا ہے۔ مثلاً ۱۹۹۱ء میں دو مختلف تحقیقات یونیورسٹی آف کیل (University of Keele) برطانیہ کے جان اے سلوبوڈا (Johm A. Sloboda) اور کینیڈا کے سائنسدان گیبریلسن (Gabrielsson) نے اپنی تجربہ گاہوں میں کیں۔ ان تجربات میں یہ ثابت کیا گیا کہ موسیقی کی کئی اقسام کو سن کر لوگ رونے لگ جاتے ہیں۔۱۷

علاوہ ازیں چہرے کے پٹھوں پر بجلی کے الیکٹروڈ لگا کر 'EMG (Facial Electromyography)' سے سائنسدانوں نے یہ بھی ثابت کیا کہ موسیقی سنتے ہوئے لوگوں کے چہرے کے تاثرات بدل جاتے ہیں جبکہ انہیں اس بات کا احساس تک نہیں ہوتا۔ اسی طرح تین مغربی محققین نائیکلیسیک (Nyklicek)، تھییر (Theyer) اور وین ڈورنین (Van Doornen) نے ایک تحقیق میں جو 'Journal of Psychophysiology' کے ۱۹۹۷ء کے شمارے میں چھپی، اس بات کا ثبوت فراہم کیا کہ موسیقی سننے والوں پر موسیقی کی مختلف اقسام (مثلاً خوشی، غم، غصہ یا آرام بخش) کے مطابق دل اور سانس پر اثرات (Cardio respiratory effects) مرتب ہوتے ہیں مثلاً دل کی دھڑکن کا تیز یا آہستہ ہونا، سانس کی رفتار کا تیز یا آہستہ ہونا، نبض کی رفتار بدلنا وغیرہ۔۱۸

جسم انسانی پر موسیقی کے اثرات پر بحث کرتے ہوئے امریکی کی پنسلوینیا سٹیٹ یونیورسٹی (Pennsylvania State University) کی ماہر نفسیات جولین تھیئر (Julian Thyer) کے مطابق مختلف آوازوں کی آمیزش کی وجہ سے موسیقی میں فطرتاً اثرانداز ہونے کی خاصیت ہوتی ہے۔۱۹

اس تمام بحث سے یہ پتہ چلتا ہے کہ موسیقی اور انسانی جذبات میں گہرا تعلق ہے۔ اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ موسیقی دماغ کے اس حصے (Limbic Region) پر اثرانداز ہوتی ہے جو ہمارے جذبات کو کنٹرول کرتا ہے۔

موسیقی کے انسانی جسم پر طبّی اثرات:

بعض تحقیقات میں جسم انسانی میں موسیقی سے پیدا ہونے والی ایک خاص ردعمل کی کیفیت پر روشنی ڈالی گئی ہے جس کو Thrill کہتے ہیں یعنی کسی شدید خوشی یا جذباتی حالت کی وجہ سے جسم میں ہیجان کی لہر یا" جھرجھری" پیدا ہونا، موسیقی سے جسم میں اس طرح کا ردعمل پیدا ہونا ایک عام بات ہے جو تحقیقات سے پتہ چلا ہے۔ اس طرح کی ایک سائنسی ریسرچ امریکی ریاست کیلیفورنیا کی سٹینفورڈ یونیورسٹی (Stanford University) کے سائنسدان ڈاکٹر آورام گولڈ سٹائن (Dr Avram Goldstein) نے کیا۔ چونکہ موسیقی ہمارے جذبات پر اثرانداز ہوتی ہے، اس لیے ڈاکٹر آورام نے انسانی جسم میں پیدا ہونیوالی جھرجھری یا ہیجان کی لہر جو انسان کی کمر سے پورے جسم میں پھیل جاتی ہے (Spine Tingling Chill) یا جذبات کے جوش سے دم رکنا (Lump in the throat) وغیرہ پر تحقیق کی کہ آیا یہ کیفیات اپنے سامعین میں موسیقی پیدا کرسکتی ہے یا نہیں؟

ڈاکٹر اورام نے یہ دریافت کیا کہ اس تحقیق میں شامل سامعین میں سے ۹۶ فیصد نے کہا کہ انہیں موسیقی کی وجہ سے جسم میں Thrills محسوس ہوئے جبکہ صرف ۳۶ فیصد نے ورزش کی وجہ سے ۵۷ فیصد نے کوئی سوال حل کرنے کی خوشی میں یا ۷۰ فیصد نے جنسی عمل کی وجہ سے Thrills کو جسم میں محسوس کیا، مزید برآں، رضاکاروں پر کسی ناول یا خوبصورت تصویر کے نظارے کے مقابلے میں موسیقی جسم کو بیدار کرنے میں کئی گنا زیادہ کارگر ثابت ہوئی۔۲۰۔ علامہ اقبالؒ نے موسیقی کی اِسی صفت کے متعلق فرمایا تھا:

چشم آدم سے چھپاتے ہیں مقامات بلند کرتے ہیں روح کو خوابیدہ جسم کو بیدار۲۱

پس اس تحقیق میں شامل ۲۵۰ رضاکاروں میں سے سب سے زیادہ Thrills موسیقی سننے والے رضاکاروں نے محسوس کیں۔ Thrill دراصل جسم میں ہیجان یا ٹھنڈک کی لہر یا جھرجھری کا احساس ہونا ہے جو گردن کے پیچھے سے شروع ہوتا ہے اور چہرے اور سر کے اوپر کے حصے تک جاتا ہے اور ساتھ ہی جسم کے باقی حصوں میں پھیل جاتا ہے۔ ڈاکٹر آورام کے مطابق موسیقی سے پیدا ہونے والی Thrills میں مردوں اور عورتوں میں کوئی فرق نہیں پایا گیا۔

جنسی ہیجان (زنا) اور موسیقی

جنسی ہیجان کو ابھارنے اور اسے برانگیختہ کرنے میں موسیقی کا ایک خاص کردار ہے، جنسی ہیجان سے بچنے کے لئے قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے ایک بہترین اصول اور ضابطہ نقل فرمایا ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰى إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَّسَاءَ سَبِيلًا "۲۲

"تم زنا کے نزدیک بھی مت جاؤ کیونکہ وہ بڑی بے حیائی ہے اور بہت ہی بری راہ ہے۔"

اس قاعدے کا منشاء یہ ہے کہ جس طرح زنا بے حیائی کا سبب ہے اور حرام ہے، اسی طرح ہر وہ فعل جو زناکاری کا سبب بنے حرام ہوگا مثلاً کسی غیر محرم عورت کو دیکھنا، خلوت میں اس سے کلام کرنا، عورت کا بے پردہ ہو باہر نکلنا، عورت کے گانے سننا ... یہ سب راستے زناکاری کا پیش خیمہ ہیں، ان تمام امور سے آپ ﷺ نے سختی سے منع فرمایا، گویا جو شخص عورتوں کے گانے سنتا ہے، ایک طرف تو یہ اس کے کانوں کا زنا لکھا جاتا ہے دوسری طرف حقیقی زنا کا سبب بنتا ہے، دل اور آنکھ کے زنا کے بارے میں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

" عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: مَا رَأَيْتُ شَيْئًا أَشْبَهَ بِاللَّمَمِ مِمَّا قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنَّ اللهَ كَتَبَ عَلَى ابْنِ آدَمَ حَظَّهُ مِنَ الزِّنَا، أَدْرَكَ ذَلِكَ لاَ مَحَالَةَ، فَزِنَا العَيْنِ النَّظَرُ، وَزِنَا اللِّسَانِ المَنْطِقُ، وَالنَّفْسُ تَمَنَّى وَتَشْتَهِي، وَالفَرْجُ يُصَدِّقُ ذَلِكَ كُلَّهُ وَيُكَذِّبُهُ"۲۳

"نبی ﷺ نے فرمایا اللہ نے ہر ابن آدم پر زنا کا کچھ نہ کچھ حصہ لکھ دیا ہے، جو اسے لازمی ملوّث کرے گا، چنانچہ آنکھ کا زنا دیکھنے سے ہوتا ہے، زبان کا زنا بولنے سے ہوتا ہے، دل کا زنا تمنا اور چاہت کرنے سے ہوتا ہے، اور شرمگاہ ان تمام کی تصدیق یا تکذیب کرتی ہے"

جبکہ موسیقی حقیقی زنا کا سبب بننے کا بھی ایک اہم عنصر ہے، مغربی سائنسدان چارلس ڈارون نے ۱۸۷۱ء میں طبع ہونے والی اپنی کتاب " The Descent of Man and Selection in Relation to sex" میں یہ انکشاف کیا تھا کہ:

" جنسی خواہشات کو ابھارنے میں موسیقی کا کردار اس لیے اہم ہے کہ موسیقی کے ذریعے جنس مالف کو اپنی طرف متوجہ کیا جاتا ہے۔"۲۴

یہ بات بیان کرنے کی حاجت نہیں کہ مشرق اور مغرب میں موسیقی اور گانے بجانے کا مرکزی موضوع عام طور پر جنس مخالف اور عشق بازی ہوتا ہے، دنیا کے اکثر رقص (Dances) اپنے اندر جنسی عنصر رکھتے ہیں، دنیا کے کئی قدیم جاہلی معاشروں (Preliterate Cultures) میں موسیقی اور رقص کا زندگی کے شریک سفر کے انتخاب سے گہرا تعلق ہوتا تھا، یہ چیز جانوروں میں کورٹ شپ (Courtship) کے دوران رقص سے مشابہ ہے، مثلاً: مور (Peacock) مادہ مورنی (Peahen) کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے لیے اپنے خوبصورت پر پھیلا کر ناچتا ہے، یہی نہیں بلکہ مور ناچنے کے دوران آوازیں بھی نکالتا ہے۔ (گویا کہ وہ گانا گا رہا ہو) ۲۵

موسیقی اور رقص کا عوام میں عام ہونا بلکہ لوگوں کو گانے بجانے سے نشے کی حد تک دلچسپی ہونا دراصل اس لیے ہوتی ہے کیونکہ یہ چیزیں ان لوگوں کے سفلی جذبات کو اپیل کرتی ہیں، یونانی فلسفی افلاطون (Plato) نے ایک مرتبہ کہا تھا:

"Rhythm and melody, accompanied by dance are the barbarous expression of the soul۲۶"

" موسیقی کا ترنم اور سوز رقص کے ہمراہ دراصل انسانی روح کا وحشیانہ اظہار ہیں۔"

افلاطون نے اپنی کتاب "Republic" میں اس بات کا پرزور اظہار کیا تھا کہ عوامی میوزک کو سختی سے سنسر کیا جائے، افلاطون نے اپنی کتاب میں اس خدشے کا اظہار کیا تھا کہ ملک کے شہری برے گانوں اور موسیقی کی وجہ سے گمراہ ہو جائیں گے۔ ان کے اخلاق تباہ ہو جائیں گے اور وہ برے کاموں میں ملوث ہو جائیں گے، موسیقی کی روح کو اس سے بھی زیادہ بہتر الفاظ میں مشہور ولی اللہ شیخ فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا تھا:

"الغناء رقية الزنا" ۲۷

"گانا بجانا دراصل زنا کا ابتدائیہ ہوتا ہے"

علاوہ ازیں، اس حقیقت سے بھی انکار مشکل ہے کہ نوجوان Teenagers پر عام لوگوں کی نسبت موسیقی زیادہ زہرآلود اثرات مرتب کرتی ہے، امریکہ کے بچوں کے دو ڈاکٹرز الزبتھ براؤن اور ولیم ہینڈی کے مطابق:

> "جب لڑکے اور لڑکیاں بلوغت کی عمر کو پہنچتے ہیں تو وہ موسیقی اور گانوں کے مروجہ پیغامات سے رہنمائی حاصل کرتے ہیں۔"۲۸

۱۹۸۹ء میں امریکی میڈیکل جریدے "The Journal of American Medical Association" کے ایک تحقیقی مقالے میں وہ لکھتے ہیں:

> "نوجوانوں کیلئے موسیقی کئی لحاظ سے اہم ہے، مثلاً: نوجوانوں کے سوسائٹی کی اجتماعی زندگی میں شامل ہونے میں موسیقی اہم کردار ادا کرتی ہے، جیسے جیسے نوجوان خود مختار ہوتے ہیں وہ زندگی کے شہوانی پہلوؤں Sexual Life Styles کے متعلق معلومات کے حصول کیلئے موسیقی اور گانوں کا رخ کرتے ہیں اور یہ ایسے معاملات ہوتے ہیں جن پر گھر اور اسکول دونوں جگہوں پر ممانعت ہوتی ہے۔"۲۹

اسلامی تعلیمات میں بھی موسیقی اور زنا میں گہرا تعلق ہے، جیسا کہ حدیث میں بیان ہوا ہے:

> "لَيَكُونَنَّ مِنْ أُمَّتِي أَقْوَامٌ يَسْتَحِلُّونَ الحِرَ وَالحَرِيرَ وَالخَمْرَ وَالمَعَازِفَ"۳۰
>
> "عنقریب میری امت میں ایسے لوگ ہوں گے جو شراب پئیں گے حلال سمجھ کر اسی طرح ریشم اور گانے کے آلات۔"

گانا بجانا بدکاری کیلئے سیڑھی کا کام کرتا ہے، موسیقی اور گانا بجانا دراصل ایک انسان کے سفلی جذبات کو اتنا بھڑکا دیتے ہیں کہ اس کا انجام بدکاری پر منتج ہوتا ہے، اکثر گانوں میں شادی سے پہلے کی محبت Premarital Love کو سوسائٹی میں مروج عام بات کے طور پر دکھایا جاتا ہے، علامہ عبدالرحمٰن ابن جوزی اپنی کتاب "تلبیس ابلیس" میں اس موضوع پر لکھتے ہیں:

> "گانے میں دو مضرتیں جمع ہو جاتی ہیں، ایک طرف یہ انسان کو خدا کی یاد سے غافل کرتا ہے اور دوسری طرف یہ دل کو مادی لذتوں کے حصول کی طرف ابھارتا ہے اور یہ ایک مانی ہوئی بات ہے کہ مادی لذتوں میں سب سے شدید مرد اور زن کے تعلق کی لذت ہے۔ تاہم یہ لذت اس وقت تک مکمل نہیں ہوتی جب تک اس میں مسلسل جدت نہ ہو اور یہ واضح ہے کہ اس طرح کی جدت کا حصول حلال طریقے سے ممکن نہیں، اس لیے موسیقی اور گانا انسان کو زناکاری کی طرف اکساتے ہیں۔ غناء (گانا بجانا) اور زنا میں گہرا تعلق ہے، غناء روح کیلئے فتنہ ہے اور زنا جسم کیلئے لذت اور فتنہ ہے۔"۳۱

مشہور امریکی ماہر نفسیات سکاٹ پیک (Scott Peck) بھی اسی نظریئے کو اپنی کتاب The Roadless Travelled میں بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

> "مادی لذتوں (بالخصوص تعلق مرد و زن) میں لطف اس وقت ہوتا ہے جب ان میں جدت (Novelty) موجود ہو۔"۳۲

موسیقی اور گانا لوگوں کو اِسی جدت کے حصول پر ابھارتے ہیں، امریکہ کے ایک مؤقر میڈیکل جریدے Postgraduate Medicine میں ایک تحقیق پیش کرنے کے بعد یہ خلاصہ پیش کیا گیا:

> "دلائل و شواہد سے یہ پتہ چلتا ہے کہ پاپ میوزک اپنے سننے والوں میں منشیات کا استعمال، جنسی بے راہ روی اور تشدد کے رجحانات کی آبیاری اور افزائش کرتا ہے۔"۳۳

نوجوانوں میں بلوغت کا دور پہلے ہی بہت ذہنی دباؤ کا دور ہوتا ہے، نوجوان لڑکوں لڑکیوں کے جسموں میں حیاتیاتی تبدیلیاں رونما ہو رہی ہوتی ہے، جنسی ہارمونز کی مقدار جسم میں بڑھ جاتی ہے۔ مثلاً مردانہ ہارمون ٹیسٹوسٹیرون Testosterone ایسے دور میں موسیقی اور گانے جن میں جنسی پیغامات اور رجحانات ہوں وہ جلتی پر تیل کا کام دیتے ہیں۔ اگر ہم گانوں کے نفس مضمون Subject Matter پر غور کریں تو چاہے وہ مغربی غیر مسلم ممالک کے گیت ہوں یا مسلمان ممالک کے گانے، سب کا موضوع ایک ہی ہوتا ہے یعنی شادی سے پہلے محبت یا آزادنہ محبت علاوہ دوسرے گناہ کے کاموں کی ترغیب کے۔

۱۹۸۵ء میں Journal of Broadcasting & Electronic Media میں ایک تحقیق چھپی جس میں ڈاکٹر بیکسٹر (R.L Baxter) اور معاون سائنسدانوں نے میوزک ویڈیوز میں پائے جانے والے مواد (Content) کا تجزیہ کیا اور یہ نتیجہ نکالا کہ ان میں سے تقریباً ۶۰ فیصد میں جنسی جذبات و احساسات کا اظہار دکھایا جاتا ہے اور کچھ میوزک ویڈیوز میں تو جذبات کو بھڑکانے والے کپڑے اور فحش حرکات بھی دکھائی جاتی ہیں۔ ۳۴

اسی طرح ایک دوسری تحقیق امریکن جرنل آف پبلک ہیلتھ میں چھپی، محقق آر ایچ ڈیورنٹ RH Durant اور معاون سائنسدانوں نے تین میوزک چینلوں CMT MTV اور VHL سے نشر ہونے والی ۵۱۸ میوزک ویڈیوز کا تجزیہ کیا کہ ان میں شراب اور تمباکو نوشی کا استعمال کتنا دکھایا جاتا ہے، اس ریسرچ میں ایک حیران کن دریافت انہوں نے یہ کی کہ شراب کا استعمال اُن میوزک ویڈیوز میں زیادہ تھا جن میں جنسی بے راہ روی بھی دکھائی گئی تھی۔ بہ نسبت ان میوزک ویڈیوز کے جن میں ایسا مواد نہ تھا۔ ۳۵

اس تحقیق سے بھی ہمیں پتہ چلتا ہے کہ جنسی بے راہ روی، منشیات اور موسیقی کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ جیسا کہ حدیث نبوی ﷺ میں بیان ہوا ہے۔ حال ہی میں ایک تحقیق میں چھ مختلف قسم کے میڈیا کا نوجوانوں پر اثرات اور نتائج مرتب کرنے کے اعتبار سے تجزیہ کیا گیا۔ میڈیا کی مختلف اقسام میں فلمیں، ٹی وی شوز، اخبارات، میگزین اور پاپ میوزک شامل تھے۔ عمرانی سائنسدان پارڈون Pardun اور معاونین نے اس ریسرچ میں دیکھا کہ فحاشی کے اور عریانی کا مواد سب سے زیادہ پاپ میوزک کے میڈیم میں پایا گیا۔ ۳۵

قلب اور نفس پر موسیقی کے اثرات:

قلب انسانی تمام امور کی آماجگاہ ہے اس میں جو کچھ سماجائے وہی اس کا معدن وماوی رہتا ہے، اگر خیر جائے گا تو خیر برآمد ہوگا اور اگر شر جائیگا تو شر برآمد ہوگا، دل پر اثر انداز ہونے کے اعتبار سے دنیا میں دو چیزوں کو خاص اہمیت حاصل ہے پہلی چیز ذکر اللہ یعنی قرآن کی تلاوت دوسری چیز موسیقی ہے، ذکر اللہ اور قرآن کی تاثیر بیان کرتے ہوئے ارشادِ باری ہے:

"إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ ءايٰتُهُ زَادَتْهُمْ إِيمَانًا۔" ۳۶

"پس ایمان والے تو ایسے ہوتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کا ذکر آتا ہے تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں اور جب آیات ان کو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو وہ ان کے ایمان کو اور زیادہ کر دیتی ہیں۔"

جب کہ کبھی تو ذکر الٰہی سننے سے ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"وَإِذَا سَمِعُوا مَا أُنزِلَ إِلَى الرَّسُولِ تَرَىٰ أَعْيُنَهُمْ تَفِيضُ مِنَ الدَّمْعِ۔" ۳۷

"اور جب وہ رسول کی طرف نازل کردہ کتاب کو سنتے ہیں تو آپ ان کی آنکھیں آنسوؤں سے بہتی ہوئی دیکھتے ہیں"

ایک اور مقام پر ارشاد ہے کہ قرآن پڑھنے سے متقین کے جسم کانپتے اور جسم و دل ذکر الٰہی کی طرف جھک جاتے ہیں:

"اللَّهُ نَزَّلَ أَحْسَنَ الْحَدِيثِ كِتٰبًا مُتَشٰبِهًا مَثَانِيَ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُودُ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ثُمَّ تَلِينُ جُلُودُهُمْ وَقُلُوبُهُمْ إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ ذٰلِكَ هُدَى اللَّهِ يَهْدِي بِهِ مَنْ يَشَاءُ وَمَنْ يُضْلِلِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ هَادٍ۔" ۳۸

"اللہ تعالیٰ نے بہترین کلام نازل کیا ہے جو ایسی کتاب ہے کہ آپس میں ملتی جلتی اور بار بار دہرائی جانے والی آیتوں پر مشتمل ہے، جس سے ان لوگوں کے جسم کانپ اُٹھتے ہیں جو اپنے ربّ کا خوف رکھتے ہیں، اور ان کے جسم اور دل اللہ تعالیٰ کے ذکر کی طرف جھکتے ہیں۔"

جبکہ دوسری طرف موسیقی دل کو ویران کرکے چھوڑ جاتا ہے، موسیقی کے سبب دل زنگ آلود ہو کر اللہ کی یاد سے دور ہو جاتے ہیں، بے حیائی، نفاق اور دیوثی کو فروغ ملتا ہے، شہوانی وحیوانی جذبات بھڑکتے ہیں، ڈاکہ، چوری، فساد، اغوا، قتل وغارت گھناؤنے جرائم جنم لیتے ہیں، جیسے آج معاشرہ ان قباحتوں میں پھنس چکا ہے، وہ بچیاں جو والدین کی اطاعت گزار ہوتیں تھیں آج ایسے ہی فلمی گانے سن سن کر من پسند آشناؤں کے ساتھ بھاگ رہی ہیں اور عدالتوں میں حاضر ہو کر والدین کی بجائے آشناؤں کے ساتھ جانے کو ترجیح دیتی ہیں، اگر موسیقی کی یہی عروج رہی تو آنے والی نسل پر اور بھی منفی اثرات پڑتے رہینگے، یہی وجہ ہے کہ آج کل ہم دیکھ رہے ہیں کہ خالد بن ولیدؓ، محمد بن قاسمؒ، طارق بن زیادؒ جیسے غیور سپوت ناپید ہیں اور عام بچیاں عائشہؓ اور فاطمہ الزہرہؓ جیسی عفت مآب خواتین کو اپنے لئے نمونہ بنانے کی بجائے نور جہاں، امّ کلثوم، لتا، عنایت حسین بھٹی اور ابرار الحق جیسے فنکاروں، اداکاروں، گلوکاروں کے تذکرے فخر سے کرتی ہیں۔

موسیقی اور منافقت:

یہاں اس بحث میں دو باتوں کا تذکرہ نہایت اہم ہے، پہلی بات یہ کہ اسلامی تعلیمات کے حوالے سے موسیقی اور نفاق کا کیا تعلق ہے؟ یعنی کیا حقیقت میں موسیقی سے منافقت پیدا ہو جاتی ہے؟ دوسری بات یا دوسرا مسئلہ جو پہلے سے اہم ہے وہ کچھ فلسفیانہ نوعیت کی ہے وہ یہ کہ موسیقی سے منافقت کیوں کر پیدا ہوتی ہے؟ بالفاظ دیگر موسیقی کے ساتھ منافقت کا کیا تعلق ہے؟

جہاں تک بات ہے پہلے مسئلے یا پہلے سوال کا تو اس حوالے سے اسلامی تعلیمات یہ ہے کہ جی ہاں موسیقی سے منافقت پیدا ہو جاتی ہے چنانچہ ابن قیم جوزیؒ اپنی تالیف لطیف "اغاثۃ اللھفان" میں صحابی رسول حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا قول نقل کرکے فرماتے ہیں کہ:

"الغناء ینبت النفاق فی القلب۔"۳۹

"یعنی گانا بجانا دل میں منافقت کا بیج بوتا ہے۔"

ابن جوزیؒ تلبیس ابلیس میں حضرت عمر بن عبدالعزیز کا قول نقل کرکے فرماتے ہیں:

"راگ، گانا دل میں نفاق پیدا کرتا ہے۔"۴۰

امام احمد بن حنبلؒ سے جب اسلام میں موسیقی کے مقام کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے جواب دیا:

"موسیقی دل میں منافقت پیدا کرتی ہے اور یہ مجھے پسند نہیں۔"۴۱

اب دوسرے سوال پر بھی مختصر ابحث کرتے ہے کہ گانے اور موسیقی سے دل میں نفاق کیوں پیدا ہوتی ہے؟

درحقیقت گانے بجانے اور منافقت میں ایک نہایت لطیف تعلق پایا جاتا ہے، اس میں شک نہیں کہ منافقت اور زناکاری دونوں ایک بیمار دل کی نشانیاں ہیں، قرآن میں ہم دیکھیں گے کہ سورۃ النور میں زنا کی حد اور ستر وحجاب کے احکام کے فوراً بعد نفاق اور منافقین کی خصوصیات بیان کی گئی ہیں، اسی طرح سورۃ الاحزاب میں حجاب کے احکامات کے ساتھ ساتھ منافقین کا موضوع بھی بیان ہوا ہے، یہ تو واضح ہے کہ گانا بجانا زنا کی طرف پہلی سیڑھی ہے، اسی لیے عبداللہ بن مسعودؓ نے گانے بجانے اور منافقت کا تعلق بیان کیا ہے، اس کا ایک عام فہم اور مختصر اندازہ اس سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ آج ہم مسلمان گلوکاروں کی منافقت کا اندازہ ان کے اخباری بیانات سے کرسکتے ہیں جن میں اگر وہ اپنی موسیقی کی البمز (Music albums) کی کامیاب فروخت یا ایوارڈز پر خدا کا شکر ادا کر رہے ہوتے ہیں، وہ اس بات کو نہیں دیکھتے کہ بندہ دو آقاؤں کی ایک ساتھ خدمت نہیں کرسکتا، وہ یہ نہیں کرسکتے کہ شیطان کیساتھ ناچ بھی کریں اور رحمٰن کی حمد وثناء بھی کریں، قرآن میں سورۃ البقرہ میں منافقین کی خصوصیات ان الفاظ میں بیان ہوئی ہیں:

"وَمِنَ النَّاسِ مَنۡ يَّقُوۡلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالۡيَوۡمِ الۡاٰخِرِ وَمَا هُمۡ بِمُؤۡمِنِيۡنَ"۴۲

"بعض لوگ (منافقین) ایسے ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان لائے، حالانکہ درحقیقت وہ مومن نہیں ہیں۔"

وہ اللہ اور ایمان لانے والوں کیساتھ دھوکہ بازی کررہے ہیں مگر دراصل وہ خود اپنے آپ ہی کو دھوکے میں ڈال رہے ہیں اور انہیں اس کا شعور نہیں ہے، ان کے دلوں میں ایک بیماری ہے، مشہور عالم اسلام علامہ ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب "اغاثۃ اللھفان" میں گانے بجانے اور منافقت کے دیگر پہلوؤں پر ان الفاظ میں روشنی ڈالتے ہیں:

"ہمیں یہ جان لینا چاہیے کہ گانے میں ایسی خصوصیات ہوتی ہیں جو دل میں منافقت پیدا کرتی ہیں جس طرح پانی سبزے کو اگاتا ہے۔ اس کی خصوصیات میں سے ایک خصوصیت یہ ہے کہ گانا بجانا دل کو غافل کرتا ہے اور دل کو قرآن پر تفکر وتدبر کرنے سے روکتا ہے۔ یہ اس لئے کہ قرآن اور گانا بجانا ایک دل میں موجود نہیں ہو سکتے کیونکہ یہ دونوں ایک دوسرے کی ضد ہیں، قرآن فضول کاموں سے روکتا ہے اور انسانی جذبات کو روکنے کا حکم دیتا ہے اور گناہوں سے اجتناب کا درس دیتا ہے، گانا اس کے برعکس ان خوبیوں کے خلاف باتوں پر اکساتا ہے، نفس کو برائی پر ابھارتا ہے اور شہوانی جذبات کو انگیختہ کرتا ہے، مزید برآں، منافقت کی بنیاد جھوٹ پر ہوتی ہے اور گانوں میں بہت سے جھوٹے بول اور کلمات موجود ہوتے ہیں، گانوں میں جو قبیح افعال ہوتے ہیں انہیں خوبصورت الفاظ کا لبادہ پہنا کر ان کی طرف مائل کیا جاتا ہے۔ یہی چیز منافقت کی جان ہوتی ہے۔ موسیقی کے رسیا شخص کیلئے بالخصوص قرآن کی تلاوت ایک بوجھ بن جاتا ہے اور اس کے کانوں کو قرآن کی تلاوت سے نہیں بلکہ گانوں سے تسکین ہوتی ہے۔ اگر یہ منافقت نہیں تو پھر آخر کیا ہے؟" ۴۳

منافقانہ رویہ کا ایک عام تجزیہ کچھ یوں بھی پیش کیا جاسکتا ہے کہ آج ہم پاکستان میں دیکھتے ہیں کہ کسی طرح صبح کے وقت ہوٹلوں اور دکانوں والوں نے ٹیپ ریکاڈر پر قاری عبدالباسط کی تلاوت (بالخصوص سورۃ الرحمٰن) لگائی ہوتی ہے اور پھر پورے دن انڈین اور پاکستانی گانے اونچی آواز میں لگاتے ہیں۔ پھر رات کو وہ "فرمان الٰہی" سے اپنے دن کا اختتام نہایت اطمینان قلب کیساتھ کرتے ہیں۔ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے منافقوں کے متعلق فرمایا تھا:

"لَا یَأْمَنُ النِّفَاقَ اِلَّا الْمُنَافِقُ" ۴۴

"صرف منافق ہی اپنے آپ کو نفاق کی بیماری سے بچا ہوا سمجھتا ہے۔"

یہی حال پاکستان کے بس ڈرائیورز کا ہے، جب لمبے سفر کیلئے بس چلتی ہے تو بس میں پہلے تلاوت قرآن سے آغاز ہوتا ہے، پھر بغیر کسی احساس منافقت یا گناہ کے بس کا ڈرائیور انڈین یا پاکستانی گانے لگا دیتا ہے۔

موسیقی نشہ اور عورت:

موسیقی، نشہ اور عورت بالفاظ دیگر زنا یہ تینوں ایک مثلث کے تین زاوئے ہیں، اس مثلث کی حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے سید نا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے ایک حدیث میں فرمایا:

"لَیَکُونَنَّ مِنْ أُمَّتِي أَقْوَامٌ یَسْتَحِلُّونَ الْحِرَ وَالْحَرِیرَ وَالْخَمْرَ وَالْمَعَازِفَ" ۳۰

"عنقریب میری امت میں ایسے لوگ ہوں گے جو شراب پیئیں گے حلال سمجھ کر اسی طرح ریشم اور گانے کے آلات۔"

اس حدیث کی روشنی میں ہم دیکھتے ہیں کہ تین چیزیں جو ایک مثلث کے تین کونے Corners of a triangle سمجھی جاسکتی ہیں وہ ہیں شراب خوری، موسیقی کا سننا اور عورتوں سے ناجائز تعلقات، یہ ایک حقیقت ہے کیونکہ اگر ہم یورپ میں فنون لطیفہ Fine Arts کی تاریخ پر نظر ڈالیں اور ان تصاویر Paintings کو دیکھیں جو یورپین آرٹسٹوں نے فنون لطیفہ کے مختلف ادوار مثلاً: Impressionism, Post impressionism, Romanticism, Realism اور Classicism وغیرہ میں بنائیں ان میں سے اکثر میں ایک قدر مشترک یہ ہے کہ ان میں شراب نوشی، آلات موسیقی اور عورتوں کو ایک ساتھ دکھایا گیا ہے۔ آج بھی امریکہ اور یورپ کے نائٹ کلبوں کے تو کیا کہنے پاکستان کے نائٹ کلبوں میں بھی موسیقی، شراب خوری اور طوائفیں یا رقاصائیں Female Dancers ایک ساتھ موجود ہوتے ہیں۔ موسیقی کی دنیا میں 'Rock 'n' Roll' کی اصطلاح بذات خود اپنے اندر فحاشی و عریانی کے معانی رکھتی ہے، ان چیزوں کا آپس میں چولی دامن کا ساتھ ہے، یہی وجہ ہے کہ اسلام میں ہر قسم کی موسیقی منع ہے، چاہے وہ پاپ میوزک ہو یا لوک موسیقی ہو یا مذہبی

موسیقی ہو،اس حدیث مبارک میں موسیقی کو شراب کیساتھ بیان کیاگیاہے، قیاس سے اس کا انطباق منشیات اور ہر نشہ کرنے والی چیز پر ہوتا ہے کیونکہ اسلامی تعلیمات میں ہر نشہ آور چیز "خمر" شراب ہے،ایک حدیث میں ہے کہ :

"کل مسکر خمر و کل خمر حرام "٤٦

"ہر نشہ آور چیز شراب ہےاور ہر شراب حرام ہے۔"

بیشک موسیقی اور منشیات میں گہرا تعلق پایاجاتاہے، موسیقی بھی اس طرح دماغ کو عارضی طور پر مفلوج اور ہپناٹائز کر دیتی ہے جس طرح شراب، افیون، ہیروئن، کوکین وغیرہ (اور کسی حدتک تمباکونوشی بھی)۔یہ سب چیزیں موسیقی کی طرح دماغ کے ایک ہی حصے (Limbic Region) کو متحرک کرتی ہے،راک میوزک کے عالمی جینئس امریکی گلوکار جمی ہینڈرکس (Jimi Hendrix) نے امریکہ کے life میگزین کے ۱۹۶۹ءکے انٹرویو میں کہاتھا:

"تم میوزک سے لوگوں کوہپناٹائز (Hypnotize) کرسکتے ہواور جب تم انہیں ذہنی لحاظ سے کمزورترین مقام پر پہنچادو توتم ان کے لاشعور میں وہ باتیں پہنچاسکتے ہو جو تم چاہتے ہو۔"٤٧

بلاشبہ موسیقی اور منشیات کا گہرا تعلق ہے،۱۹۸۶ء میں عمرانی علم نفسیات کے میدان میں رسالہ Journal of consumer Research "میں ایک تحقیق چھپی جس میں سائنسدان آر ای مل مین (R.E Millman) نے یہ ثابت کیاکہ ریسٹورانٹ میں بیک گراؤنڈ میوزک کے اثرات گاہکوں کے کھانے کے دورانئے اور بل کی رقم پر مرتب ہوتے ہیں۔علاوہ ازیں یہ بھی دیکھاگیاکہ موسیقی کے اثر سے گاہک کھانے کے دوران زیادہ شراب استعمال کرتے جب ہلکی رفتار کی موسیقی (مثلاً کلاسیکل موسیقی) بیک گراؤنڈ میں چلائی جاتی،بہ نسبت تیز رفتار (پاپ میوزک)کے۔٤٨

ماہر علم موسیقی ڈاکٹر ایڈم کنسٹے (Adam Knieste Dr) نے موسیقی کے انسانوں پر اثرات کے حوالے سے لکھاہے:

"it's a really powerful drug, music can poison you, lift your spirits

or make you sick without knowing why٤٩"

"موسیقی بہت طاقتور نشہ آور چیز ہے، موسیقی تیرے اندر زہر گھول سکتی ہے، تمہارے جذبے کو بلند کرسکتی ہے یا تمہیں بغیر کسی وجہ کے بیمار کرسکتی ہے۔"

ماہرین نے موسیقی کو ایسا ذریعہ بتایاہے جس سے نوجوان نسل شراب، سگریٹ اور منشیات سے روشناس ہوتی ہے،امریکہ کے پاپ میوزک میں شراب کو ہمیشہ مرکزی مقام حاصل رہاہےاور مسلمان ممالک بشمول پاکستان میں پاپ میوزک امریکہ ہی سے درآمد کیاجاتاہے،امریکہ میں منشیات کی روک تھام کے ایک ادارے office of national drug control policy کیلئے کی گئی ایک تحقیق میں ڈانلڈ ایف رابرٹس (Donald F Roberts) اور معاون سائنسدان نے ۱۹۹۶ء سے ۱۹۹۷ء کے دوران پیش کیے جانے والے ۱۰۰۰ مشہور ترین گانوں کا تجزیہ کیا۔ جنہیں Billboard ریڈیو اینڈ ریکارڈ میگزین اور College Music Journal نے سب سے مشہور گانے قرار دیا گیاتھا۔

خلاصہ کلام یہ کہ موسیقی ایک مخصوص فن کی ایک مخصوص شکل ہے جس میں آواز اور خاموشی کو وقت میں ایسے ترتیب دیا جاتا ہے کہ اُس سے سُر پیدا ہوتا ہے، جبکہ آج کل کے علماو مجتہدین نے موسیقی کی مشہور عام فہم وضاحت یہ بیان فرمائی ہے کہ وہ آواز جسے عرف عام میں گانا سمجھا جاتائے، موسیقی کے مشہوراقسام میں لوک موسیقی، کلاسیکی موسیقی، نیم کلاسیکی اور پاپ موسیقی شامل ہیں اور موسیقی کی مذہبی اقسام میں سماع اور قوالی کا شمار ہوتا ہے،اسلامی تعلیمات اور سائنسی تجربات نے ثابت کردیاہے کہ موسیقی انسانی جسم اور روح دونوں کی غذا نہیں بلکہ ان دونوں کو بہت حدتک بری طرح متاثر کرتی ہے، موسیقی کاسب سے پہلا حملہ ذہین پر ہوتا ہے جس کی وجہ سے ایک عام انسان جذباتی عضیلااور جھگڑالو بن جاتا ہے،اس سے کان دماغ اور دل کی اپنی اصلی کیفیت بدل جاتی ہے،اسی طرح موسیقی جنسی ہجان سے ہوتے ہوئے زنا کا سبب بنتاہے اسی طرح موسیقی سے آدمی نشے کا عادی ہو جاتا ہے کیونکہ حدیث کی روسے موسیقی، نشہ اور زنا ایک مثلث کے تین زاویے ہیں جو ایک دوسرے کے ساتھ لازم ہے، تحقیقات سے یہ بھی ثابت ہواکہ موسیقی دل کی حرکت کو بھی بری طرح متاثر کرتی ہے،احادیث کی رُو سے یہ بھی معلوم ہواکہ موسیقی منافقت کا پیش خیمہ ہے۔

حوالہ جات(References)

۱. حسینی، عبدالحی، مولانا، نزہۃالخواطر، (،ادارہ معارف عثمانیہ، دکن، س ن،)۷ :۲۶۹

Hosseini, Abdul Hai, Maulana, Nazhat-ul-Khawatir,
.Idara Muarif USmania, Deccan, 7:269

Ibid

۲. ایضا:۷ :۲۷۰

۳. لوئیس معلوف،المنجد، (لاہور، قدوسی کتب خانہ،۱۹۹۹ء)۷۲۱

Louise Maalouf, Al-Munajjid, Lahore, Qudusi Library, 1999, 721 .

۴. محمد بن یعقوب،القاموس المحیط، (مؤسسۃالرسالۃ، بیروت، ۲۰۰۵)،:۱۰۲۹

Muhammad ibn Ya'qub, Al Qamoos Al-Muhait Moasisat, Al-Risalah, .
Beirut, 2005,1029

۵. احمد مختار، دکتور، معجم اللغۃالعربیۃالمعاصرۃ، (بیروت، عالم الکتب،-۲۰۰۸،) ۳ :۲۱۳۹

Ahmad Mukhtar, Doctor, Mujam Al Lughat al arbia al muasara , .
Beirut, Aalam Al-Kitab, 2008, 3:2139

۶. بطرس بن جبرائیل، یوسف عواد، مجلۃلغۃالعرب، (بغداد، وزارۃالأعلام، مطبعۃالآداب،) ۴ :۵٦

Butras Ibn Jibraeel, Yousef Awad, Magazine of the Arabic Language,
Baghdad, Ministry of Information, Matba Tul Adab, 4:56

۷. فضل الٰہی، پروفیسر، ڈاکٹر گانے اور موسیقی کی ممانعت، (اسلام آباد، دارالنور، ۲۰۱۵)، ۱۴

Fazal Elahi, Professor, Ganay or Musiqi ki Mumaniat,, Islamabad,
Darul Noor, 2015,:14

۸. اختر علی خان، ذاکر علی خان، نورنگ موسیقی، (اردو سائنس بورڈ، لاہور، ۱۹۹۹ء) ۴

Akhtar Ali Khan, Zakir Ali Khan, Noring Musiqi, Urdu Science Board,
Lahore, 1999, p: 4

۹. ایضا:٦

ibid

۱۰. ایم حبیب خان، کلاسیکی شعرا پر تنقیدی مقالات، (اردو اکیڈمی، لاہور، س ن)، ۴۵

M. Habib Khan, Calcic y Shuara Per Tanqeedi Mqalat, Urdu Academy,
Lahore:45

۱۱. رامپوری، محمد غیاث الدین، غیاث اللغات، (اطلاعات پبلشرز، تہران، س ن)،۲۳۱

Rampuri, Mohammad Ghias-ud-Din, Ghias-ul-Laghat, Itlaat
Publishers, Tehran, 231

۱۲. لطیف الدین لطیف، مقالہ تاریخ رقص، (مطبوعہ محدث، لاہور، س ن) ۴۲

Latif-ud-Din Latif, Maqla Tareekh Raqs, published by Muhaddith,

Lahore:42

۱۳. گوہر مشتاق،ڈاکٹر، موسیقی اسلام اورجدید سائنس کی روشنی میں ، (اذان سحر پبلی کیشنز،لاہور،۲۰۰۸ء)،۳۱

Gohar Mushtaq,Mousiqi Islam or Jadeed Scince ki Roshni may,
Adhan Sahar Publications, Lahore, 31

14. cacioppo,J,T & Gardner, W.L (1999) 'Emotion' Annual Review of Psychology Vol 50 PP 191-214
15. Damasio, Antonio (1994), Descartes, Emotion Reason and the human Brain, New yark, Quill Publishers
16. Journal of Research in Music Education, 20,:262-267
17. Gabrielsson, A (1991) Canadian Journal of Research In Music Education, Vol 20, Sloboda, John A Psychology of Music,Vol:19,P:110-120
18. Nyklicek, I., Thayer, J.F. & van Doornen, L.J.P. (1997). Journal of Psychophysiology 11:304-321
19. Rosenfeld, Anne H. (Dec. 1985) 'music, the beautiful Disturber' Psychology Today
20. Goldstien, Avram (1980) 'Thrills in Response to Music and other Stimuli' Physiological Psychology,Vol:8,P:126-129

۲۱. محمد اقبال،علامہ، بانگ درا(علمی کتب خانہ ،لاہور،۱۹۹۵ء،):۳۴

Muhammad Iqbal, Allama, Bang Dara, Academic Library,
Lahore, 1995,34

۲۲. سورۃالاسراء:۳۳:۱۷ — *Al- Asra 33:17*

۲۳. بخاری، محمد بن اسماعیل،الصحیح للبخاری،کِتَابُ الِاسْتِئْذَانِ، بَابُ زِنَا الجَوَارِحِ دُونَ الفَرْجِ ح:۶۲۴۳،(س ن، قدیمی کتب خانہ)، ۲: ۹۲۲

۲۴. چالس ڈارون،*The Descent of Man and Selection in Relation to sex*،لندن۱۸۷۱ء،۱۳۲

25. Loyau, A., Saint Jalme, M., and Cagniant, C. (2005-05-03) Behavioral Ecology and sociobiology 58 (6): 552-557
26. Alan Bloom (1987) the closing of American mind' New York

۲۷. سہروردی، شہاب الدین، شیخ، عوارف المعارف، (بیروت،۱۹۶۶ء)، ۲۴۳

Suhrawardy, Shahab-ud-Din, Sheikh, Encyclopedia of
Knowledge, Beirut, 1966:234

۲۸. گوہر مشتاق،ڈاکٹر، موسیقی اسلام اورجدید سائنس کی روشنی میں ،۳۱

Gohar Mushtaq, Doctor, Musici Islam or Jadeed Science ki
Roshni may ,31

29. Brown, E.F & hendee, W.R (1989) ' Adolescents and their music, insights into the health of adolescents, ' the journal of the American Medical Association 262: 1659-1663

۳۰. بخاری، محمد بن اسماعیل، الصحیح للبخاری، کِتَابُ الاَشْرِبَةِ، بَابُ مَاجَاءَ فِيمَنْ يَسْتَحِلُّ الخَمْرَ وَيُسَمِّيهِ بِغَيْرِ اسْمِهِ ح: ۵۵۹۰، ۲: ۸۳۷

Bukhari, Muhammad ibn Isma'il, Al-Sahih al-Bukhari, Kitab al-Ashrab, Bab ma jaa fiman yastahal al-khamr wa ismiyyah bigheer asmah H: 5590, 2:837

۳۱. ابن جوزی، عبدالرحمٰن، تلبیس ابلیس، (فیروز اینڈ سنز، لاہور، ۱۹۹۵ء)، ۶۵

Ibn Jozi, Abdul Rahman, Talbis Iblis, Feroz Andensons, Lahore, 1995: 65

32. *Peck, M. Scott (1998) The Roadless Travelled. New York, Simon & Schuste*

۳۳. گوہر مشتاق، ڈاکٹر، موسیقی اسلام اور جدید سائنس کی روشنی میں، ص: ۵۶

Gohar Mushtaq, Doctor, Musici Islam or Jadeed Science, 56

34. *Baxter R.L, et al (1985)' A content Analysis of Music Videos' Journal of Broadcasting and Electronic Media Vol 29, PP 333-340*
35. *Durant RH et al (1997) ' Tobacco and alcohol use behaviors portrayed in music videos: a content analysis, American Journal of Public Health 87, 1131-1135*
36. *Pardum CJ et al (2005) Mass Commun Soc Vol 8, P 75-91*

۳۷. سورۃ الانفال: ۸: ۳ — *Al Anfal 8:3*

۳۸. سورۃ المائدۃ: ۵: ۸۳ — *Al Maida 5:83*

۳۹. سورۃ الزمر: ۳۹: ۲۳ — *Al Zumar 39:23*

۴۰. ابن قیم الجوزیہ، محمد بن ابی بکر، اغاثۃ اللھفان من مصائد الشیطان، (دار البیان، بیروت: ۱۹۹۳ء)، ۱۴۲

Ibn Qayyim al-Jawziyyah, Muhammad ibn Abi Bakr,Ighasat al ,lihfan min msaid alshaitan,142

۴۱. ابن جوزی، عبدالرحمٰن، تلبیس ابلیس، فیروز اینڈ سنز، لاہور، ۱۹۹۵ء، ۲۲۷

Ibn Jozi, Abdul Rahman, Talbis Iblis, Feroz Andensons, Lahore, 1995: 227

۴۲. ایضا: ۲۸۰ — *Ibid :280*

۴۳. سورۃ البقرہ: ۲: ۸ — *Al-Bqara,2:8*

۴۴. ابن القیم الجوزیہ، محمد بن ابی بکر، اغاثۃ اللھفان من مصائد الشیطان: ۱۳۰

Ibn Qayyim al-Jawziyyah, Muhammad ibn Abi Bakr,Ighasat al lihfan min msaid alshaitan,142

۴۵. ابن جوزی، عبدالرحمٰن، تلبیس ابلیس، ۲۸۱

, Ibn Jozi, Abdul Rahman, Talbis Iblis,281

۴۶. بخاری، محمد بن اسماعیل، الصحیح للبخاری، کِتَابُ الاَشْرِبَةِ، بَابُ مَاجَاءَ فِيمَنْ يَسْتَحِلُّ الخَمْرَ وَيُسَمِّيهِ بِغَيْرِ اسْمِهِ ح: ۵۵۹۰، ۲: ۸۳۷

Bukhari, Muhammad ibn Isma'il, Al-Sahih al-Bukhari, Kitab al-Ashrab, Bab ma jaa fiman yastahal al-khamr wa ismiyyah bigheer asmah H: 5590, 2:837

۴۷. قشیری، مسلم بن حجاج، الصحیح لمسلم، کتاب الاشربہ، بَابُ بَیَانِ اِنَّ کُلَّ مُسْکِرٍ خَمْرٌ وَاِنَّ کُلَّ خَمْرٍ حَرَامٌ، ح:۲۰۰۱، (س ن، قدیمی کتب خانہ)، ۲: ۱۲۷

Qushiri, Muslim ibn Hajjaj, Al-Sahih Lam Muslim, Kitab al-Ashrabah, Chapter: I will tell you that every smoker is a smoker, and that every smoker is haraam, H: 2001, Qadeemi Kutub Khana2:127,

48. oct 3, 1969, Life Magazine ,4
49. Millman R.E (1986) 'The influence of Background music on the behavior of restaurant patrons, 'Journal of Consumer Research, Vol 13

JQSS *(Journal of Quranic and Social Studies)*
2022, 2(1), 46 -56

سرمایہ دارانہ اور سوشلزم کا اسلامی نظام معیشت سے تقابلی جائزہ

A Comparative Analysis of Capitalism and Socialism with Islamic Economics System

Dr. Khair Muhammad Asif Memon
Lecturer, Department of Linguistics & Social Sciences, The Begum Nusrat Bhutto (BNB) Women University Sukkur

Hafiz Rahmatullah Shaikh
Lecturer, Department of Linguistics & Social Sciences, The Begum Nusrat Bhutto (BNB) Women University Sukkur,

Keywords
Islam, guidance, Economic system, Capitalism and Socialism, principles and rules

Khair Muhammad Asif Memon and Hafiz Rahmatullah Shaikh (2022). A Comparative Analysis of Capitalism and Socialism with Islamic Economics System, *JQSS* Journal of Quranic and Social Studies, 2(1), 46-56

Abstract: *Islam is a code of conduct that contains guidance on every aspect of life. There is no any part of human life that is not guided by Islam. So there are also Islamic Teachings in the field of Economics. The principles and rules of Islamic Economic system, in contrast to Capitalism and Socialism, are the guarantors of prosperity and development for economic and social life. This research paper discusses these three Economic systems and it also introduces them and their characteristics, and at the same time, this paper touches upon rules and principles and advantages and disadvantages of the above economic theories. This paper asserts that espousing the principles of Islamic economics leads to sound economic and social foundation of a given society, whereas the creeds of Capitalism and Socialism lie at the root of all economic and social evils. The precepts of economics in Islam are essentially divine whereby success can be achieved in this world and the hereafter*

Corresponding Author: Email: khair.muhammad@bnbwu.edu.pk

Content from this work is copyrighted by *JQSS* which permits restricted commercial use, research uses only, provided the original author and source are credited

تعارف:

کسی بھی قوم وملک کی تعمیر وترقی میں معیشت کو بنیادی حیثیت حاصل ہوتی ہے۔ نظامِ معیشت کسی بھی ملک کے لیے ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے۔ جن ممالک کی معیشت، درآمدی اور برآمدی تجارت اعلیٰ درجے کی ہوتی ہے وہ ممالک دنیا میں خوشحال سمجھے جاتے ہیں۔ ان ممالک کے سکہ کی قدر (Value of Money) بھی عمدہ درجہ کی ہوتی ہے، لیکن جن ممالک کے درآمد یا برآمد میں کوئی توازن نہ ہو یا وہ صرف درآمدہ کرتے ہوں ان ممالک کے خود کی کوئی تجارت نہ ہو ان ممالک کی معیشت انتہائی کمزور ہوتی ہے جس کے باعث بھوک، بدحالی، فاقہ کشی، چوری، خیانت اور لوٹ مار وغیرہ جیسی مضر کاروایاں شروع ہو جاتی ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسان ذات پر فضل اور احسان فرما کر نبی آخر الزمان ﷺ کو مبعوث فرمایا۔ جنہوں نے دوسرے بہت سارے علوم اور فنون کی تعلیم دینے کے ساتھ ساتھ معاشیات اور تجارت کی بھی تعلیم دی۔ آپ ﷺ نے کامیاب تجارت کے اصولوں کی تعلیم دینے کے ساتھ ساتھ خود کامیاب اور اعلیٰ پائے کی تجارت کا عملی نمونہ پیش کرکے امت کو اس کی تعلیم ارشاد فرمائی۔ معیشت کو لغت میں اقتصاد بھی کہا جاتا ہے۔ لسان العرب میں ہے:

"القصد استقامة الطريق قَصَد يَقْصِدُ قصداً فهو قاصِد وقوله تعالى وعلى الله قَصْدُ السبيل أي على الله تبيين الطريق المستقيم" ()

ترجمہ: قصد کے معنی سیدھے راستے کے ہیں، اسی سے **قَصَد يَقْصِدُ قصداً فهو قاصِد** ہے اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے **وعلى الله قَصْدُ السبيل** یعنی اللہ تعالیٰ پر درست راستہ کا بیان فرمانا ہے۔

دورِ جدید میں لفظِ اقتصاد سے مالی اور معاشی امور مراد ہوتے ہیں، لہٰذا اصطلاحِ اقتصادیات سے مراد وہ علم ہے جس میں دولت کی تقسیم اور پیدائش سے بحث کی جاتی ہے۔() المعجم الاقتصاد الاسلامی میں علم الاقتصاد کی درج ذیل تعرف بیان کی گئی ہے:

الاقتصاد: علم يبحث فى كل يتعلق بالثروة والمال والتكسب والتملك والانفاق والاقتصاد يبحث ايضا فى مسائل الانتاج والاستثمار ومسائل الانتفاع والخدمات ومسائل الغنى والفقر۔()

ترجمہ: "علم الاقتصاد ہر اس شے سے بحث کرتا ہے جو دولت، مال ورزق کمانے، مالک ہونے اور خرچ کرنے سے تعلق رکھتی ہے اور علم الاقتصاد پیداوار اور مال بڑھانے، نفع حاصل کرنے کے مسائل، خدمات اور غنا و فقر کے مسائل سے بحث کرتا ہے۔"

Encyclopedia of Social Sciences میں معاشیات کی تعریف اس طرح کی گئی ہے:

"Economics deals with a Social Phenomenon center about the provision for the material needs of an individual and of the organized group."

ترجمہ: "معاشیات کا واسطہ ایسے معاشرتی امر سے پڑتا ہے جو ایک فرد سے کر منتظم گروہ کی مادی ضروریات کی فراہمی پر اپنی توجہ مرکوز رکھتا ہے۔"

علامہ حریریؒ معاشیات کے متعلق فرماتے ہیں کہ "معاشیات سے مراد یہ ہے کہ انسان تجارت اور صنعت کے ذریعے اپنی زندگی کی ضروریات پوری کرے"() آج کل اس کو اقتصاد کو Economics کہا جاتا ہے یہ ایک مستقل علم اور فن کی حیثیت اختیار کر چکا ہے۔ اس کی مختلف تعریفیں کی گئی ہیں، اس کی ایک تعریف یہ ہے کے مال کو ضرورت کے ایام کے لیے باقی رکھنا۔ اس فن کا بنیادی مفہوم یہ ہے کہ کم وسائل کے ہوتے ہوئے زیادہ سے زیادہ ضروریاتِ زندگی کو پورا کرنا۔

ضرورت معاش:

انسان اپنی صلاحیت اور ذوق کے لحاظ سے ذریعہ معاش اختیار کرتا ہے اور انسان حصولِ رزق تجارت، زراعت، صنعت، ملازمت وغیرہ کے ذریعے سے حاصل کرتا ہے مگر حصول معاش میں شرائط اور آداب کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔ معاملے میں صدق، امانت، خیر خواہی جیسی صفات کا ہونا اور جھوٹ، قسم، عیب چھپانا، غلط بیانی کرنے جیسی صفات سے پرہیز ضروری ہے۔

یہ بات ماہرین معاشیات کے نزدیک مسلم ہے کہ انسان کی ضروریات اس کے وسائل سے زیادہ ہیں۔ چنانچہ ان محدود وسائل کے ذریعے ان لامحدود ضروریات کو کس طرح پورا کیا جائے؟ اس طرح کے معاشی مسائل کو حل کرنے کے لیے چار قسم کے مسائل کو حل کرنا ضروری ہوتا ہے۔

۱۔ ترجیحات کا تعین (Determination of priorities)

چونکہ ضروریات کے مقابلے میں وسائل کم ہیں اس لیے یہ متعین کرنا ضروری ہوتا ہے کہ ان محدود وسائل کو کن ضروریات پر کس طرح خرچ کیا جائے تاکہ نظامِ زندگی میں کوئی خلل واقع نہ ہو اور انسان کی بنیادی ضروریات بھی پوری ہو جائیں۔ اس تعین کو علم اقتصاد میں "ترجیحات کا تعین" کے نام سے جانا جاتا ہے۔

۲۔ وسائل کی تخصیص (Allocation of Resources)

وسائل پیداوار، محنت، سرمایہ اور زمین کو کن کاموں میں لگایا جائے اور ان کو کس مقدار میں لگایا جائے؟ زمین پر کیا اگایا جائے یا کارخانوں میں کون سی چیزیں کس مقدار میں بنائی جائیں؟ اس بات کا تعین کرنے اصطلاح معیشت میں "وسائل کی تخصیص" کہلاتا ہے۔

۳۔ آمدنی کی تقسیم (Distribution of Income)

مذکورہ بالا وسائل سے حاصل ہونے والی آمدنی یا پیداوار کو کس طرح تقسیم کیا جائے؟ اور کن بنیادوں پر ان کو تقسیم کیا جائے؟ اس کو "آمدنی کی تقسیم" کہا جاتا ہے۔

۴۔ ترقی (Development)

معاشی حاصلات کو ترقی دینا، لوگوں کی بھلائی کے لیے نت نئی ایجادات و مصنوعات وجود میں لانا اور اسباب معیشت میں اضافہ کرنے کی کوشش کرنا تاکہ لوگوں کو آمدنی کے زیادہ سے زیادہ ذرائع میسر ہوں اور معاشرہ ترقی کرے۔ اس کو معاشیات میں "ترقی" کے نام سے جانا جاتا ہے۔

اسلامی معیشت ایک متوازی نظام:

اسلامی نظام معیشت کے مقابلے میں بنیادی طور پر دو قسم کے معاشی نظام پائے جاتے ہیں: سرمایہ دارانہ نظام اور اشتراکیت۔ سرمایہ دارانہ نظام کا بنیادی نقطۂ نظر اس مادی نظام کا وجود ہے کہ جس میں ہر آدمی کو آزادی حاصل ہوتی ہے جو چاہے اور جس چیز کی چاہے تجارت کرے۔ اس نظام میں ہر وہ کام درست ہوتا ہے جس سے ظاہری معیشت ترقی کرے اور یہ نظام حکومت کے دخل کے بغیر ہی وجود میں آجاتا ہے۔

اس نظام کی بنیاد ایڈم سمتھ نے ۱۷۹۰ء میں رکھی۔ اس نظام کے تحت دولت و منافع اور پیداواری وسائل رکھنے میں ہر شخص مکمل آزاد ہے۔ ریاست کی طرف سے ایسے شخص پر کوئی پابندی نہیں ہوتی۔ اس نظام کا بنیادی تصور یہ ہے کہ یہ نظام شرعی و قانونی حدود و قیود سے آزاد ہے۔ ریاست کسی بھی شخص کی اقتصادی اور معاشی نظام میں مداخلت نہیں کر سکتی۔

نظامِ اشتراکیت کو دراصل سرمایہ دارانہ نظام کے مقابلے میں لایا گیا تھا۔ سرمایہ دارانہ نظام فرد کو مکمل آزادی فراہم کرتا ہے جبکہ اشتراکیت فرد کی آزادی کو سلب کر کے اسے حکومت کا مکمل پابند بنا دیتا ہے۔

اشتراکی نظام معیشت:

اشتراکیت سے مراد وہ معاشی نظام ہے کہ جس میں پیداوار حکومت کی ملکیت ہوتی ہے اور ان سے استفادہ کا کام ایک مرکزی ادارے کے سپرد ہوتا ہے جس کی ہدایات کے مطابق اشیاء پیدا کی جاتی ہیں۔ یہی ادارہ یہ فیصلہ کرتا ہے کہ کون سے چیزیں کس مقدار میں پیدا کی جائیں اور انہیں کس طرح تقسیم کیا جائے۔

اشتراکی نظام میں پیداوار اور وسائلِ معاش یعنی سرمایہ، زراعت، صنعت، زمین اور افرادی قوت وغیرہ پر حکومت کا قبضہ ہوتا ہے جس سے "طلب و رسد" کا فطری اصول متاثر ہونے کے ساتھ "ارتکازِ دولت" یعنی دولت چند ہاتھوں میں سمٹ کر آجاتی ہے جس کے بھیانک نتائج دنیا کے سامنے ہیں۔ کسی محتاج اور ضرورتمند کی مدد کی ذمہ داری نہ حکومت پر ہوتی ہے اور نہ کسی فرد پر عائد ہوتی ہے، جس کے سبب معیشت میں کمزور افراد کے لیے زندگی گذارنا مشکل ہو جاتا ہے۔ اشتراکی نظام کے بنیادی اصول یہ ہیں:

۱۔ اجتماعی ملکیت (Collective Property)

اس اصول کا مطلب یہ ہے کہ وسائلِ پیداوار کسی بھی شخص کی ذاتی ملکیت میں شمار نہیں ہوں گے بلکہ وہ اجتماعی ملکیت ہیں اور اس پر پورے معاشرے کا حق ہے۔ چنانچہ حکومت کو یہ اختیار ہے کہ وہ لوگوں کی ملکیت میں سماجی ضروریات اور لوگوں کے مفادات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے تصرف کرے۔ اس اصول کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ کارخانے، زمینیں یہاں تک کہ دکانیں بھی کسی شخص کی انفرادی یا ذاتی ملکیت نہیں رہتی بلکہ ساری چیزیں حکومت کے زیرِ نگرانی آجاتی ہیں۔

۲۔ منصوبہ بندی (Planning)

اس اصول کا مطلب یہ ہے کہ بنیادی معاشی فیصلے کرنے کے لیے حکومت منصوبہ بندی کرے گی۔ یعنی سماجی ضروریات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے کن چیزوں کی پیداوار کی جائے؟ اور ان چیزوں کی پیداوار کے لیے کن وسائل کو خرچ کیا جائے؟ ان مسائل کو حل کرنے کے لیے حکومت کی طرف سے منصوبہ بندی کرنے کے لیے ایک کمیٹی قائم کی جاتی ہے جو معاشی مسائل کا جائزہ لیتے ہوئے منصوبہ بندی کرتی ہے۔

۳۔ اجتماعی مفاد(Collective Interest)

سرمایہ دارانہ نظام میں ایک تاجر اپنے ذاتی مفادات کو مقدم رکھتے ہوئے جس چیز میں چاہے سرمایہ کاری کر سکتا ہے تاکہ زیادہ سے زیادہ نفع حاصل کیا جاسکے۔ یعنی اس نظام میں سماجی مفادات کے مقابلے میں اپنے مفادات کو مقدم رکھتا ہے اور اسی کے مطابق منافع کے حصول کی کوشش کرتا ہے۔ لیکن اشتراکی نظام کا دعویٰ یہ ہے کہ اس میں ذاتی مفادات کی بجائے سماجی اور اجتماعی مفادات کو ترجیح دی جائے گی۔ اور جو چیز سماج کے مفاد کے لیے ہوگی اسی میں سرمایہ کاری کی جائے گی اور اسی چیز کی پیداوار کی جائے گی۔ چنانچہ جس چیز سے معاشرے کو نقصان پہنچے گا اس چیز کی پیداوار نہیں کی جائے گی اور اس معاملے میں تاجر کے ذاتی مفاد کو نہیں بلکہ پورے معاشرے کے مفاد کو مدِ نظر رکھا جائے گا۔

۴۔ آمدنی کی منصفانہ تقسیم(Equitable Distribution of Income)

اشتراکیت کا چوتھا اور آخری بنیادی اصول یہ ہے کہ حاصل ہونے والی آمدنی کو لوگوں میں انصاف کے ساتھ تقسیم کیا جائے گا۔ بنظریۂ اشتراکیت چونکہ سرمایہ دارانہ نظام میں آمدنی کی منصفانہ تقسیم نہیں ہوتی اس لیے امیر لوگ مزید امیر ہوتے چلے جاتے ہیں اور غریب اور لاچار لوگ مزید غریبی اور مفلسی کے دلدل میں پھنستے چلے جاتے ہیں۔ اس لیے پیداوار سے حاصل ہونے والی آمدنی کو لوگوں میں انصاف کے طریقے پر تقسیم کیا جائے گا۔ لیکن یہ بات محض دعویٰ ہی ثابت ہوئی اور کسی بھی دور میں مکمل طور پر اس پر عمل ممکن نہیں ہو سکا۔

سرمایہ دارانہ نظامِ معیشت:

اشتراکی نظامِ معیشت کے مقابلے میں سرمایہ دارانہ نظامِ معیشت ہے۔ بنیادی طور پر سرمایہ دارانہ نظام کے تین اصول ہیں:

۱۔ ذاتی ملکیت یا انفرادی ملکیت (Private Property)

یعنی ہر انسان انفرادی طور پر مالک بن سکتا ہے اور اپنی ذاتی یا انفرادی ملکیت میں اشیاء رکھ سکتا ہے۔

۲۔ ذاتی منافع کے محرک کو آزاد چھوڑنا(Profit Motive)

یعنی ہر شخص نفع کمانے کے لیے اپنے ذاتی مفادات کو مقدم رکھے گا اور منافع کے حصول کے لحاظ سے جو چیز اسے بہتر لگے گی اس میں سرمایہ کاری کر کے نفع کمائے گا۔

۳۔ حکومت کی عدمِ مداخلت(Laissez Faire)

سرمایہ دارنہ نظام کا تیسرا اور آخری بنیادی اصول یہ ہے کہ تجارتی سرگرمیوں میں ایک تاجر مکمل طور پر آزاد ہے اور حکومت اس کی تجارتی سرگرمیوں میں مداخلت نہیں کرے گی۔ Laissez Faire دراصل ایک فرانسیسی اصطلاح ہے جس کا معنی ہے "کرنے دو" اس کا مقصد بلکل واضح ہے کہ اس اصطلاح کے ذریعے دراصل حکومت کو کہا جارہا ہے کہ ایک تاجر اپنی تجارتی سرگرمیوں میں بلکل آزاد ہے اور وہ جو کرنا چاہے اسے کرنے دینا چاہیے۔

سرمایہ دارانہ اور اشتراکی نظام کے بنیادی اصولوں کا تقابلی جائزہ:

مندرجہ بالا میں ذکر کیے گئے دونوں نظامِ معیشت کے بنیادی اصولوں کا خلاصہ یہ ہے کہ سرمایہ دارانہ نظام میں ہر فرد اپنی ذاتی ملکیت میں اشیاء رکھ سکتا ہے جبکہ اشتراکیت میں وسائلِ پیداوار کسی شخص کی ذاتی ملکیت نہیں بلکہ وہ حکومت کی ملکیت ہے۔ سرمایہ دارانہ نظام میں ایک فرد منافع کے حصول میں اپنے ذاتی مفادات کو مقدم رکھے گا جبکہ نظامِ اشتراکیت کے مطابق ذاتی مفادات کی بجائے سماجی مفادات کو ترجیح دی جائے گی۔ سرمایہ دارانہ نظام کے مطابق ایک تاجر کی تجارتی سرگرمیوں میں حکومت مداخلت نہیں کرے گی بلکہ اسے مکمل آزادی حاصل ہے کہ وہ جو چاہے، جس طرح چاہے تجارت کر سکتا ہے۔ لیکن نظام اشتراکیت میں بنیادی معاشی فیصلے کرنے کے لیے حکومت منصوبہ بندی کرے گی۔

ذیل میں ہم سرمایہ دارانہ اور اشتراکیت کے نقصانات کا جائزہ لیتے ہیں:

سرمایہ دارانہ نظام کے دینی نقصانات:

دینِ اسلام کی روح یہ ہے کہ دل مال و دولت کی طرف مائل ہونے کی بجائے اللہ تعالیٰ کی طرف راغب ہو۔ پھر اس رغبت کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ انسان کے دل میں اللہ تعالیٰ عظمت کے ساتھ ساتھ مخلوق کے لیے محبت اور شفقت بھی پیدا ہوتی ہے۔ جبکہ سرمایہ داریت کا تصور انسان کو مال و دولت اور سرمایہ کا حریص بناتا ہے جس سے حقوق اللہ کے ساتھ ساتھ حقوق العباد کی بھی حق تلفی ہوتی ہے۔ پھر انسان کے لیے اسلامی اصول وضوابط کی کوئی حیثیت نہیں رہتی بلکہ وہ صرف سرمایہ حاصل کرنے کے لیے تمام حدود سے تجاوز کر جاتا ہے۔ پھر اس کی نظر میں سود، قمار بازی، رشوت وغصب وغیرہ سب کچھ جائز ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ ایسے انسان کے لیے مال و دولت ہی سب کچھ ہوتا ہے چنانچہ اسلامی اصول وضوابط سے قطع نظر وہ محض مال کمانے کی تگ و دو میں مصروف ہوتا ہے۔

سرمایہ دارانہ نظام کے اخلاقی نقصانات:

سرمایہ دارانہ نظام میں ہر ایک کو بغیر کسی قید و پابندی کے اپنی ملکیت بڑھانے کا حق حاصل ہوتا ہے۔ ایسے معاشرے میں انسان کی خواہش ہوتی ہے کہ معاشرے میں بھوک، افلاس، مرض اور غربت وغیرہ جیسے مصائب بڑھیں تاکہ اس کا کاروبار خوب چلے اور سرمایہ بڑھتا رہے۔ دولت مندی آنے کے بعد دولت کا بے دریغ استعمال ہونے لگا اور شراب نوشی، بدکاری، قمار بازی عام ہونے لگی، جس کی وجہ سے معاشرہ ایثار، ہمدردی، غمخواری، رحم وغیرہ جیسی صفاتِ حسنہ سے محروم ہو گیا۔ اس نظام میں جب انسان کو بنیادی ضروریات کے لیے چند روپے قرض بغیر سود کے نہیں ملتے تو اس کی دل میں ملک اور معاشرہ کے لئے نفرت پیدا ہو جاتی ہے جس کے باعث معاشرے سے حب الوطنی، شجاعت، دلیری اور ملک اور ملت پر جان لٹانے جیسے اوصاف ختم ہو جاتے ہیں۔ جس معاشرے میں انسان کو ہر وقت اپنی دولت بڑھانے کی فکر ہو تو اس معاشرہ میں انسان حقوق اللہ کے ساتھ ساتھ حقوق العباد بیوی، بچوں کے حقوق میں بھی کوتاہی کرنے لگتا ہے جس سے مزید اخلاقی اور سماجی نقصان وجود میں آتے ہیں۔()

اسلام ایک دوسرے کے ساتھ ایثار و ہمدردی کا درس دیتا ہے۔ ایک مسلمان کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے دوسرے مسلمان بھائیوں کے سکھ دکھ میں شریک رہے اور مشکل وقت میں ان کی مدد کرے۔ اس ایثار و ہمدردی کی سب سے بڑی مثال انصار و مہاجرین کے درمیان مواخات تھی جس کو نبی کریم ﷺ نے قائم فرمایا تھا۔ لیکن سرمایہ داری نظام کی وجہ سے افرادِ معاشرہ کے درمیان ایک دوسرے کے لیے پیار و محبت اور ایثار و ہمدردی کا جذبہ ختم ہو جاتا ہے۔

سرمایہ دارانہ نظام کے سیاسی نقصانات:

ریاست کی کامیابی یہ ہوتی ہے کہ زندگی کی تمام ضروریات لوگوں کو میسر ہوں مگر جب سرمایہ دارانہ نظام میں فرد کو یہ اشیاء میسر نہ ہوں تو یہ احساسِ کمتری کا شکار ہو جاتا ہے اور معاشرہ میں ایک طبقاتی جنگ پیدا ہو جاتی ہے۔ عوام جب محسوس کرتی ہے کہ اس نظام کو سہارا دینے والی حکومت ہے تو بد دل عوام کی نفرت کا رخ حکومت کی طرف ہو کر ہڑتالوں اور بغاوت کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ اس نظام میں امیر مال کی محبت کی وجہ سے بزدل اور غریب حکومت سے نفرت کی وجہ سے بد دل ہوتا ہے جس کی وجہ سے اس حکومت کو اپنی حفاظت کے لیے کچھ بھی نہیں رہتا۔ ریاست کے استحکام کے لیے ضروری ہے کہ وہ قوم متحد ہونے کے ساتھ ساتھ صحت، اتحاد، عالی اخلاق اور موت سے بے خوفی جیسی صفات سے مزین اور انتشار اور طبقاتی کشمکش سے دور ہو تاکہ قوم آنے والی مشکلات کا ہمت اور جذبے سے مقابلہ کر سکے مگر سرمایہ دارنہ نظام ان اوصاف سے خالی ہوتا ہے جس کے باعث یہ قوم اپنا وجود برقرار رکھنے میں محتاج اور بیرونی اقوام کی مداخلت کا مقابلہ کرنے میں بے بس نظر آتی ہے۔()

سرمایہ دارانہ نظام کے اقتصادی نقصانات:

کسی بھی قوم کی اقتصادی حالت اس وقت تک بہتر نہیں ہو سکتی جب تک قوم کے تمام افراد کو ضروریاتِ زندگی میسر نہ ہوں۔ اگر قوم کے چند افراد کے پاس مال و دولت کے انبار ہوں گے اور اکثر افراد اس سے محروم ہوں گے تو اقتصادی نظام ترقی کی بجائے تنزلی کا شکار ہو گا۔ آج دنیا کے اکثر ممالک میں سرمایہ دارانہ نظام رائج ہے۔ چنانچہ آج دیکھا جا سکتا ہے کہ دنیا کی پوری آبادی کی اکثریت غربت و افلاس کی زندگی گزار رہی ہے۔ اقوام متحدہ کی ایک سماجی رپورٹ کے مطابق دنیا کی آبادی کا نصف حصہ فاقہ کشی اور ضروریاتِ زندگی میسر نہ ہونے کی وجہ سے بیماری میں مبتلا ہے۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ سرمایہ دارانہ نظام کی وجہ سے زمین کی مجموعی دولت بقدرِ ضرورت تمام انسانوں کے حصہ میں نہیں آئی بلکہ اس کے اکثر حصے پر چند لوگ قابض ہو گئے ہیں۔

کمیونزم:

"کمیونزم کا بنیادی نظریہ ہی یہ ہے کہ مادہ ہی اصل چیز ہے اور مادے کے علاوہ کوئی اور چیز نہیں یعنی اللہ تعالیٰ کا انکار اور انجام کار ہر آسمانی مذہب کا انکار کرنا ہے۔"() کچھ وقت گذرنے کے بعد اشتراکیت نے مذہب کے بارے میں کچھ نرمی کا پہلو اختیار کیا، چنانچہ مفتی محمودؒ فرماتے ہیں:

"کمیونزم کی جب ابتدا ہوئی اس کا حال جو کچھ تھا (خدا اور مذہب سے بغاوت) وہ حال بعد میں باقی نہ رہا، دفعوں میں رفتہ رفتہ ترمیم کی گئی حتی کہ مذہب کے اعتبار سے بالکل پابندی ہٹا کر ہر ایک کو عام آزادی دی گئی۔"()

اشتراکیت میں درجِ ذیل بڑی خرابیاں پائی جاتی ہیں:

۱۔ سلبِ آزادی:

اشتراکی نظام میں آدمی کی آزادی سلب ہو جاتی ہے، آدمی کوئی بھی کام اپنی مرضی اور اختیار سے نہیں کر سکتا، وہ ایک خود کار مشین بن کر رہ جاتا ہے جو نہ اپنی مرضی کا کام کر سکتا ہے اور نہ ہی اپنی مرضی کی زندگی گذار سکتا ہے۔ اس نظام میں یہ دعوی کیا گیا کہ اس میں معاشی مساوات اور تمام لوگوں کو یکساں سہولیات میسر ہونگی مگر وہ مساوات کبھی بھی قائم نہ ہو سکی بلکہ نظریاتی طور پر اس نعرہ کو ہی واپس لے لیا گیا۔ اشتراکی ممالک میں اجرتوں میں بڑا تفاوت رہا اور اس کے خلاف کسی عامل کو چارہ جوئی یا احتجاج کا کوئی حق بھی باقی نہیں رہا۔ یہ تفاوت ان ممالک میں واضح طور پر دیکھا گیا جہاں ایک ہی ملک کا ایک حصہ اشتراکیت اور دوسرا حصہ سرمایہ دارانہ نظام کے تحت تھا مثلاً مشرقی جرمنی میں اشتراکیت اور مغربی جرمنی میں سرمایہ دارانہ نظام رائج تھا، مشرقی جرمنی کے مزدوروں کی حالت مغربی جرمنی کے مزدوروں سے کہیں کمتر ہو گئی جس کے باعث لوگوں نے تنگ ہو کر دیوار برلن توڑ دی اور اشتراکیت کی ناکامی کا عملاً اعلان کر لیا۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ اشتراکیت کی ناکامی کے بعد دوبارہ سرمایہ دارانہ نظام حکومت آنے کی وجہ سرمایہ دارانہ نظام میں تقسیم دولت منصفانہ تھی بلکہ اس نظام کے ناکامی کی وجہ لوگوں کا اس نظام سے بیزاری تھی۔ سرمایہ دارانہ نظامِ معیشت کے جن اسباب اور ردِ عمل کی وجہ سے اشتراکیت وجود میں آئی وہ اسباب اشتراکیت کی ناکامی کے بعد بھی باقی رہے۔()

۲۔ حرمانِ ملکیت:

اس نظام میں انسان کو آزادی سے کاروبار کرنے اور ذاتی ملکیت کے حق سے محروم کیا گیا ہے جس کے باعث پیداوار کی کمیت (Quantity) اور کیفیت (Quality) دونوں میں کمی آتی ہے جو ایک بہت بڑا معاشی نقصان ہے۔ اس نظام میں آدمی اپنی کوئی بھی ملکیت اور جائداد نہیں بنا سکتا بلکہ پہلے سے موجود ملکیت بھی حکومتی قبضہ اور تصرف میں آجاتی ہے جو ایک ناجائز اور فطرت کے خلاف اقدام ہے، حالانکہ فطری اصول اور قاعدہ قرآن مجید میں یہ بیان فرمایا گیا ہے:

"وَأَنْ لَيْسَ لِلْإِنسَانِ إِلَّا مَا سَعَى"()

ترجمہ: نہیں ہے آدمی کے لئے مگر صرف وہ جس کی اس نے کوشش کی۔

۳۔ سستی کالاحق ہونا:

اس نظام کے باعث معاشرہ سست روی اور کاہلی کا شکار ہوتا ہے، کیونکہ جب آدمی کو یہ بات معلوم ہو کہ خواہ وہ کتنی ہی زیادہ محنت اور مشقت برداشت کرے مگر اس کو ایک متعین اجرت ملنے والی ہے تو وہ اس مشقت کو چھوڑ کر آسان اور سہل پسندی والی زندگی کا عادی ہو جاتا ہے، جس کا برا اثر نہ صرف اس شخص کی ذات پر پڑتا ہے بلکہ اس کا نقصان پوری ملت اور قوم کو بھی ہوتا ہے۔()

۴۔ پیشوں کے انتخاب میں رکاوٹ

اس نظام کی ایک ناکامی یہ بھی ہے کہ اس میں آزاد تجارت کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اس کا حق افراد سے چھین لیا جاتا ہے اور ساری کی ساری سکیم سرکار کی طرف سے تیار کی جاتی ہے۔ اس نظام میں پیشہ منتخب کرنے کے معاملے میں افراد کی مرضی شامل نہیں ہوتی اور کوئی شخص آزادی سے اپنے لیے پیشہ منتخب نہیں کر سکتا بلکہ حکومتِ وقت کی سکیم کے مطابق پیشے کا انتخاب کیا جاتا ہے۔()

اسلامی نظامِ معیشت:

مذکورہ بالا دونوں اقتصادی نظام یعنی سرمایہ دارانہ نظام اور اشتراکیت لوگوں کی معاشی ضروریات کو پورا کرنے میں مکمل طور پر ناکام ہو چکے ہیں۔ اسلام ایک معتدل مذہب ہے کہ جس میں افراط و تفریط سے قطع نظر اعتدال کا راستہ اختیار کیا گیا ہے۔ اسلام کا اقتصادی نظام عصر حاضر کے تقاضوں کو پورا کرتا ہے۔ معاشی نظام کو بہتر بنانے کے لیے اسلامی اصول وضوابط ہر لحاظ سے مناسب ہیں جو شخصی و فطری تقاضوں کے عین مطابق ہیں۔

اسلام میں مطلقاً مال و دولت کمانا مذموم نہیں ہے بلکہ شریعت نے تو ایسے غنی کی تعریف کی ہے جو اپنے مال کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے " **اَلَّذِیۡنَ یُنۡفِقُوۡنَ اَمۡوَالَهُمۡ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ ثُمَّ لَا یُتۡبِعُوۡنَ مَاۤ اَنۡفَقُوۡا مَنًّا وَّلَاۤ اَذًی ۙ لَّهُمۡ اَجۡرُهُمۡ عِنۡدَ رَبِّهِمۡ وَلَا خَوۡفٌ عَلَیۡهِمۡ وَلَا هُمۡ یَحۡزَنُوۡنَ** "() یعنی جو لوگ اپنے مال کو دن رات مخفی اور اعلانیہ طور پر خرچ کرتے ہیں ان کے لیے ان کے رب کے پاس اجر و ثواب ہے اور ان پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ ہی وہ غمگین ہوں گے۔ دراصل اسلام نے معاشی اور معاشرتی نظام کو بہتر بنانے کے لیے کچھ اصول مقرر کیے ہیں جن پر عمل کر کے ایک مسلمان اپنی دنیا و آخرت دونوں بہتر بنا سکتا ہے۔

اسلام فرد اور معاشرے کی آزادی کو شرعی دائرے میں تسلیم کرتا ہے۔ اسلام فرد کو انفرادی اور اجتماعی ملکیت رکھنے کی اجازت دیتا ہے۔ اسلام ذاتی ملکیت کے حق کو تسلیم کرتا ہے مگر اسلام نے نہ سرمایہ دارانہ نظام کی طرح انسان کو بالکل آزاد چھوڑا ہے کہ وہ ہر پابندی سے آزاد ہو کہ جیسے اور جتنی ملکیت چاہے بنائے اور نہ اشتراکیت کی طرح اس کو بالکل مجبور کیا کہ وہ اپنی ذاتی ملکیت رکھ ہی نہ سکے۔ اسلام ملکیت کو تین اقسام کی طرف تقسیم کرتا ہے:

۱۔ ملکیت خاصہ:

اسلام نے افراد کے مالک بننے کے حق کو تسلیم کیا ہے، قرآن مجید میں ارشاد ہے:

"خُذۡ مِنۡ أَمۡوَالِهِمۡ صَدَقَةً" ()

ترجمہ: (اے پیغمبر) ان لوگوں کے اموال میں سے صدقہ وصول کرو

اس آیت مبارکہ میں آپ ﷺ کو لوگوں سے زکوٰۃ کی وصولی کا حکم ارشاد فرمایا گیا ہے اور کسی شخص سے چیز اس وقت وصول کی جاتی ہے جب اس کی ملکیت میں کوئی چیز ہو۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ لوگ اپنی اشیاء کے مالک ہیں، نیز اسلام نے لوگوں کے ملکیت کے تفاوت کا اعتراف بھی کیا ہے، چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

"وَاللّٰهُ فَضَّلَ بَعۡضَكُمۡ عَلَى بَعۡضٍ فِي الرِّزۡقِ" ()

ترجمہ: اور اللہ نے تم میں سے کچھ لوگوں کو رزق کے معاملے میں دوسروں پر برتری دے رکھی ہے۔

اسلام نے مالداروں پر غریبوں کی کفالت دو طریقوں سے واجب کی ہے، ایک یہ صدقاتِ نافلہ جس کی بنیاد انسانی ہمدردی پر ہے اور دوسرا طریقہ وجوبی ہے یعنی امیروں پر غریبوں کو زکوٰۃ دینا لازم ہے اور زکوٰۃ دینا مالداروں کا فقیر پر احسان نہیں بلکہ یہ غریبوں کا حق ہے۔

۲۔ ملکیت عامہ:

اسلام نے عوام کو بعض قدرتی اور رفاہی دولت میں سے حق دیا ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے " تمام مسلمان تین چیزوں پانی، گھاس اور آگ میں شریک ہیں اور ان کا ثمن حرام ہے۔" ()

۳۔ حکومتی ملکیت:

اسلام نے حکومت کو بھی ملکیت کا حق دیا ہے، بیت المال بھی اس کی ایک صورت ہے۔ حکومتی ملکیت ہر وہ چیز اور عمارات ہوتی ہیں جن کے ساتھ عامۃ المسلمین کا حق وابستہ ہو اور وہ چیز ملکیتِ عامہ کے تحت داخل نہ ہو۔

اسلام افراط اور تفریط سے پاک ایک الگ اعتدال والی راہ بتاتا ہے۔ اسلام رہبانیت کے برخلاف انسانی کاروباری سرگرمیوں کو جائز بلکہ **"کسب الحلال فریضة بعد الفریضة"** یعنی دوسرے فرائض کے بعد حلال کمائی کے حصول کو بھی ایک فرض بتاتا ہے لیکن دنیاداری میں اس حد تک آگے جانے کی بھی اجازت نہیں دیتا کہ آدمی اپنے مقصدِ زندگی کو بھلا بیٹھے۔ دولت اور جائداد وغیرہ آخرت کے لیے زادِ راہ کا کام دینے والی ہیں۔ قرآن کریم نے اس کو "**فضل اللہ**" اور "**زینۃ اللہ**" جیسے القاب سے نوازا ہے۔ اگر مال و دولت انسان کو اپنے مقصد سے ہٹا دے تو اس کو "متاع الغرور" اور "فتنہ" قرار دیا ہے۔

اسلامی معاشیات کی خصوصیات:

۱. الاہی نظام:

اسلامی معیشت کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اس نظام کے بنیادی اصول کی انسان کے بنائے ہوئے نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے ہیں جو ساری کائنات کا خالق اور مالک ہے اور ان کے نفع اور نقصان کو اچھی طرح جانتا ہے۔ اور اس کے بارے میں یہ تصور نہیں کیا جا سکتا کہ اس نے یہ اصول کسی طبقہ کے مفاد میں جانبداری سے مقرر کئے ہیں۔ سرمایہ داری اور سوشلزم کی بنیاد ہی مادیت پر ہے اور ان نظاموں کے اصول انسانوں کے بنائے ہوئے ہیں جن کو خطا اور لغزش سے پاک تصور نہیں کیا جا سکتا ہے۔

۲. معتدل اور متوازن نظام:

اسلامی معیشت کی دوسری بڑی خصوصیت یہ ہے کہ یہ نظام افراط اور تفریط سے پاک ہے۔ یعنی ایک طرف رہبانیت بزرگ دنیا ہے جس کو بہت سے مذاہب میں زہد و تقویٰ کا معیار قرار دیا گیا ہے۔ کہ تجارت وصنعت اور معاشی سرگرمیوں سے کوئی شخص دین دار نہیں ہو سکتا اور نہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کر سکتا ہے۔ دوسری طرف مادیت کی انتہاپسندی ہے کہ وہاں نہیں۔() اسلام میں دین اور دنیا کو اس اعتدال اور توازن سے جمع کیا گیا ہے، کہ اس پر عمل کرنے سے انسان دنیا و آخرت دونوں کی کامیابیوں سے ہم کنار ہوتا ہے۔ اسلام افراط اور تفریط سے ایک الگ ایک اعتدال والی راہ بتاتا ہے کہ رہبانیت کے بر خلاف انسانی کاروباری سرگرمیوں کو جائز بلکہ کسب طلب الحلال فریضۃ بعد الفریضۃ کے تحت واجب بتاتا ہے، لیکن دنیاداری میں اس اس حد تک آگے جانے کی بھی اجازت نہیں دیتا کہ آدمی اپنے مقصد زندگی کو ہی بھلا بیٹھے۔ دنیا کا مال و دولت جائداد یہ اصلی مقصد کے لیے زاد راہ کا کام دینے والی ہے۔ قرآن کریم نے اس کو فضل اللہ اور زینۃ اللہ جیسے القاب سے نوازا ہے۔ اگر یہ مال و دولت انسان کو اپنے مقصد سے بنادے تو تو اس کو متاع الغرور اور فتنہ قرار دیا ہے۔

۳. حقیقی مالک

اسلامی تعلیمات کے مطابق تمام وسائل حیات کا مالک اللہ تعالیٰ ہے۔ اس نظریہ پر قرآن کریم کی متعدد آیات دلالت کرتی ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے "وہی ہے جس نے تمہارے لیے وہ تمام چیزیں پیدا کی جو زمین میں ہیں۔" اسی طرح دوسری جگہ پر ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ "اے ایمان والو! ہم نے جو تمہیں رزق دیا ہے اس میں سے خرچ کرو۔"

مذکورہ آیات سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ انسان کا کمایا ہوا مال و دولت اس کا اپنا نہیں بلکہ اس کا حقیقی مالک اللہ تعالیٰ ہے۔ جب انسان کے مال و دولت کا حقیقی مالک اللہ تعالیٰ ہے تو وہ اپنا مال اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے اصولوں کے مطابق خرچ کرے گا۔ یہ نظریہ ایک انسان میں احساسِ ذمہ داری پیدا کرتا ہے اور اس کے دل سے مال کی محبت ختم کر دیتا ہے۔ جس کے نتیجے میں وہ مال جمع کرنے کے مقابلے میں اسے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کو ترجیح دیتا ہے۔

۴. دین و دنیا ساتھ:

اسلامی معیشت میں مال دولت کمانا اور کاروبار و تجارت کرنا محض دنیاداری نہیں بلکہ یہ بھی دین کا ایک حصہ ہے۔ تجارت اور معاشی سرگرمیاں دو شرطوں سے عبادت بن جاتی ہیں ایک یہ کہ نیت درست ہو مثلاً سوال کی ذلت سے بچنے کے لیے کمائے اور خود اپنی جان کے حقوق اور دوسروں کے جو حقوق اس کے ذمہ ہیں ان کی ادائگی کی نیت سے کمائے یا یہ نیت ہو کہ میری صنعت و تجارت سے ملک وملت کو فائدہ پہنچے گا۔ دوسری شرط یہ ہے کہ مال کمانے اور خرچ کرنے کا عمل شرعی حدود کے دائرے میں ہو اس سے متجاوز نہ ہو ان دو شرطوں کی موجودگی میں ہر عمل عبادت بن جاتا ہے اور دنیا و آخرت کی کامیابی کا ذریعہ بنتا ہے۔ یہ وہ بنیادی خصوصیت ہے جو اسلام کو دنیا کے تمام ادیان و مذاہب سے ممتاز کرتی ہے۔()

۵. اخوت

اسلامی معاشی نظام اخوت و بھائی چارہ پر مبنی ہوتا ہے۔ یہ اسلامی معاشی نظام کی ایک ایسی خصوصیت ہے کہ جس کی وجہ میں افرادِ معاشرہ میں باہمی پیار، محبت اور ایثار و احسان کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ اس خصوصیت نے تمام افراد معاشرہ کو ایک لڑی میں پرو دیا ہے۔ آپ ﷺ نے ہجرت مدینہ کے بعد انصار اور مہاجرین کے درمیان مواخات قائم کر کے قیامت تک آنے والی نسل انسانیت کو اسلامی معاشی نظام کو بنیادی اصول سمجھا دیا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تمام مسلمان ایک شخص کی مانند ہیں۔ اگر اس کی آنکھ کو تکلیف ہوتی ہے تو اس کا پورا جسم تکلیف میں ہوتا ہے اور اگر اس کے سر کو تکلیف ہوتی ہے تو اس کا پورا جسم تکلیف میں ہوتا ہے۔

۶. انصاف

اسلامی نظام کی ایک اہم اور بنیادی خصوصیت یہ ہے کہ اس نظام کی بنیاد انصاف پر ہے۔ اشتراکی نظام کی ایک بنیادی خرابی یہ ہے کہ اس میں مساوات کے نام پر لوگوں کی صلاحیتوں کی ناقدری کی جاتی ہے۔ اشتراکی نظام وسائل سے حاصل ہونے والی آمدنی کو لوگوں میں معمولی فرق کے ساتھ برابر تقسیم کرنے کا

دعویٰ کرتا ہے حالانکہ انصاف کا تقاضا تو یہ ہے کہ لوگوں کی صلاحیتوں کے حساب سے ان کو اجر ملنا چاہیے۔ اسلام اس قسم کی مساوات کو تسلیم نہیں کرتا بلکہ اسلام انصاف کے تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے لوگوں کی صلاحیتوں کے مطابق ان کو اجر دینے کی ترغیب دیتا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ "دنیوی زندگی میں ہم ہی نے ان کے درمیان ان کی معیشت کو تقسیم کرر کھا ہے اور ہم ہی نے ان میں سے ایک کو دوسرے پر درجات کے لحاظ سے فوقیت دے رکھی ہے تاکہ وہ ایک دوسرے سے کام لے سکیں۔"()

خلاصۂ کلام

اسلام ایک ایسا جامع مذہب ہے کہ جس میں زندگی کے ہر شعبے کے متعلق مکمل رہنمائی موجود ہے۔ انسانی زندگی کا کوئی بھی ایسا گوشہ نہیں ہے کہ جس کے متعلق اسلام نے جامع ومانع ہدایات نہ دی ہوں۔ اقتصادیات کے شعبے میں بھی اسلام مکمل طور پر رہنمائی کرتا ہے۔ اسلامی اقتصادی نظام ایک ایسا جامع نظام ہے کہ اس پر عمل کرکے معاشرے کے تمام افراد کی زندگی پر سکون ہو سکتی ہے۔ اسلام چاہتا ہے کہ چند افراد کی بجائے معاشرے کے ہر ہر فرد کو معاشی خوشحالی نصیب ہو۔ اسلامی اقتصادی نظام کے مقابلے میں سرمایہ دارانہ نظام اور اشتراکیت افراط و تفریط پر مبنی ہیں۔ ایک طرف سرمایہ دارانہ نظام آزادی کے نام پر ہر فرد کو مطلق العنان چھوڑ دیتا ہے تو دوسری طرف نظامِ اشتراکیت انسان کا بنیادی حق یعنی آزادی چھین لیتا ہے اور اس سے اس کا اختیار چھین لیتا ہے۔ اسلام ایک شخص کو نا تو مکمل طور پر آزادی دیتا ہے اور نا ہی اسے ہر لحاظ سے پابند بنادیتا ہے۔ بلکہ ایک طرف اسلام کسی شخص کو ملکیت اور اس میں تصرف کا حق بھی دیتا ہے تو دوسری طرف اس پر کچھ شرعی واخلاقی پابندیاں بھی عائد کرتا ہے تاکہ معاشی و معاشرتی نظام کسی بھی قسم کے شر وفساد سے بچ سکے۔

اسلامی اقتصادی میں عدل وانصاف، اخوت وہمدری، ایثار واحسان جیسی عظیم خصوصیات پائی جاتی ہیں۔ ایک مسلمان شخص تجارت یا دیگر ذرائع سے کمائے ہوئے مال ودولت کو اللہ تعالیٰ کا فضل سمجھتا ہے اور اسے اسلام کے بتائے ہوئے اصول کے مطابق خرچ کرتا ہے۔ اسلامی تعلیمات کے مطابق کوئی بھی شخص مال کمانے اور خرچ کرنے میں مکمل آزاد نہیں بلکہ اسلامی تعلیمات کے مطابق ایک انسان مال کمانے اور خرچ کرنے میں بلکل آزاد نہیں بلکہ وہ شرعی حدود وقیود کا پابند ہے اور مرنے کے بعد اس سے اس کے متعلق سوال کیا جائے گا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن ابنِ آدم کے قدم اپنی جگہ سے نہیں ہٹیں گے یہاں تک کہ اس سے پانچ چیزوں کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ عمر کے بارے میں کہ اسے کن کاموں میں فنا کیا، جوانی کے بارے میں کہ اس کن کاموں میں کھپایا، مال کے بارے میں کہ اس کہاں سے کمایا اور کہاں پہ خرچ کیا اور علم پر کتنا عمل کیا۔()

سرمایہ دارانہ نظام میں دولت پر مخصوص طبقے کا قبضہ ہوتا ہے جو عوام کی معاشی تباہی اور کساد بازاری کا سبب بنتا ہے۔ ذاتی مفادات کے لیے اکتناز اور احتکار کو ضروری سمجھا جاتا ہے۔ جبکہ اسلام ایسے کسی بھی عمل کی اجازت نہیں دیتا کہ جس سے افرادِ معاشرہ کو نقصان پہنچے۔ دوسری طرف اشتراکیت میں ایک انسان کی آزادی اور اس سے اس کا اختیار ہی چھین لیتا ہے جس کے نتیجے میں متعدد معاشی و معاشرتی برائیاں جنم لیتی ہیں۔ غرضیکہ اسلامی نظام کے مقابلے میں دونوں نظام نامناسب اور نامکمل ہیں۔

حوالہ جات(References)

۱. ابن منظور محمد بن مکرم: لسان العرب، (بیروت دار الفکر ۱۴۰۷ھ)، ۳:۳۵۳

Ibn Manzoor Muhammad ibn Mukarram: lisan ul Arab, Beirut Dar al-Fikr 1407 AH, 3: 353

۲. فیروز الدین مولوی: فیروز اللغات، اردو، (لاہور فیروز سنز لمیٹیڈ، طبع اول ۲۰۱۰ء)، ۱۰۵

Feroz-ud-Din Maulvi: Feroz-ul-Laghat, Urdu, (Lahore Feroz Sons Limited, First Edition, 2010),105

۳. احمد شرباصی المعجم الاقتصادی الاسلامی، (بیروت دار العلم س ن)، ۳۶

Ahmad Sharbasi Al-Salami Economic Dictionary, (Beirut Darul Alam,36

۴. صدیقی محمد نعیم پروفیسر: اسلام اور جدید معاشی تصورات، (مکتبہ دانیال لاہور،)۵

Siddiqui Mohammad Naeem Professor: Islam and jaded Muashi Tasawarat,, Maktaba Daniel Lahore,5

۵. عثمانی، محمد تقی، اسلام اور جدید معیشت و تجارت،، (لاہور ادارۂ اسلامیات پبلشرز)۱۹تا۲۱

Osmani, Muhammad Taqi, Islam or jaded mauishat wa tijarat, , Lahore Islamic Studies Publishers19-21

۶. پروفیسر، عبدالحمید، اسلامی معاشیات، ۱۰۴

Professor, Abdul Hameed, Islami Muashiyat,104

۷. عثمانی، محمد تقی، اسلام اور جدید معاشی مسائل، ۷ :۲۹-۳۶

Ottoman, Muhammad Taqi, Islam jaded Muashi Masail,7:29-36

۸. شمس الحق افغانی: سرمایہ دارانہ واشتراکی نظام کا اسلامی معاشی نظام سے موازنہ، (ادارۃ البحوث الاسلامیہ لاہور)، ۲۸ تا ۳۴

Shams-ul-Haq Afghani: sarmayadarana wa ishtiraki nizam ka islami muashi nizam sy muawazana,, idaro al Bahoos al Islamia, Lahore,28-34

۹. محولہ بالا، ۳۴ تا ۳۷ *ibid*

۱۰. ایضا، ۲۶تا۲۹ *ibid*

۱۱. محمود حسن گنگوہی مفتی: فتاوی محمودیہ، محولہ، ۲ :۱۳۵

Mahmood Hassan Gangohi Mufti: Fatwa of Mahmoodiyah,2 :135

۱۲. ایضا، ۲:۱۳۹ *ibid*

۱۳. عثمانی محمد تقی مفتی: اسلام اور جدید اقتصادی مسائل، (طبع اول ۱۴۲۹ھ، کراچی میمن اسلامک پبلیشرز)، ۷ :۶۸

Osmani Muhammad Taqi Mufti: Islam or jaded iqtisadi masail , First Edition 1429 AH, Karachi Memon Islamic Publishers, 7: 68

۱۴. سورہ، النجم:۳۹ *Al-najm 39*

شمس الحق افغانیؒ: سرمایہ دارانہ واشتراکی نظام کا اسلامی معاشی نظام سے موازنہ، محولہ، ۷۱ تا ۷۳

Shams-ul-Haq Afghani: sarmayadarana wa ishtiraki nizam ka islami muashi nizam sy muawazana,, 71-73

۱۵. صدیقی، محمد نعیم، ڈاکٹر، اسلام اور جدید معاشی تصورات، محولہ ۱۱۴،

Siddiqui Mohammad Naeem Professor: Islam and jaded Muashi Tasawarat,, Maktaba Daniel Lahore,5

۱۶. البقرۃ:۲۷۴ *Al-baqara: 274*

۱۷. التوبہ:۱۰۳ *Al-Tuba:103*

۱۸. النحل:۷۱ *Al-Nahl: 71*

۱۹. ابن ماجہ أبو عبد اللہ محمد بن یزید القزوینی: سنن ابن ماجہ، تحقیق محمد فؤاد عبد الباقی، (بیروت، دار إحیاء الکتب العربیۃ، الطبعۃ الأولی، ۱۴۳۰ھ)، ۲: ۸۲۶

Ibn Majah Abu Abdullah Muhammad Ibn Yazid Al-Qazwini (Sunan

Ibn Majah, Tahaqiq Muhammad Fouad Abdul Baqi, Beirut, Dar Al-Ahya Al-Kitab Al-Arabiya, First Edition, 1430 AH, 2:826

۲۰. محمد رفیع عثمانی، اسلامی معیشت اور صنعتی تعلقات، (ادارۃ المعارف کراچی مئی ۲۰۱۰) ع ۲۷

Muhammad Rafi Usmani, Islamic Muishat,or sanati Taluqat , idara muarif Karachi, May 2010,27

۲۱. البقرۃ:۲۹ — Al-baqara: 29

۲۲. رفیع عثمانی، حوالہ بالا، ۳۵ — Rafi Usmani Ibid :35

۲۳. القشیری، مسلم بن الحجاج، صحیح مسلم، ۶: ۲۱۰ مترجم علامہ وحید الزمان

Al-Qushayri, Muslim Ibn Al-Hajjaj, Sahih Muslim, 6: 210, Translated by Allama Wahid Al-Zaman

۲۴. الزخرف:۳۲ — Al-Zukhruf: 32

۲۵. الترمذی، ابو عیسیٰ، محمد بن عیسیٰ، الجامع الکبیر، باب فی القیامۃ، (دار الغرب الاسلامی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۹۹۶) ۴:۲۱۶

Al-Tirmidhi, Abu Isa, Muhammad ibn Isa, Al-Jami 'al-Kabeer, Chapter fil Qiyama,4:216

JQSS *(Journal of Quranic and Social Studies)*
2022, 2(1), 57 -67

معاشرتی نفسیات کے اثرات اور سیرت نبوی ﷺ کا ایک تحقیقی جائزہ

A Research Review Of The Effects Of Social Psychology And The Biography Of The Prophet

Sana Jadon
PhD Scholar, Department of Islamic Studies, University of Baluchistan Quetta

Keywords
Social Psychology, Prophet's biography, exemplary, environment, highlighted

Sana Jadon (2022). A Research Review Of The Effects Of Social Psychology And The Biography Of The Prophet, *JQSS Journal of Quranic and Social Studies*, 2(1), 57-67.

Abstract: *This article examines the effects of social psychology, in which the teachings of the Prophet (peace and blessings of Allah be upon him) are presented as a model. The goals of society are highlighted, followed by the introduction of exemplary social psychology and its effects, ie, what are its hereditary effects? What are the social effects? And why is a person socialist? What is the relation of society and environment to psychology and what are the effects of social environment on psychology? Particular attention has been paid to clarifying the doctrines of child rearing and training, the role of government in educating the younger generation, the impact of the environment on certain people, and how special people can be successful in life. It has been stated that the effects of deep social connection on the human psyche are being clarified, while finally the effects of the social environment have been examined from the point of view of the Prophet's biography.*

Corresponding Author: Email: hameedkhilji765@gmail.com

Content from this work is copyrighted by *JQSS* which permits restricted commercial use, research uses only, provided the original author and source are credited

.

نفسیات (psychology) بنیادی طور پر رویے (behavior) اور عقلی زندگی کے سائنسی مطالعے (scientific study) کو کہا جاتا ہے، چونکہ بات یہاں صرف عقل اور اس کے حیاتیاتی افعال انجام دینے کی نہیں بلکہ عقلی زندگی کی ہے یعنی جسمانی اور عقلی کا مجموعہ اس لیے نفسیات کو یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ نفسیات دراصل نفس (soul) کے مطالعے کا نام ہے اور اسی لیے اس کو نفسیات کہا جاتا ہے یعنی نفس کا مطالعہ، انگریزی میں اس کو psychology کہنے کی وجہ بھی یہی ہے کہ psych تو نفس کو کہتے ہیں اور logy مطالعہ کو اور یہ ان کا مرکب لفظ ہے، ان تمہیدی باتوں کے بعد اب مقصود اصلی یعنی علم نفسیات کی تعریف ذکر کرتے ہیں۔

علم نفسیات کی لغوی تحقیق:

نفسیات کا لغوی معنی بیان کرتے ہوئے مولانا وحید الزمان قاسمی صاحب اپنے مشہور لغت القاموس الوحید میں لکھتے ہیں کہ:

"نفسیات "نفسیۃ" کی جمع ہے جس کا معنی ہے ذہنیت، اور نفسیۃ نفس کی مؤنث ہے تلفظ کے اعتبار سے اسے دو طرح سے پڑھ سکتے ہیں: نفس ف کے سکون کیساتھ جس کا معنی ہے روح، جان، شخصیت۔ نفس ف کے فتحہ کیساتھ، جس کا معنی ہے سانس، خوشگوار ہوا۔"1

اصطلاحی تعریف:۔

نفسیات کی اصلاحی تعریفات ماہرین نے متعدد بیان کی ہیں جن میں سے جدید ترین تعریف ہیں:

Psychology is the scientific study of mind (mental processes) " and hehaviar, the word psychology comes from the Greek words psych, meaning life – logos, meaning explanation"2

اس تعریف کا حاصل یہ ہے کہ نفسیات وہ علم ہے جس میں سائنسی بنیادوں پر ذہنی عمل اور کردار کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔

معاشرہ کا لغوی و اصطلاحی معنی و مفہوم:۔

عربی لغت میں "معاشرہ" کا لفظ عَاشَرَ مُعَاشَرۃً اور اِعْتَشَرَ وَتَعَاشَرَ القَوم سے ماخوذ ہے جس کا معنی باہم مل جل کر اور ایک دوسرے کے ساتھ رہنا ہے۔3

معاشرہ باب مفاعلہ کا مصدر ہے اور باب مفاعلہ کی ایک خاصیت اشتراک ہے یعنی وہ فعل جانبین سے ہوتا ہے لہذا معاشرہ کا معنی ہے باہم زندگی گزارنا، جبکہ انگریزی لفظ سوسائٹی لاطینی زبان کے لفظ "socious" سے اخذ کیا گیا ہے جو "باہمی تعلق، شرکت اور نسبتا مستقبل رفاقت" جیسے معنی رکھتا ہے۔ معاشرہ کی تعریف کے بارے میں سماجی علوم کے ماہرین کی آراء مختلف ہیں، چنانچہ میکلور کہتا ہے کہ:

" معاشرہ تغیر پذیر سماجی تعلقات کا نام ہے۔ ماہر معاشیات آدم سمتھ معاشرہ فطری معیشت کا ایک مصنوعی آلہ سمجھتا ہے۔ پروفیسر رائیٹ" کی رائے میں معاشرہ باہمی تعلقات کا وہ نظام ہے، جو افراد کے درمیان پایا جاتا ہے۔ پنٹنا علام پینٹن" کے مطابق معاشرہ لوگوں کا وہ گروہ ہے، جو طویل عرصے سے اکٹھے رہ کر ایک سماجی اکائی صورت میں تنظیم پاتا ہے۔"4

پروفیسر غلام رسول ایف۔ ایچ۔ گڈ نگز کے حوالے سے لکھتا ہے کہ:

"معاشرہ ایک جیسے خیالات رکھنے والے افراد کا مجموعہ ہے۔ جو ہم خیالی کو پسند کریں اور اس بنا پر مشترکہ مفادات کے لیے ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کریں۔"5

انسان اور معاشرے کا تلازم:

انسان فطرتاً معاشرت پسند ہے کیونکہ انسان کی یہ ایک جبلی خواہش ہے کہ وہ طبعی طور پر مل جل کر رہنے کو پسند کرتا ہے بقول ابن خلدون کے انسان کا اکٹھے رہنا ایک ناگزیر امر ہے اور اسی حقیقت کو اہل علم یوں بیان کرتے ہیں کہ انسان پیدائشی طور پر مدنیت پسند واقع ہوا ہے اجتماعی نظم پیدا کرنا انسان کا فطری جذبہ ہے، تنہائی کے بجائے اسے طبعی طور پر معاشرے میں سکون ملتا ہے عین ممکن ہے کہ خارجی ماحول نے اسے اجتماعیت پسندی پر مجبور کیا ہو مگر اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اس کے خمیر میں اجتماعیت کا حقیقی شعور موجود تھا جسے حالات نے عملی صورت اختیار کرنے پر آمادہ کیا، اہل علم اس بات پر متفق ہے کہ معاشرتی زندگی انسان کی فطری خواہش بھی ہے اور ذاتی مجبوری بھی، طبعی تقاضے اسے دوسرے انسانوں کے قرب پر مجبور کرتے ہیں اور ذاتی مجبوریوں اور کمزوریوں کی وجہ سے وہ دوسرے انسانوں کا محتاج رہتا ہے خلاصہ یہ کہ انسان اور معاشرت ایک دوسرے کیلئے لازم وملزوم ہے۔6

مثالی معاشرے کی خصوصیات:

مثالی معاشرے کی بہت ساری خصوصیات ہیں مگر یہاں بطور اختصار چند ایک اہم خصوصیات کا ذکر کیا جاتا ہے:

۱۔ذہنی ہم آہنگی:

ایک بہتر معاشرے کیلئے لازمی امر ہے کہ اس کے افراد میں ذہنی مقاصد کے زندگی کے متعلق ایک حد تک اشتراک پایا جاتا ہو کیونکہ ان کا اجتماع عارضی طور پر نہیں ہوتا بلکہ فکر اور مقصد کی یگانگت ان کے اتحاد کا باعث ہوتا ہے اور مقاصد کا اشتراک انہیں باہم قریب کر دیتا ہے، ذہنی یک جہتی اور فکری ہم آہنگی کے بغیر معاشرے کا وجود ممکن نہیں فکری ہم آہنگی کا بڑا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ افراد کی پسند اور ناپسند کا معیار اسی طرح سوچ کا اندازہ اور نفسیات قریب قریب ایک جیسے ہوتے ہیں۔

۲۔منظم زندگی:

معاشرے میں افراد کی تنظیم ایک لازمی امر ہے افراد کا چال چلن اور سرگرمیاں وغیرہ کسی رواج اور سماجی قانون کے تحت ہونی چاہیے نیز رہن سہن کا طریقہ بھی مخصوص ثقافت اور تہذیب کے تحت ہونا چاہیے غرض یہ کہ خاص رسم ورواج اور ضابطوں کے تحت منظم اجتماعی زندگی گزاریں۔

۳۔باہمی تعلق:

افراد کے باہمی تعلق پر معاشرے کی بنیاد قائم ہوتی ہے اس میں ہر طرح کی انسانی تعلقات اور رشتے شامل ہوتے ہیں چاہیے یہ تعلقات سماجی ہوں یا سیاسی، تجارتی ہو یا مذہبی ثقافتی ہو یا اقتصادی خلاصہ یہ کہ اس میں وہ تعلقات بھی شامل ہیں جو انسان کو مجبوراً دوسرے افراد کیساتھ قائم کرنے پڑتے ہیں۔ غرض یہ کہ یہ ان تمام تعلقات پر محیط ہے جو افراد کے درمیان قائم ہوسکتے ہیں جنہیں ہم معاشرتی تعلقات سے تعبیر کرتے ہیں یعنی افراد کے وہ باہمی تعلقات جن سے وہ کسی نہ کسی حد تک آگاہ ہوں۔

۴۔لچک:

انسانی سرگرمیاں اور رسم ورواج تغیر پذیر ہوتے ہیں کیونکہ مختلف اثرات کی وجہ سے معاشرتی تعلقات میں ہمیشہ ردوبدل ہوتا رہتا ہے، اسی وجہ سے معاشرے کا لچک دار ہونا بہت ضروری ہے تاکہ افراد بدلتے ہوتے حالات کے مطابق خود ڈھال سکے اور ان کے کردار اور سرگرمیوں میں نظم وضبط باقی رہ سکے۔

۵۔مساوات:

ایک مثالی معاشرے کی بنیاد باہمی تعاون اور مساوات پر قائم کی جاتی ہے جس کی وجہ سے کسی بھی فرد کی حق تلفی نہیں ہوتی، معاشرے سے اس کے تمام افراد بلا امتیاز یکساں طور پر فائدہ اٹھاتے ہیں، اس میں امیر، غریب وغیرہ کا کوئی فرق نہیں ہوتا۔ بلکہ یکساں طور پر سب کو مساوی حقوق حاصل ہوتے ہیں۔7

معاشرتی نفسیات کی تعریف:

مختلف ماہرین نفسیات نے معاشرتی نفسیات کی تعریف الگ الگ انداز میں کی ہے، ذیل میں ہم جدید معاشرتی نفسیات کے ماہرین کی تعریفوں کا جائزہ لیتے ہیں:

"Social Psychology is a broad field whose goals are to understand and explain how our thoughts, feelings, perceptions, and behavior are influenced bye the presence of, or interactions with others."8

"معاشرتی نفسیات ایک وسیع مضمون ہے جس کا منتہی یہ سمجھنا اور بیان کرنا ہوتا ہے کہ دوسروں کی موجودگی یا تعامل سے کیسے ہماری سوچیں، احساسات ادراکات ار کردار متاثر ہوتے ہیں۔"

اسی طرح معاشرتی نفسیات کی دوسری تعریف یہ ہے کہ:

"Social Psychology is the systematicstudy of the nature and causes of human social behavior.9

"منظم انداز میں فطرت اور انسانی معاشرتی کردار کے اسباب کا مطالعہ کے کا نام معاشرتی نفسیات ہے۔"

نفسیات کے معاشرتی اثرات:

تمدنی دنیا میں ایسا کوئی انسان نہیں مل سکتا جس کے بابت یہ کہا جاسکے کہ خارجی اثرات اس پر اثرانداز نہیں ہوتے، کیونکہ کسی بھی انسان پر جو اثرات مرتب ہوتے ہیں وہ اثرات دو طرح کے ہوتے ہیں:

(۱): وہ اثرات جو موروثی ہوتے ہیں۔

(۲): وہ اثرات جو معاشرے اور ماحول کی وجہ سے ہوتے ہیں۔

موروثی اثرات:

کسی بھی انسان کی فطرت کا ایک ایسا حصہ ہے جو باپ دادا سے نسل در نسل ہوتے ہوئے اس کے خون کے ذرات اور دل و دماغ کے ایک ایک ریشے میں حلول کئے ہوئے ہوتے ہیں۔10

معاشرتی اثرات:

کائنات کی ہر چیز میں کچھ امکانی صلاحیتیں(Potentialities) ہوتی ہیں اور انہی امکانی صلاحیتوں کی نمو اور تکمیل اس چیز کی زندگی کا مقصد ہوتا ہے ٹھیک اسی طرح انسان میں بھی بہت سی صلاحیتیں پوشیدہ ہیں انہی صلاحیتوں کو پروان چڑھانا اور انہیں ٹھیک طور سے استعمال کرنا انسانی زندگی کا مقصد ہے۔ عالم انسان اور عالم آفاق میں یہ بنیادی فرق ہے کہ عالم آفاق پر نشو نما اور تکمیل کا قانون مسلط کر دیا گیا ہے ان کا اپنا کوئی ارادہ اور اختیار نہیں ہوتا کہ چاہے تو اس قانون فطرت سے بغاوت کرے یا اسے اپنا کر اس کی پابندی کرے، جبکہ عالم آفاق کے برعکس انسان صاحب اختیار و ارادہ ہے اس پر کوئی ایسا قانون مسلط نہیں کیا گیا ہے جس کے تحت زندگی گزارنے پر وہ مجبور ہے ہو مثلاً بکری کا بچہ بھوک سے مر جائے گا تاہم کبھی بھی وہ گوشت خور نہ بنے گا۔ اسی طرح انڈے سے نکلتے ہی مرغی کا بچہ خشکی کی طرف دوڑے گا جبکہ ہر بطخ کا بچہ پانی کی طرف اس کے برعکس انسانی بچے کی حالت یہ ہوتی ہے کہ وہ زہریلی اشیاء بھی اسی بے تکلفی سے منہ میں ڈالتا ہے، جس بے تکلفی سے وہ میٹھی اشیاء ڈالتا ہے کبھی آگ کی شعلوں کو پکڑتا ہے تو کبھی پانی میں گرتا ہے، معلوم ہوا کہ انسان کے اندر ایسی کوئی چیز نہیں جو اسے درست راستے پر چلنے کیلئے مجبور کرے اسی وجہ سے انسان خارجی رہنمائی کا محتاج ہوتا ہے معلوم ہوا کہ معاشرت انسانی فطرت کا خاصہ ہے۔11

معاشرہ و ماحول کا نفسیات سے تعلق:

سائنسی اور تجرباتی طور پر ماحول اور نفسیات کے تعلق کو جانچنے اور پرکھنے کیلئے نارمن نے پہلا معاشرتی نفسیاتی تجربہ اس حوالے سے شائع کیا تھا کہ معاشرتی آسانی اور مدد کا انسانی نفسیات سے کیا تعلق ہے؟

> "نارمن نے سائیکل سواروں کے باہمی مقابلے میں یہ مشاہدہ کیا کہ ایک سائیکل سوار جب تنہا تھا تو اس نے جتنی بھی تیز سائیکل چلانے کی کوشش کی نتیجہ یہی نکل آیا کہ عام وقت میں وہ اس سڑک پر اس رفتار سے جتنی دیر میں جو فاصلہ پہلے طے کر سکتا تھا اب بھی اتنا ہی طے کیا ہے لیکن جب اسی سڑک پر اس کے ساتھ دوسرا سائیکل سوار مقابلے میں تھا تو پھر اس کی ذاتی کارکردگی پہلے کے مقابلے میں زیادہ بہتر ہوئی"12

اسی طرح ہم بھی اپنی عام معاشرتی زندگی میں اس چیز کا مشاہدہ کرتے ہیں کہ جب ہم تنہا ہوتے ہیں تو ہلکی دوڑ میں جب ہم اختتام تک پہنچتے ہیں تو بہت زیادہ جان لگانی پڑتی ہے اس کے برعکس اگر اسی راستے پر ہمارے ساتھ کوئی اور بھی دوڑ رہا ہو تو پھر اچانک ہم اپنے اندر ایک بڑی توانائی محسوس کرتے ہیں جو ہمارے جسم کو طاقت پہنچاتی ہے اور ہم یہ کوشش کرتے ہیں کہ اپنے مقابل کو ہرائے۔

معاشرتی ماحول کے انسانی نفسیات کے ساتھ تعلق کا ایک بڑا ثبوت یہ بھی ہے کہ کسی خاص اصول اور ضابطہ کے تحت انسانوں کا طرز زندگی اور نفسیات قائم نہیں ہوتے اور نہ ہی خود انہیں کوئی احساس ہوتا ہے کہ وہ اپنے لئے کوئی طرز زندگی قائم کر رہے ہیں بلکہ غیر محسوس طور پر اطراف واکناف کے حالات اور معاشرتی ماحول کے مطابق خود بخود ان کا کوئی نہ کوئی طرز زندگی قائم ہو جاتا ہے۔13

مندرجہ بالا تفصیلات سے یہ بات واضح ہوگئی کہ معاشرتی ماحول کا انسانی نفسیات کے ساتھ بہت بڑا اور گہرا تعلق ہے، انسان کی سوچ، رویے اور کردار معاشرتی ماحول کے مطابق ہی بنتے اور بگڑتے ہیں۔

معاشرتی ماحول کے نفسیات پر اثرات

یہ ایک عام انسانی فطرت ہے کہ لوگ اظہار نمائش کو پسند کرتے ہیں اور ان کی چاہت ہوتی ہے کہ لوگ انہیں پسندیدہ نگاہوں سے دیکھے مثلاً اگر کوئی فرد بازار سے گزرتا ہے اور اسے وہاں جان پہچان والا مل جاتا ہے اب اگر وہ شناسائی والا انجان بن کر گزرتا ہے اور اسے نظر انداز کرتا ہے تو یقیناً اسے بہت تکلیف ہوگی اسی طرح اگر کسی شخص کا نام غلط لکھا اور بولا جائے تو لازمی طور پر وہ اس سے متاثر ہوتا ہے اسی طرح اگر کسی انسان کو محفل میں توجہ نہ دی جائے تو اس وقت وہ ذلت کے احساس تلے دب جاتا ہے، اب یہاں پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایک انسان یہ ساری باتیں کیوں محسوس کرتا ہے؟ اور ان باتوں کا اتنا شدید اثر کیوں لیتا ہے؟ تو اس کا ایک بنیادی اور اصولی جواب وہی ہے جو علم نفسیات کے مشہور کتاب "ہماری نفسیات" میں ہے کہ:

> "بڑی حد تک انسان کے جذبات واحساسات اور نفسیات پر معاشرہ کا اثر پڑتا ہے اور انسان اس سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا چنانچہ یہی وجہ ہے کہ اگر کسی انسان کا معاشرتی مقاطعہ (Social Boycott) اس طور پر کیا جائے کہ کوئی بھی فرد اس سے بات چیت نہ کرے، معاشرے میں اس کی موجودگی اور غیر موجودگی یکساں ہو اور کوئی بھی اس سے سروکار نہ رکھے تو یہ بہت بڑی سخت سزا ہوتی ہے۔"14

یہی وہ سزا ہے جو ایک صحیح انسان کو ذہنی طور پر پاگل کر دیتا ہے اور شدید مایوسی میں مبتلا کر دینے کیلئے کافی ہے، اگر اسلامی تعلیمات کا نفسیاتی اثر نہ ہوتا تو قریب تھا کہ معاشرتی بائیکاٹ والے لوگ خودکشی کر لیتے۔

اپنے طبقہ میں نمایاں ہونے کی خواہش:

انسان کا جس طبقہ اور جماعت سے تعلق ہوتا ہے تو اس کی یہ جستجو ہوتی ہے کہ اسے وہی متعلقہ طبقہ کیا حیثیت دیتے ہیں؟ چنانچہ ایک کامیاب اور عادی مجرم کو اس بات کی قطعًا کوئی پرواہ نہیں ہوتی کہ قانون کی پاسداری کرنے والے اور معزز شہری اس کے متعلق کیا رائے رکھتے ہیں اور اسے کس قدر برا اور معاشرے

کیلئے نقصان دہ سمجھتے ہیں بلکہ اسے تو اس بات کا شدت سے احساس ہوتا ہے کہ مجرم طبقہ میں اسے کیا مقام حاصل ہے؟ اور وہ اسے کتنی عزت دیتے ہیں؟ اسی طرح ایک امن پسند شخص کو صلح کے حامیین کی تحسین سے جس قدر خوشی حاصل ہوتی ہے تو شر پسند عناصر کی تحقیر سے اتنی تکلیف نہیں پہنچتی ہے چونکہ معاشرتی عوامل ہماری نفسیات پر اثر انداز ہوتے ہیں اس وجہ سے یہ ایک حقیقت ہے کہ ہم میں سے ہر ایک اپنے طبقہ یا جماعت میں پذیرائی حاصل کرنے کی خواہش رکھتا ہے اور یہ عنصر اس قدر قوی ہے جو ہمارے جذبات خیالات اور طرز عمل کو متاثر کرتا ہے اور یہی وہ چیز ہے جس کی وجہ سے دنیا کے بدترین اور بہترین کام وجود میں آتے ہیں۔15

بچوں پر معاشرتی ماحول کے اثرات:

انسان اپنی زندگی میں کئی مراحل سے گزرتا ہے اس کا پہلا دور بچپن کا ہوتا ہے، اہل نفسیات کے نزدیک یہ دور بہت اہمیت کا حامل ہوتا ہے کیونکہ بچپن ہی سے انسانی طرز زندگی کی بنیاد پڑتی ہے چنانچہ اگر ہم غور سے بچوں کا مطالعہ کریں تو یہ بات صاف طور پر واضح ہو جاتی ہے کہ بچے بچپن ہی سے زندگی کا معنی اور اس کا مقصد جاننے کی کچھ نہ کچھ کوشش کرتے ہیں بچے ماحول اور معاشرے میں اپنی قابلیتیں، قوتیں اور صلاحیتوں کو جاننے کی کوشش کرتے ہیں اور پانچ سال کی عمر میں ایک خاص طرز زندگی اپنانے لگتے ہیں اور ایک مخصوص طریقے سے اپنے مسائل حل کرنے لگتے ہیں عموماً اس عمر میں پہنچ کر بچے یہ بات سمجھنے لگ جاتے ہیں کہ دوسرے لوگ ان سے کیا توقعات رکھتے ہیں؟ انہیں دوسروں سے کیا توقعات ہیں؟ ڈاکٹر عمران اشرف صاحب بچے کی تربیت اور معاشرتی ماحول کے حوالے سے لکھتے ہیں:

> "انسانی فطرت کی رو سے بچپن کا زمانہ ہی آئندہ کی پوری زندگی کیلئے بنیاد رکھنے کا وقت ہے، اس وقت جیسا ذہن بنے گا زندگی کے بقیہ مراحل جوانی اور بڑھاپے تک اس کے اثرات باقی رہیں گے اگر بچے کے کردار واخلاق کو اچھی تربیت کے سانچے میں ڈھالا جائے گا تو یہ آئندہ زندگی میں اس کیلئے ایک مفید سرمایہ ہوگا۔"16

ابتداء ہی سے بچے کی تربیت ضروری ہے خدانا خواستہ اگر شروع ہی میں بری خصلتیں جڑ پکڑ گئیں تو آگے چل کر اصلاح کا عمل ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہو جائے گا۔

چونکہ بچہ دودھ پینے کے زمانے ہی سے والدین کے تعلقات، ان کے رویے اور تربیت کے طریقوں سے متاثر ہوتا ہے اسی طرح بچپن میں بچے کی شخصیت پر خاندانی رویوں، رجحانات اور اقدار کا بھی اثر ہوتا ہے نیز نفسیاتی اعتبار سے اس زمانہ کے دیگر تجربات بھی بہت اہم ہوتے ہیں اس وجہ سے ماہرین اسے زیادہ اہمیت دیتے ہیں۔17

بچوں کی پرورش اور تربیت کی تعلیمات

مختلف اخلاقی بے راہ روی نوجوان بچوں نسل کی جڑوں کو کھوکھلا کر رہی ہے، یہ مسلم نوجوان بچے نشے کا عادی، شراب، زنا اور جھوٹ کا رسیا، عفت وحیاء کا دامن چاک کرکے بے حیائی اور فحاشی کا دلدادہ ہو گیا ہے، جبکہ دوسری طرف انٹرنیٹ، کمپیوٹر، موبائل اور الیکٹرونک میڈیا کے ساتھ حد سے زیادہ وقت گزارنے کے سبب ہمارے بچوں کے معاشرتی رویے تبدیل ہو رہے ہیں، اس تبدیلی کی ایک قیمت وہ ہے جو اُن کو استعمال کرنے والے بچے ادا کر رہے ہیں اور کریں گے۔۔۔ اور ایک قیمت وہ ہے جو اُن کی آنے والی نسلیں ادا کریں گی۔ ٹھیک ہے کہ الیکٹرونک میڈیا کا استعمال آج کی ضرورت ہے لیکن یہ بھی ضروری ہے کہ اس کا استعمال ایک حد تک رکھا جائے۔ غیر صحت مند اور نقصان دہ سرگرمیوں کو مانیٹر کرنا حکومت کا کام ہے۔ چین اور دیگر ممالک کی مثال ہمارے سامنے ہے جہاں اس حوالے سے سخت قوانین موجود ہیں۔ ساتھ ہی ویب سائٹس کو فلٹر بھی کیا جاتا ہے، یہ قوانین تمام کمرشل ویب سائٹس بلکہ سائنسی ویب سائٹس تک سے یہ کہتا ہے کہ وہ کم عمر نوجوانوں اور بچوں سے ایسی تمام اشیا اور معلومات کو دور رکھیں جو ان کے لیے کسی بھی لحاظ سے نقصان دہ ہوں۔

نوجوان نسل کی تربیت اور حکومت کا کردار

نوجوان کے تربیت کی تعلیمات نہ صرف حکومت کی ذمہ داری ہے بلکہ حکومت کے ساتھ ساتھ والدین سمیت معاشرے کے ہر فرد کو اس کے لیے اپنا کردار ادا کرنا ہوگا۔ تاکہ اقدار، تہذیب اور اخلاقیات کی حفاظت ہو سکے۔ معاشرے میں شعور بیدار کرنا ہوگا، انفرادی اور اجتماعی سطح پر جدوجہد کرنی ہوگی۔ اس کے

لیے عالمی سطح پر تمام اسلامی ممالک، تنظیموں اور اداروں کو "تھنک ٹینک" بنانے چاہئیں۔ یہ تھنک ٹینک پورے وژن سے موثر حکمت عملی ترتیب دیں۔ میڈیا کانفرنسیں مستقل بنیادوں پر منعقد کی جائیں تاکہ وقت کے چیلنجوں کا مقابلہ کیا جاسکے۔ جدید ٹیکنالوجی کو دنیا میں اسلام کی حقیقی تصویر اُجاگر کرنے کے لیے استعمال کیا جائے، تیاری کے ساتھ اسلامی پروڈکشن ہاؤسز بنانے چاہئیں۔ اس کی ایک بہترین مثال Peace Tv کی شکل میں موجود بھی ہے، اس کے تجربے سے استفادہ کر کے پوری دُنیا میں اسلامک الیکٹرونک میڈیا کا ایک سلسلہ شروع کیا جائے جو معاشرے کی اخلاقی اور تہذیبی بنیادوں پر تربیت کرنے، اسلامک میڈیا انسٹی ٹیوٹ کے ذریعے پروڈیوسرز، اسکرپٹ رائٹرز، کیمرہ مین، ایڈیٹنگ اور اینکر پرسنز کو تربیت دی جائے تاکہ اسلامی حدود و قیود کے اندر بہترین اینکر پرسنز، پروڈیوسر، اسکرپٹ رائٹرز، کیمرہ مین، ٹیکنیشن کی ایک کھیپ تیار کی جاسکے جو مکمل اسلامی شعور اور ادراک کے ساتھ ابلاغ کی دُنیا میں اسلامی انقلاب کی بنیاد رکھ سکے۔

ہمارے معاشرے میں دیکھا یہ گیا ہے کہ بچوں کی پرورش اور تربیت کی تعلیمات کے حوالے سے ابتداء میں بچوں اور جوانوں میں بے راہ روی مغربی معاشروں میں پائی جاتی تھی جہاں زندگی پیچیدہ اور مشینی ہے، اور خاندان کا تصور ختم ہو رہا ہے نہ ہی خاندان اپنی ذمہ داری احسن طریقے سے پوری کر رہا تھا، جبکہ آج کل یہ مرض پاکستان اور تیسری دنیا میں تیزی سے پھیل رہا ہے۔

مخصوص افراد پر ماحول کے اثرات

ہمارے معاشرے بلکہ ہر معاشرے میں کچھ معذور افراد پائے جاتے ہیں ان کو مخصوص یا سپیشل افراد کہا جاتا ہے، مخصوص یا سپیشل افراد عموماً اپنی جسمانی کمزوریوں پر کڑھتے رہتے ہیں اور ہمیشہ اسی خیال میں مگن ہوتے ہیں اس لئے وہ اپنی ذات سے ہٹ کر دوسرے امور اور مسائل پر توجہ نہیں دیتے، ان کا تمام وقت اپنی حالت پر غور کرنے اور سوچتے رہنے میں ضائع ہوتا ہے اسی لئے اپنے ماحول میں دلچسپی لینے کیلئے نہ تو وقت پاتے ہیں اور نہ ہی شوق رکھتے ہیں جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ان کے سماجی جذبات خاطر خواہ ترقی نہیں کرپاتے اور ان میں دوسرے کیساتھ مل کر جل کر اجتماعی طور پر کام کرنے کی صلاحیت پیدا نہیں ہوتی ہے، بلاشبہ ناقص اعضاء انسانی ترقی میں رکاوٹ ثابت ہوتے ہیں لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ یہ انسان کو بالکل ناکارہ نہیں کرسکتے اگر کسی فرد کے اعضاء ناقص یا کمزور ہو لیکن اگر وہ ذہنی طور پر تندرست ہو اور اس کی صحیح نہج پر تربیت کی جائے کہ اس کے ذہن میں مشکلات کو عبور کرنے کی صلاحیت پیدا کر دی جائے تو یہ شخص بھی اپنی کوششوں اور معاملات میں ایسے ہی کامیاب ہوگا جیسے کہ ایک صحیح اعضاء رکھنے والا فرد کامیاب ہوتا ہے، یہ ایک عام مشاہدہ ہے کہ بسا اوقات معذور افراد اپنی معذوری کے باوجود صحیح اور تندرست لوگوں سے زیادہ نمایاں کام انجام دیتے ہیں اور زندگی میں کامیاب ہوتے ہیں کیونکہ ان کی معذوری ان کیلئے ایک محرک ثابت ہوتی ہے جو انہیں ترقی کی راہ پر لگا دیتی ہے لیکن یہ بات واضح رہے کہ ایسا اسی وقت ہوتا ہے جب کہ دل و دماغ میں مشکلات عبور کرنے اور غالب آجانے کی صلاحیت پیدا ہوگئی ہو مثلاً کسی چیز کو دیکھنے کیلئے ایک کمزور بصارت والے انسان پر زیادہ بوجھ پڑتا ہے اگر اس کی صحیح تربیت کی جائے تو پھر کسی بھی چیز کو وہ خوب غور و خوض سے دیکھے گا اور اشیاء پر ایک خاص دھیان دے گا جس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ صحیح اور تندرست لوگوں کی بنسبت (جنہیں اس طرح کی کوشش اور توجہ کی ضرورت نہیں پڑتی) انہیں زیادہ تجربہ حاصل ہوگا پس ظاہر ہوا کہ جسمانی عیب یا ناقص اعضاء بعض اوقات انسان کیلئے مفید اور نفع بخش ثابت ہوتے ہیں بشرطیکہ ذھن میں رکاوٹوں اور مشکلات کو حل کرنے کا جذبہ پیدا کیا جائے۔

سپیشل افراد کی کامیابی کا راز:

ان مخصوص افراد کی کامیابی کا راز بتاتے ہوئے مقصد زندگی نامی کتاب میں جناب سعید احمد صاحب نے کچھ اس طرح لکھا ہے:

> "اگر ان کی ایسی تربیت کی جائے کہ ان کا ذھن پورے ماحول سے دلچسپی رکھے، اس میں حصہ لے صرف اپنے آپ میں محو نہ رہے اور خود غرض نہ بنے تو یقیناً ایسے افراد اپنے جسمانی نقائص کے مقابلے میں کامیاب ہوسکتے ہیں۔"18

معاشرہ سے علیحدہ رہنے کے نفسیاتی نقصانات اور تعلیمات نبوی ﷺ:

دنیا میں جتنے افراد ناکام زندگی گزارتے ہیں مثلاً خلل اعصاب کے مریض، نشہ کرنے والے، خبطی، مجرمین اور خودکشی کرنے والے وغیرہ ان تمام افراد میں ایک امر مشترکہ طور پر یہ پایا جاتا ہے کہ ان لوگوں میں معاشرتی تعاون اور ہمدردی کا جذبہ نہیں ہوتا جس کی وجہ سے وہ سماج بیزار ہوتے ہیں وہ اس بات کو سمجھتے ہی نہیں کہ معاشی، سماجی اور جنسی مسائل کو حل کرنے کا بہتر طریقہ معاشرتی طور پر مل جل کر کام کرنا اور باہمی تعاون کرنا ہے ایسے افراد صرف اپنی زندگی کو ہی زندگی سمجھتے ہیں اس لئے ایسے افراد کا وجود صرف اپنے آپ کیلئے ہوتا ہے، اپنی ذات سے دوسروں کو کوئی فائدہ نہیں پہنچاتے، دوسروں کیلئے ان کا ہونا یا نہ ہونا برابر ہوتا ہے، ایسے افراد کا مقصد زندگی ذاتی فوقیت اور ذاتی فائدے تک محدود ہوتا ہے اور ایسے افراد کو اگر کوئی کامیابی مل بھی جاتی ہے تو وہ صرف ان کی ذاتی حد تک ہوتی ہیں خودکشی میں ناکام کئی افراد کا اقرار کر رہی ہیں کہ جب ہمارے ہاتھ میں زہر کی بوتل تھی تو اس وقت ہم اپنے اندر ایک قوت برتری محسوس کر رہے تھے اور بسا اوقات جس چیز کو وہ کامیابی سمجھ رہے ہوتے ہیں تو در حقیقت وہ ان کی کم فہمی کا نتیجہ ہوتا ہے۔

اسی وجہ سے آپ ﷺ نے راہبانیت کے طرز زندگی اختیار کرنے سے منع فرمایا ہے، اور رھبانیت (دنیا اور اس کی لذتوں کو ترک کر دینا) کی اسلام میں مذمت کی گئی ہے، پیغمبر اسلام ﷺ نے ارشاد فرمایا:

" لا رهبانية في الاسلام"19

"اسلام میں رہبانیت نہیں"

یہی وجہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ان تینوں صحابہ کرام کو منع فرمایا جو دنیاوی اور معاشرتی زندگی کو چھوڑ کر الگ تھلگ ہو رہے تھے چنانچہ ارشاد گرامی قدر ہے:

"أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ: جَاءَ ثَلاَثَةُ رَهْطٍ إِلَى بُيُوتِ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ ﷺ يَسْأَلُونَ عَنْ عِبَادَةِ النَّبِيِّ ﷺ فَلَمَّا أُخْبِرُوا كَأَنَّهُمْ تَقَالُّوهَا، فَقَالُوا وَأَيْنَ نَحْنُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيه وَسَلَّمَ؟ قَدْ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ وَمَا تَأَخَّرَ، قَالَ أَحَدُهُمْ: أَمَّا أَنَا فَإِنِّي أُصَلِّي اللَّيلَ أَبَدًا، وَقَالَ آخَرُ أَنَا أَصُومُ الدَّهرَ وَلاَ أُفْطِرُ، وَقَالَ آخَرُ أَنَا أَعْتَزِلُ النِّسَاءَ فَلاَ أَتَزَوَّجُ أَبَدًا، فَجَاءَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيه وَسَلَّمَ إِلَيهِمْ، فَقَالَ أَنْتُمُ الَّذِينَ قُلْتُمْ كَذَا وَكَذَا، أَمَا وَاللهِ إِنِّي لَأَخْشَاكُمْ لِلهِ وَأَتْقَاكُمْ لَهُ، لَكِنِّي أَصُومُ وَأُفْطِرُ، وَأُصَلِّي وَأَرْقُدُ، وَأَتَزَوَّجُ النِّسَاءَ، فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِي فَلَيسَ مِنِّي"20

"انس بن مالک روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے گھر میں تین آدمی آپ کی عبادت کا حال پوچھنے آئے، جب ان سے بیان کیا گیا تو انہوں نے آپ ﷺ کی عبادت کو بہت کم خیال کرتے ہوئے کہا کہ ہم آپ ﷺ کی برابری کس طرح کر سکتے ہیں، آپ کے تو اگلے پچھلے گناہ سب معاف ہو گئے ہیں، ایک نے کہا میں رات بھر نماز پڑھا کروں گا، دوسرے نے کہا میں ہمیشہ روزہ رکھوں گا، تیسرے نے کہا میں نکاح نہیں کروں گا اور عورت سے ہمیشہ الگ رہوں گا، اس کے بعد رسول اللہ ﷺ ان کے پاس تشریف لائے اور فرمایا کیا تم لوگوں نے یوں یوں کہا ہے؟ اللہ کی قسم! میں اللہ سے تمہاری بنسبت بہت زیادہ ڈرنے والا اور خوف کھانے والا ہوں، پھر روزہ رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں، نماز پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور ساتھ ساتھ عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں، یاد رکھو جو میری سنت سے روگردانی کرے گا، وہ میرے طریقے پر نہیں۔"

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام معاشرت اور سماج کی دعوت دیتا ہے، نبوی ﷺ کی تعلیمات میں ہم دیکھتے ہیں کہ اسلام ازدواجی زندگی کی تاکید کرتا ہے اس دنیا میں سب سے زیادہ قریبی اور گہرا تعلق انسان کا اپنے رفیق حیات سے ہوتا ہے اس وجہ سے شادی کا عنصر انسانی زندگی میں لازمی طور پر خوشیوں کا ذریعہ بنتا ہے ایک طرف اس سے صحت پر مثبت اثرات مرتب ہوتے ہیں تو دوسری طرف عام انسانی زندگی بھی دلکش اور خوشگوار ہو جاتی ہے، جناب دلائی لامہ لکھتے ہیں کہ:

"یورپ اور امریکہ میں ایسے ہزاروں سروے کئے جا چکے ہیں جن سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ شادی شدہ افراد بنسبت کنواروں، بیواؤں اور طلاق یافتہ کے عام طور پر زیادہ تسلی بخش، خوشگوار اور مطمئن زندگی گزارتے ہیں، امریکہ ہی میں ایک سروے کیا گیا جس میں یہ بات معلوم ہوئی کہ ہر دس میں سے چھ امریکیوں نے اپنی ازدواجی زندگی کو خوش کن قرار دیا۔"21

یعنی معاشرہ کے ساتھ وابسطہ رہنے کی فوائد نہ صرف تعلیمات نبوی ﷺ سے اُجاگر ہوتے ہیں بلکہ عام سوشل روک بھی یہی بتاتا ہے کہ معاشرے میں مل جل کر رہنے کے جہاں بہت سارے فوائد ہیں وہاں معاشرے سے کٹنے کی صورت میں اس کی کئی سارے نقصانات بھی ہیں۔

معاشرتی دباؤ کا فائدہ:

اگر کسی نے اپنی مقصد زندگی غلط چیز کو بنائی ہو تو اس کی اصلاح کا طریقہ یہ ہے کہ غلط تصور زندگی کی وجہ سے اسے جن ناکامیوں کا سامنا ہے، ان پر غور کر کے طرز زندگی بدل دے مگر ایسا بہت ہی کم ہوتا ہے اصل میں اگر اسے معاشرے کے دباؤ کا سامنا ہو تو یہ خود بخود سدر جاتا ہے جیسا کہ حافظ سعید احمد صاحب لکھتے ہیں کہ:

"ایسا شاذونادر ہوتا ہے کہ زندگی کی ناکامیوں اور غلطیوں کی وجہ سے کوئی اپنا طرز زندگی بدل دے عموماوہ صرف اس وقت اصلاح کی طرف متوجہ ہوتا جب اس پر معاشرتی دباؤ ہو۔"22

یعنی معاشرتی دباؤ اگرچہ بسا اوقات نقصان کا باعث ہوتا ہے مگر اس کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ اس کے بہت سارے فائدے بھی ہوتے ہیں۔

سیرت نبوی ﷺ اور معاشرتی ماحول:

معاشرتی ماحول پر اثرات کے حوالے سے سیرت نبوی ﷺ سے ہمیں یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ معاشرتی امور انسانی نفسیات پر اثرانداز ہوتے ہیں چنانچہ آپ ﷺ کا فرمان ہے:

"كُلُّ مَوْلُوْدٍ يُوْلَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ فَأَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهِ، أَوْ يُنَصِّرَانِهِ، أَوْ يُمَجِّسَانِهِ كَمَثَلِ الْبَهِيمَةِ تُنْتَجُ الْبَهِيمَةُ هَلْ تَرَى فِيهَا جَدْعَاءَ"23

"ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے پھر اس کے والدین اسے یہودی یا نصرانی یا مجوسی بنادیتے ہیں جس طرح کہ جانور صحیح سالم بچہ جنتا ہے، کیا تم نے کوئی کان کٹا ہوا بچہ بھی دیکھا ہے؟"

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ہر انسان کی پیدائش فطرت پر ہوتی ہے پھر معاشرتی عوامل میں سے ایک عامل اس کی نفسیات پر اثرانداز ہو کر اس کے طرز زندگی کو بدل کر رکھ دیتا ہے اور وہ پروہی نہیں رہتا جو پہلے تھا، اسی طرح جماعتی اثر کے حوالے سے آپ ﷺ کا فرمان ہے:

"اَلرَّجُلُ عَلَى دِينِ خَلِيلِهِ، فَلْيَنْظُرْ أَحَدُكُمْ مَنْ يُخَالِلُ"24

"آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے اس لئے تم میں سے ہر شخص کو یہ دیکھنا چاہیے کہ وہ کس سے دوستی کر رہا ہے؟"

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی فرد کے طرز زندگی میں جماعت کے اثر کا بھی نمایاں کردار ہوتا ہے، خلاصہ کلام یہ کہ معاشرتی اثرات کا انسانی زندگی اور معاشرت پر گہرے اثرات مرتب ہوتے ہیں، یہی بات اہل نفسیات نے بھی تحقیق کر کے بتائی ہے اور سیرت نبوی ﷺ کی تعلیمات سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ معاشرے کے نفسیاتی اثرات ہر عمر اور ہر نوع کے افراد پر پڑتی ہے، اگر اثرات برے ہو تو اس کا ازالہ ضروری ہے اور اگر اچھے ہو تو اس پر اور توجہ کی ضرورت ہے تا کہ اس کا نشو و نما ہو۔

حوالہ جات(References)

۱. کیرانوی، وحید الزماں، القاموس الوحید، (ادارہ اسلامیات، لاہور، ۲۰۰۱ء)، ۲: ۱۶۸۴

Keranawi,waheedu alzaman,Alqamosul waheed,idaro islamiyat, Lahor, 2001, 2,:1684.

۲. ڈاکٹر عمارہ یوسف، صائمہ ندیم، نفسیات کے اساسی نظریات، (علمی کتب خانہ، لاہور, ۲۰۱۵)، ۲

Dr.Ammara Yosuf,Saima Nadeem,Nafseyat k Asasi nazreyat,ilmi Kutoob Khana, lahor,2015, 2

۳. بلیلاوی. عبد الحفیظ. مولانا، مصباح اللغات، (دار لحدیث ملتان، س ن،)۵۵۳

Balyawi,Abdul Hafeez,Mulana,MesbahuluGhat,Darul Hadees,Multan,San e ishat nadarad,:553

4. A*nwar .Principlesof sociology . saif printing press. Pasha war cantt.:59*

۵. غلام رسول چوہدری. پروفیسر، اسلام کا عمرانی نظام، (لاہور، علم و عرفان پبلشرز، ۲۰۰۴)، ۲۲

Ghulam Rasul,chodre,Prof,islam ka imrani nizam,ilam wa Irfan pablesher,Lahor , 2004,:22

۶. شاہد، ایس ایم شاہد، اسلام اور جدید سیاسی و عمرانی افکار، (لاہور، نیو بک پیلس، س ن،)۴۴۸

S M Shahed,islam awr jaded siyasi wa imrani Afkar,New Book pelas,san e ishat nadarad,:448

۷. شاہد، ایس ایم شاہد، اسلام اور جدید سیاسی و عمرانی افکار، ۵۷۹

S M Shahed,islam awr jaded siyasi wa imrani Afkar,:579

8. *Rod Plotnik, Haig kouyoumdjain,Introduction to psychology, ninthe edition,:581*
9. *John D. Delamater, Daniel J.Myers, Social Psychology, Thomson, sixth edition 2007, 3*

۱۰. شاہد، ایس ایم شاہد، اسلام اور جدید سیاسی و عمرانی افکار، ۴۳۷

S M Shahed,islam awr jaded siyasi wa imrani Afkar,:437

۱۱. ایضاً: ۴۴۲

Aizan:442

12.Social Psychology,:387

۱۳. سعید احمد، حافظ، مقصد زندگی، (کراچی، مکتبہ الیاس، ۲۰۰۳)، ٦٧

Saeed Ahmad,hafeez,Maqsad e zindaghi,Maktab e ilyas,Karachi,2003:67

۱۴. مینڈر، ای اے مینڈر، ہماری نفسیات، ۲۴

Mender,E A Mender,Hamari Nafsiyat,:24

۱۵. مینڈر، ای اے مینڈر، ہماری نفسیات، ۲۵

16.Mender,E A Mender,Hamari Nafsiyat:25

۱۷. عثمانی، ڈاکٹر عمران اشرف، اولاد کی تربیت میں والدین کا کردار، (لاہور، بیت العلوم، س ن)، ۵

Usmani,Dr Imran ashraf,Awlad ki tarbeyat mi Waleden ka kerdar,
Betul uloom, Lahor,Sani e ishat nadarad,:5

۱۸. زیدی، ساجدہ زیدی، شخصیت کے نظریات، قومی کونسل, نئ دہلی ۲۱۱،

Zidi,Sajida zidi,ShaKhsiyat k nazeryat,qaumi Consal,nai dehli,:211

۱۹. سعید احمد، مقصد زندگی، ۴۲

Saeed Ahmad,hafeez,Maqsad e zindaghi,:67

۲۰. ایضا:۸

Aizan:: ۸

۲۱. بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کتاب النکاح، بَابُ التَّرْغِيبِ فِي ا لنِّكَاحِ، ح:۵۰٦۳ (،بیروت، دارالطوق النجاۃ، ۱۴۲۲ھ)، ۲:۷

Bukhari,Muhammad ibn ismail,aljame alsahih,Kitabu nikah,Babu
targhebu fi anikah,Hades No:5063,Darutoq,Beroot,1422,:7:2

۲۲. دلائی لامہ، خوش رہنے کا فن، مترجم، سید علاؤالدین، (سٹی بک پوائنٹ کراچی، ۲۰۱۴ء) ۴۵

Dile Lama,Khush rehny ka Fan,Mutarjem:seyd alludeen,city book
point,Karachi , 2014,:45

۲۳. سعید احمد، حافظ، مقصد زندگی ۱۴،

24.Saeed Ahmad,hafeez,Maqsad e zindaghi,:14

۲۵. بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کتاب الجنائز، بَابُ إِذَا أَسْلَمَ الصَّبِيُّ فَمَاتَ، ح:۱۳۵۹، ۲:۱۰۰

Bukhari,Muhammad ibn ismail,aljame alsahih,Kitabu Aljanaiz,Babu
iza aslam sabi fa mata,Hades No1359,:2:100

۲٦. ترمذی، ابو عیسی محمد بن عیسی، السنن، ابواب الزھد، ح:۲۳۷۸، (دار لغرب الاسلامی، س ن)، ۴:۱٦۷

Termezi,Muhammad ibn e eisa,Alsunan,Abwabu Zuhad,Sades No:2
378,Darul Gharb alislami,Sani e ishat nadarad:4,:167

JQSS *(Journal of Quranic and Social Studies)*

2022, 2(1), 68 -78

حلال وحرام کے متعلق شرعی معیارات

Shari'ah standards regarding halal and haram

Gul Ahmed

MPhil Scholar, Department of Islamic Studies, University of Baluchistan Quetta

Keywords

Shari'ah, halal and haram, standards, human nature, system of life.

Gul Ahmed (2022 Shari'ah standards regarding halal and haram, *JQSS Journal of Quranic and Social Studies*, 2(1), 67-78

Abstract: *The religion of Islam is a complete system of life, For Muslims, halal food has a fundamental religious significance, Muslims in any corner of the world use halal food, From the word food, the focus is on food and drink But this is a limited concept ,Nowadays, the term halal food is used in a broad context Halal food refers not only to chicken and beef but also to halal food services and beverages cosmetics, perfumes, even rice, water, poultry food ,leather and textile products. In the preparation of which the Islamic point of view is given special importance and care is taken that no haraam element is included in it. Islam also gives us complete guidance regarding halal food because in the light of Shari'ah, the food that is obtained will be considered halal. The religion of Islam encourages its followers to eat halal food, because halal food has a profound effect on human nature. Where we are encouraged to eat halal food, we are also encouraged to avoid haraam food, Analyzing these injunctions of Islam regarding individual and collective life, they can be summarized in two words, halal and haraam.*

Corresponding Author: Email: ahmedgul190@gmail.com

Content from this work is copyrighted by *JQSS* which permits restricted commercial use, research uses only, provided the original author and source are credited

تمہید

جن چیزوں کو شریعت مطہرہ نے حرام قرار دیا ہے اس کے اسباب اور وجوہات کیا ہیں؟ اس کو شریعت نے حرام جو قرار اس کی وجوہات ہیں:

کسی چیز کے حرام ہونے کے اسباب کیا ہیں؟

۱. کسی چیز کا قرآن وحدیث کی روشنی میں حرام ہونا جیسے مردار، خنزیر، بہتا ہوا لہوا اور وہ چیزیں جس کو شریعت نے حرام قرار دیا ہے۔
۲. سکر: کسی چیز کا نشہ آور ہونا کیونکہ انسان ان کو پینے کے بعد اس کی عقل سلامت نہیں رہتی جیسے شراب وغیرہ۔
۳. مضر ہونا: کسی چیز کا نقصان دہ ہونا انسان کو پتہ ہے اس چیز کو استعمال کرنے سے مرض بڑھے گا یا جان چلی جائے گی وغیرہ۔
۴. نجس ہونا: وہ چیزیں جو ناپاک ہوتی ہیں گندگی کی وجہ سے نہیں کھائی جاتیں۔
۵. کرامت: مراد عزت انسانی، انسان کا محترم ہونا، اس لیے کہ انسان اشرف المخلوقات ہے عزت، کرامت کی وجہ سے اس کے اعضاء اور اجزاء کا استعمال حرام ہے۔
۶. افتراس: جانور کا شکاری ہونا یا درندہ ہونا جانوروں کو حرام قرار دینے کی بنیاد وجہ یہی ہے۔ کسی بھی جانور کی حلت وحرمت کے حوالے سے فقہائے کرام اس کو اس نظر سے دیکھتے ہیں کہ آیا وہ جانور شکاری جانوروں میں سے ہے یا نہیں اس لیے ڈاکٹر عبداللہ بن محمد الطریفی اپنی کتاب "احکام الاطمعۃ فی الشریعہ الاسلامیہ" میں لکھتے ہیں:

"السبب الخامس الافتراس: و ذلک اذا کان الحیوان مفترا ساً کالاسدو الذئب و النمر و الفھدفھر محرم"(۱)

پہلا معیار: منصوص محرمات

منصوص محرمات سے مراد وہ محرمات ہیں جن کو قرآن و سنت نے حرام قرار دیا ہو کیونکہ کسی بھی چیز کو حرام قرار دینے کا سبب اہم و بنیادی ماخذ قرآن وحدیث ہے۔

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے جو چیزیں اپنی کتاب میں حلال کر دی ہیں وہ حلال ہیں جو چیز حرام کر دی ہے وہ حرام ہے اور جس چیز کے بارے میں خاموشی اختیار فرمائی وہ عافیت (معاف) ہے اور اللہ کی طرف سے عافیت کو قبول کرو۔(۲)

منصوص محرمات کی قسمیں

فقہاء نے کسی چیز کے حرام ہونے کی دو قسمیں بیان کی ہیں۔ ایک قطعی دوسری ظنی۔ (۱) قطعی نص سے ثابت حرمت محرمات کو حرام اور ظنی نصوص سے ثابت محرمات کو مکروہ تحریمی کہتے ہیں۔ (۲) عموم وخصوص: ایک وہ چیزیں ہیں جن کو قرآن مجید میں نام لے کر ذکر کیا گیا جیسے شراب، خنزیر، مردار، جان بوجھ کر جن جانوروں پر اللہ تعالیٰ کا نام نہ لیا گیا ہو، بلندی سے گرنے والے جانور وغیرہ۔ دوسری وہ اشیاء ہیں جن کا ذکر صراحتاً تو نہیں آیا لیکن وہ کسی نہ کسی فقہی قاعدے کے تحت آکر حرام ہو جاتی ہیں۔

دوسرا معیار: نقصان دہ چیزیں

اس کو عربی میں "مضر" کہا جاتا ہے۔ اسباب حرمت میں یہ بھی بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ جیسے اپنے آپ کو نقصان پہنچانا قرآن مجید میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ اَنفِقُوا فِی سَبِیلِ اللّٰہِ وَ لَا تُلقُوا بِاَیدِیکُم اِلَی التَّھلُکَۃِ وَ اَحسِنُوا اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ المُحسِنِینَ
(۳)

"اور خرچ کرو اللہ کی راہ میں اور نہ ڈالو اپنی جان کو ہلاکت میں اور نیکی کرو بیشک اللہ دوست رکھتا ہے نیکی کرنے والوں کو"

اسی طرح خودکشی اور قتل نفس کو بھی فقہاء سببِ حرمت بتاتے ہیں۔

حلت وحرمت کی وجہ

کسی بھی چیز کو شریعت اسلامیہ میں حلال یا حرام قرار دیا جاتا ہے تو اس کی وجہ ہوتی ہے اس کو مقصد خمسہ کہتے ہیں۔ مثلاً جان، مال، عقل، انسان کا دین اور نسل کا تحفظ وغیرہ۔

کفر وشرک کو اس لیے حرام قرار دیا کہ اس میں دین کا نقصان ہے، شراب کو اس لیے حرام قرار دیا کہ اس میں عقل کا نقصان ہے، خودکشی اور قتل انسانی کو اس لیے حرام قرار دیا گیا کہ اس میں انسان جان کا نقصان ہے۔ زنا وبدکاری کو اس لیے حرام قرار دیا گیا کہ اس میں نسل انسانی کا نقصان ہے۔ چوری اور ڈکیتی کو اس لیے حرام قرار دیا گیا کہ اس میں انسانی مال کا نقصان ہے۔

دین اسلام میں انسان کو کسی نہ کسی وجہ سے حرام چیزوں سے بچانا ہے جو نقصان دینے والی ہیں۔

نقصان دہ اشیاء کی علت واقسام

مضر اشیاء کی تین قسمیں ہیں:

۱. زہریلی اشیاء

۲. منشیات

۳. مخدرات

۱۔ زہریلی اشیاء

اس کو سمیات بھی کہتے ہیں۔ اس میں وہ سب چیزیں داخل ہیں جو انسان کے لیے جان لیوا ہیں جیسے زہر، سلو پوائزن اور اور وہ بھی چیزیں داخل ہیں جو انسانی جسم کو فوراً تو نہیں لیکن رفتہ رفتہ نقصان پہنچاتے ہوں۔

حدیث پاک میں ہے:

”جس نے اپنے آپ کو زہر دے کر مار ڈالا تو اس کا وہ زہر اس کے ہاتھوں میں ہو گا اس حال میں کہ وہ جہنم کی آگ میں ہمیشہ کے لیے اس کو گھونٹ گھونٹ پیتا رہے گا۔“(۴)

اس بنا پر زہر اور اس جیسی مضر اشیاء فقہاء امت کے نزدیک حرام ہیں۔

منشیات

اس کو عربی میں مفترات کہا جاتا ہے اس کے معنی ہیں ڈھیلا کرنا، کمزور کرنا یا ٹھنڈا کر دینا۔ شریعت اسلامی میں مفترات سے مراد وہ چیزیں ہیں جو انسان کی عقل وحواس پر اثر انداز ہو کر فتور پیدا کر دیں جیسے شراب، افیون وغیرہ جس کو اردو زبان میں منشیات سے تعبیر کرتے ہیں اور انگریز میں Drugs سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

ادرۃ البحوث العلمیۃ والافتاء سعودی عرب میں سمینار منعقد ہوا اس کے چھٹے سمینار میں منشیات، مفترات کی تعریف یوں کی گئی:

”المفتر ماخوذ من التفتیر والافتار و ھو مایورث ضعفا بعد اقوۃ وسکوناً بعد حرکۃ“(۵)

”المفتر افتار یا تفتیر سے ماخوذ ہے اور اس سے مراد یہ ہے کہ قوت کے بعد کمزور ہو جانا، حرکت کے بعد ساکن ہو جانا وغیرہ“

اور اس کی تعریف یوں بھی کی گئی ہے:

”المسکر ھو ماغطی العقل والمفتر (المخدر) کما یقول الخطابی ھو کل شراب یورث الفتور والحذر“(۶)

”نشہ آور چیزوں یعنی سکر سے مراد وہ ہے جو عقل کو ڈھانپ دے یا عقل کو لے جائے اور خطابی نے کہا ہر وہ شراب جو عقل وحواس کو لے جائے۔“

مفترات کے حکم کے حوالے سے ام المومنین سیدہ ام سلمیٰ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہر نشیلی چیز اور حواس میں خلل پیدا کرنے والی چیز سے منع فرمایا ہے۔(۷)

مخدرات

اس سے مراد ایسی اشیاء ہیں جس سے انسان ہوش و حواس کھو بیٹھتا ہے عربی زبان میں خدر کے دو معنیٰ آتے ہیں ایک پردہ دوسرا اندھیرا، کیونکہ نہ انسان کی فعل پر پردہ ڈال دیتا ہے یا عقل پر اندھیرا چھا جاتا ہے۔ ظاہرہ ہے ایسی اشیاء کے استعمال سے انسان اپنی عقل کھو بیٹھے گا اور بے ہوش ہو جائے گا یا عقل کام کرنا بند کر دے گی تو ظاہر ہے بلاوجہ ایسی اشیاء کا استعمال ناجائز و حرام ہے۔ ایسی چیزیں انسان کو اللہ کے ذکر سے اور نماز سے روک دیتی ہیں۔ ادھر ایک قید لگائی بلاوجہ ظاہر ہے انسان کا آپریشن ہو تو بیہوش کرنا لازمی ہے اس کو تکلیف سے بچانے کے لیے تو اس صورت میں وہ گنہگار نہیں ہو گا کیونکہ جان بچانا ضروری ہے۔

ردالمختار میں ہے کہ:

"و تحریم اکل البنج و الحشیشۃ ھی ورق العنب و (الافیون) لانہ مفسد العقل و یصد عن ذکر اللہ و عن الصلوٰۃ"

ردالمختار میں اس کا جزیہ موجود ہے اور وہ یہ ہے کہ استعمال القلیل، منہ جائز، بخلاف القدر المضر۔(۹)

تیسرا معیار: نشہ آور ہونا

عربی میں اس کو سکر، اسکار کہتے ہیں جیسا کہ حدیث پاک میں ہے:

"عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ، ما اسکر کثیرۃ فقلیلہ حرام"(۱۰)

"حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ہر وہ چیز جس کی کثرت نشہ لائے اس کی قلیل بھی حرام ہے۔"

اس اصول کی رہ سے ہر نشہ آور اشیاء کی بلاوجہ استعمال حرام ہے۔

سکر کی تعریف:

ایسی غفلت جو سرور کی وجہ سے عقل پر آتی ہے کسی نشہ آور شئے کھانے یا پینے والی اشیاء استعمال کرنے کی وجہ سے۔(۱۱)

حکم: سوال یہ ہے کہ نشہ آور چیزیں کہاں تک حرام ہیں اور کہاں تک حرام نہیں ہیں؟ امام ابو حنیفہؒ سے منقول ہے کہ نشہ آور چیزوں کا مصداق وہ چیزیں ہیں جن کے استعمال سے استعمال کرنے والی عقل سلامت نہ رہے یعنی وہ زمین و آسمان میں فرق نہ کر سکے اور دوسرا قول صاحبین کا ہے اور وہ یہ ہے کہ اس سے مراد ایسی اشیاء ہیں جس سے ہوش و حواس سلامت نہ رہے اور انسان بہکی بہکی باتیں کرنے لگے کیونکہ سزا کا دارو مدار ہر نشے پر نہیں ہے اس سے کونسا مراد اس جزئیہ کی بنیاد پر امام ابو حنیفہؒ کا قول معتبر ہے۔

امام شامی نے درالمختار میں لکھا ہے:

"نشہ سے مراد یہ ہے کہ انسان مرد و عورت، زمین و آسمان میں فرق نہ کر سکے اور صاحبین کے نزدیک اس کا کلام غلط ملط ہو جائے۔"(۱۲)

بحر الرائق میں ہے:

"اس کی عقل زائل ہو جائے نشہ کی تعریف میں امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک وہ نشہ جسے سے عقل زائل ہو جائے اور آدمی مرد و عورت زمین و آسمان میں فرق نہ کر سکے۔"(۱۳)

حدیث میں ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"لایشرب الخمر حین یشربھا وھو مومن"(۱۴)

"شراب پیتے وقت شرابی کا ایمان ٹھیک نہیں رہتا"

ایک اور حدیث میں ہے کہ:

"جو شخص شراب کے لیے شیرہ نکالے اور جو نکلوائے اور جو پیئے اور جو اٹھا کر لائے اور جس کے پاس لائی جائے اور جو پلائے اور جو بیچے اور جو اس کا دام کھائے اور جو خریدے اور جس کے لیے خریدی جائے ان سب پر رسول اللہ ﷺ نے لعنت فرمائی ہے۔"(۱۵)

اسی طرح ایک دوسری حدیث پاک میں ہے:

"من زنی و شراب الخمر نزع اللہ منه الایمان کما یخلع الانسان القمیص من راسه"(۱۶)

"جو زنا کرے یا شراب پیئے اللہ تعالیٰ اس سے ایمان کھینچ لیتا ہے جیسے آدمی اپنے سر سے کرتا کھینچ لے"

حدیث پاک میں ہے:

"ثلثة لایدخلون الجنة الادیوث والرجلة من النساء و مدمن الخمر"(۱۷)

"تین شخص جنت میں نہیں جائیں گے دیوث، اور مردانی وضع بنانے والی عورت اور شرابی"

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہر وہ چیز جو عقل کو ڈھانپ لے وہ خمر ہے اور ہر نشہ آور چیز حرام ہے اور جس شخص نے کسی نشہ آور چیز کو پیا اس کی ۴۰ دن کی نمازیں ناقص ہو جائیں گی اگر اس نے توبہ کر لی تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرمالے گا اور اس نے چوتھی بار شراب پی تو اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ اس کو طینۃ الخبال سے پلائے پوچھا گیا طینۃ الخبال کیا ہے؟ آپ نے فرمایا دوزخیوں کی پیپ۔(۱۸)

امام عبد الرزاق بیان کرتے ہیں کہ حسن نے بیان کیا نبی کریم ﷺ نے خمر پینے کی بنا پر اسی (80) کوڑے مارے۔(۱۹)

خمر کی تعریف آئمہ کے نزدیک

امام شافعی، امام مالک، امام احمد رحمھم اللہ کے نزدیک ہر نشہ آور چیز حرام ہے اور اس کے پینے پر حد واجب ہے خواہ قلیل مقدار میں پیئے یا کثیر مقدار میں۔(۲۰)

سرخسی امام ابو حنیفہؒ کے مذہب کے متعلق لکھتے ہیں کہ قرآن مجید نے خمر کو حرام قرار دیا اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک خمر اس لیے کچے شیرے کا نام جو پڑے پڑے جوش کھانے لگے اور جھاگ چھوڑ دے اس کی دلیل قرآن مجید ہے ﴿اِنِّیْٓ اَرٰىنِیْٓ اَعْصِرُ خَمْرًا﴾ (یوسف:۳۶)(میں نے خواب دیکھا کہ شراب نچوڑتا ہوں) میں نے خواب میں دیکھا میں خمر نچوڑ رہا ہوں۔ یعنی انگوروں کو نچوڑ رہا ہوں، جو خمر ہو جائیں گے۔(۲۱)

علامہ ابن عابدین شامیؒ لکھتے ہیں کہ:

امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک صرف خمر حرام قطعی ہے اس کا پینا، پلانا، بیچنا، خریدنا، رکھنا سب حرام قطعی ہے خمر کے علاوہ تین مشروب اور حرام ہیں ایک بازق ہے یعنی انگور کا پکا ہوا شیرہ جو پکنے کے بعد ایک تہائی رہ جاتا ہے یا جو پڑے پڑے جوش کھانے لگے اور جھاگ چھوڑ دے۔ دوسرا سکر ہے یعنی تازہ کھجوروں کا کچا شیرہ جب جھاگ چھوڑ دے۔ تیسرا النقیع الزبیب یعنی کشمش کا کچا شیرہ جو پڑے پڑے جھاگ چھوڑ دے۔(۲۲)

فقہ حنفی کی مایہ ناز کتاب الھدایۃ میں علامہ مرغینانی حنفی لکھتے ہیں:

"خمر ایک قطرہ بھی پی لیا جائے تو حد لازم ہو گی اور باقی تین شرابوں کے پینے سے حد تب لازم ہو گی جب نشہ ہو جائے"(۲۳)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ خمر مطلقاً حرام ہے خواہ قلیل ہو یا کثیر اور ہر مشروب میں سے نشہ آور مقدار کو حرام کیا گیا۔(۲۴)

امام بیہقیؒ نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے۔(۲۵)

حافظ الہیثمی نے لکھا بعض سندوں کے ساتھ یہ حدیث صحیح ہے۔ (۲۶)

شراب کے حرام ہونے کی تاریخ

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانیؒ لکھتے ہیں کہ:

"میں نے سورۃ مائدہ کی تفسیر میں لکھا تھا کہ شراب فتح مکہ کے سال 8 ہجری میں فتح مکہ سے پہلے حرام کی گئی تھی پھر میں نے دیکھا علامہ ومیاطی نے اپنی سیرت میں جزم کے ساتھ لکھا ہے کہ شراب کو حدیبیہ کے سال حرام کیا گیا اور حدیبیہ کا واقعہ 6 ہجری میں ہوا تھا اور ابن اسحاق نے لکھا ہے یہ حکم بن نضیر کے واقعہ میں نازل ہوا تھا اور یہ جنگ احد کے بعد کا واقعہ ہے اور واقعہ میں راجح قول کے مطابق یہ 4 ہجری کا واقعہ ہے لیکن اس پر اعتراض ہے کہ صحیح بخاری میں یہ حدیث ہے کہ جب شراب کی حرمت کا حکم نازل ہوا تو میں (انس) لوگوں کو شراب پلا رہا تھا۔ اور میں اس وقت قوم میں سب سے چھوٹا تھا۔ تو اگر 4 ہجری میں شراب کی حرمت نازل ہوئی تو حضرت انس رضی اللہ عنہ اس وقت چودہ سال کے ہوں گے پھر وہ ان میں سب سے چھوٹے کیسے ہوئے؟" (۲۷)

چوتھا معیار: کسی چیز کا قابلِ نفرت ہونا

قرآن مجید کا ایک اصول یہ بھی ہے کہ تمام خبیث چیزیں حرام ہیں جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ يُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَ يُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ (۲۸)

قابل نفرت چیزوں کی ضد طیب آئی ہے کیونکہ لفظ طیب خبیث کی ضد ہے اور خبیث اہل عرب کے ہاں قابل نفرت اور ناپسندیدہ چیزوں کے لیے مستعمل ہے۔ جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ (۲۹)

"حلال کرتا ہے انکے لئے سب پاک چیزیں اور حرام کرتا ہے ان پر ناپاک چیزیں"

علامہ ابن عاشور فرماتے ہیں کہ:

"والطيبات صفة المحذوف معلوم من السياق، اى الاطعمة الطيبات، وهى الموصوفة بالطيب، اى التى طابت، واصل معنى الطيب معنى الطهارة والزكاء" (۳۰)

طیبات سے مراد پاک

طیب کا اطلاق مباح شرعی پر ہوتا ہے کیونکہ اباحت شرعی کسی چیز کے پاک ہونے اور نقصان سے سلامتی کی دلیل ہوتا ہے۔ سورۃ المائدہ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ:

يَسْئَلُوْنَكَ مَاذَآ اُحِلَّ لَهُمْ قُلْ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ وَ مَا عَلَّمْتُمْ مِّنَ الْجَوَارِحِ مُكَلِّبِيْنَ تُعَلِّمُوْنَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللّٰهُ فَكُلُوْا مِمَّآ اَمْسَكْنَ عَلَيْكُمْ وَ اذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ (۳۱)

"تجھ سے پوچھتے ہیں کہ کیا چیز ان کے لئے حلال ہے کہہ دے تم کو حلال ہیں ستھری چیزیں اور جو سدھاؤ شکاری جانور شکار پر دوڑانے کو کہ ان کو سکھاتے ہو اس میں سے جو اللہ نے تم کو سکھایا ہے سو کھاؤ اس میں سے جو پکڑ رکھیں تمہارے واسطے"

اس آیت کی تفسیر میں امام رازیؒ اپنی تفسیر "تفسیر کبیر" میں فرماتے ہیں کہ:

"ان کثیر آیات میں لزیذ اور طیبات کی اباحت پر دلالت ہے یہ کھانوں میں حلال و حرام کھانوں کی معرفت کی طرف رجوع میں قانون اور اصل کبیر ہے۔" (۳۲)

امام نوویؒ اپنی کتاب "مجموع شرح المہذب" میں فرماتے ہیں:

"قل احل لكم الطيبت، قالا اصحابنا وغيرهم وليس المراد بالطيب هنا الحلال" (۳۳)

یعنی ہمارے اصحاب اور دیگر کے نزدیک یہاں طیب سے مراد حلال نہیں ہے۔ کسی چیز کے قابل نفرت ہونے کا حکم اس وقت لگے گا جب وہ وصف بالفعل موجود مثلاً لقمہ منہ میں چھبا کر بچے کے منہ میں ڈال دینا برکت کے لیے یا بچے کی آسانی کے لیے ایسا کرنا سمجھ میں آتا ہے لیکن اس کے برعکس دیکھا جائے تو لعاب کوئی پسند نہیں کرتا۔

کسی چیز کے طیب اور خبیث ہونے میں معتدل اور سلیم الطبع لوگوں کے مزاج اور طبیعت کا اعتبار ہوگا چاہے وہ اہل عرب سے ہوں یا غیر عرب سے۔ اگر مثلاً ہم مختلف علاقوں کے لوگوں کی طبیعتوں کا اعتبار کریں تو اس حلال و حرام میں اضطراب پیدا ہوگا کیونکہ یہاں اختلاف طبیعت، ذوق اور مزاج میں ہے جو ہر علاقے کے لوگوں کی جداگانہ ہے اور ایک علاقے کے لوگوں کی طبیعت دوسرے علاقے کے لوگوں پر ڈالنا آسان نہیں ہوتا۔ یہاں کسی چیز کے حلت یا حرمت کے اعتبار سے بات کی جائے تو طیب اور خبیث کے معیار حلت و حرمت کی پہلی شرط یہ ہے کہ جس معیار میں حلت و حرمت کا قول کیا جائے اس کے مقابلے میں کوئی منصوص نص نہ آتی ہو اور اگر آتی ہے تو پھر نص کا ہی اعتبار ہوگا اور نص کے خلاف کسی انسانی طبیعت و مزاج کا اعتبار نہ ہوگا مثلاً دودھ میں مکھی کا گر جانا یا گرا ہوا لقمہ صاف کر کے کھالینا ان چیزوں کی حلت نصوص سے ثابت ہے یہ چیزیں نص کی وجہ سے حلال ہی تصور ہوں گی کسی نے ذوق اور طبیعت کو دیکھتے ہوئے اس کے حکم پر کوئی اثر نہیں پڑے گا جس چیز میں خبیث کا وصف پایا جائے وہ جمہور کے نزدیک مکروہ و حرام ہے۔ لفظ طیب جو یہاں ایک فقہی اصطلاح ہے یہ لفظ نظیف کے مترادف بالکل نہیں ہے طیب ہونا حلال کے لازمی شرائط میں سے ہے البتہ شرعی طور پر یہ مستحب ہے۔ انسان جو چیز استعمال کرے وہ حلال اور طاہر ہونے کے ساتھ ساتھ ستھری بھی ہو کیونکہ نظیف ہونا کسی چیز کے حلال ہونے کے لیے کوئی شرعی شرط نہیں ہے اس لیے کسی حلال چیز کو نظیف نہ ہونے کی وجہ سے حرام قرار نہیں دیا جاسکتا۔

پانچواں معیار: ناپاکی (نجس) نجاست

کسی چیز کا نجس ہونا اشیاء کی حرمت کا ایک سبب ہے یہی وجہ ہے کہ شریعت اسلامیہ نے اس کے داخلی استعمال سے منع فرمایا یعنی نجاست کو غذا بنانے سے منع فرمایا۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن پاک میں جہاں لفظ "رجس" آیا وہاں (فاجتنبوا)، (فلا یقربوا) بھی آیا ہے۔ یعنی اس سے دوری اختیار کرنے کا حکم شریعت نے دیا۔

نجاست کی تعریف

نجاست کے لغوی معنی ہیں ناپاکی، گندگی۔ اصطلاح فقہاء کے نزدیک ایسی ناپاکی یا گندی چیز جس کا گندا یا ناپاک ہونا شریعت سے ثابت ہو۔ (۳۴)

امثلہ نجاست:

نجاستوں کی مثالوں کی بات کی جائے تو اس میں خنزیر، شراب، ہر بہنے والا لہو، مردار، بول و براز، لید وغیرہ شامل ہیں۔

نجس اور خبیث میں فرق:

کسی چیز کا نجس ہونا شرعی دلیل سے ثابت ہوتا ہے جبکہ خبیث جمہور فقہاء کے نزدیک حرمت اشیاء کی علت اس کا دارومدار طبعی کراہت پر ہے۔

ناپاک چیزوں کو پاک کرنے کا طریقہ

(۱) کپڑا وغیرہ پھیر لینا (مسح): یہ ان چیزوں میں خاص ہے جنہیں دھویا نہیں جاتا بلکہ کسی کپڑے یا کاغذ وغیرہ سے صاف کر لیا جاتا اور دوسرا یہ کہ وہ چیزیں شفاف ہوں جیسے آئینہ، تلوار وغیرہ۔

(۲) تبدیل ماہیت: اس کو استحالہ بھی کہتے ہیں کہ ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف پھیر دینا/ تبدیل کر دینا جیسے شراب کو کسی نئے مٹکے میں سرکہ بنا دینا یہ بھی تبدیل ماہیت ہے سرکہ جائز ہے۔

(۳) دباغت: خنزیر اور آدمی کی کھالوں کے علاوہ دیگر کھالوں کو نمک یا دھوپ میں رکھ کر ان سے رطوبت الگ کر دیا جائے تو وہ پاک ہو جاتی ہیں۔

(۴) دھونا: ناپاک کپڑا صحیح طریقے سے دھونے سے پاک ہو جاتا ہے۔

اس کی اور بھی مثالیں ہیں مثلاً کھودنا، جلانا، کھرچنا، سوکھ جانا، حیوان کا ذبح کرنا وغیرہ۔

احترام انسانیت

احترام انسان سے مراد یہ ہے کہ انسانی جسم کے کسی عضو کی بھی بیع جائز نہیں ہے اگرچہ وہ کھانے کے لیے یا لباس پہننے کی صورت میں ہو۔

تبیین الحقائق شرح کنز الاخائق میں ہے کہ:

"قلنا: حرمۃ الانتفاع بہ لکرامتہ لا لنجاستہ"(۳۵)

"فرمایا: ہم یہ کہتے ہیں کہ اس کی کرامت (احترام کی وجہ سے اس سے نفع اٹھانا حرام ہے نہ کہ نجس ہونے کی وجہ سے"

درندے جانوروں یا پرندے

اس کو عربی افتراس اور سبعیت کہتے ہیں یعنی وہ جانور جو دوسرے جانوروں کو چیر پھاڑ کر کھاتے ہیں وہ جانور جو اپنے دانتوں سے شکار کرتے ہیں۔ جبڑوں والے جانور جیسے چیتا، شیر، کتا وغیرہ اسی طرح وہ پرندے جو اپنے پنجوں سے شکار کرتے ہیں جیسے چیل، باز وغیرہ یہ سب جمہور علماء کے نزدیک چاہے وہ شوافع ہوں، احناف ہوں، حنابلہ ہوں سب کے نزدیک حرام ہے۔

حدیث پاک میں ہے کہ:

"**نھی رسول اللہ ﷺ عن کل ذی ناب من السباع**"(۳۶)

"ایسے جانور جو جبڑے کے دانتوں سے کھاتے ہیں درندہ جانور سے حضور ﷺ نے منع فرمایا"

مسند امام احمد میں ہے کہ:

"**ان رسول اللہ ﷺ نھی عن کل ذی ناب من السباع و عن کل ذی مخلب من الطیر**"(۳۷)

"رسول اللہ ﷺ نے جبڑے کے دانتوں والے درندہ جانور اور ہر پنجے والے پرندے کھانے سے منع فرمایا"

"**ان رسول اللہ ﷺ کل ذی ناب من السباع فاکلہ حرام**"(۳۸)

"جبڑے کے دانتوں والے ہر درندے جانور کا کھانا حرام ہے"

المحیط البرہانی میں ہے کہ:

"اس بات کا جاننا ضروری ہے کہ حیوانات کی قسمیں ہیں ان میں سے کچھ ایسی ہیں جن میں خون نہیں ہے جیسے مکھی، بھڑ، مچھلی اور ٹڈی اور اس کے علاوہ ان میں سے سوائے مچھلی اور ٹڈی کے کوئی حلال نہیں ہے۔ باوجود اس کے کہ ٹڈی کسی علت کی بنا پر مری ہو یا علت کے بغیر حیلہ مچھلی اگر بغیر علت کے مری ہے تو جائز ہے اور اگر علت کے ساتھ مری ہے تو بھی جائز ہے۔"(۳۹)

حوالہ جات(References)

۱. الطریفی، عبد اللہ بن محمد، احکام الاطعمۃ فی الشریعہ الاسلامیہ، ۱۶۶

Al-Tarifi, Abdullah bin Muhammad, Ahkam al-Ata'ma fi Shari'ah al-Islamiyah,166.

۲. نیساپوری، المستدرک علی الصحیحین، (شبیر برادر، لاہور، س۔ن)، ۳:۳۱۷

Nisapuri, Al-Mustadrik Ali Al-Sahihin, Shabbir Bardar, Lahore3: 317

۳. البقرہ:۱۹۵

Al-Baqara: 195

۴. بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، حدیث ۵۷۷۸۔

Bukhari, Muhammad ibn Ismail, Al-Jami 'al-Sahih, Hadith 5778.

۵. مجموعۃ من العلماء والباحثین، مجلۃ مجمع الفقہ الاسلامی، الجزء الثامن، (مجمع الفقہ اسلامی، طرابلس، لیبیا، ۱۳۶۶)

Majmua min al ulama Waal Bahiseen,mujalla majma ul alfiqa alislami,turablas,lybia,1366

۶. ایضاً۔

Ibid

۷. بریلوی، احمد رضا خاں، العطایا النبویہ فی الفتاوی رضویہ (، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن، لاہور،) ۴: ۶۵۱

Barelvi, Ahmad Raza Khan, Al-Atta Bilnabawiyah Fi Al-Fatawa Rizviyah, published by Raza Foundation, Lahore,4:651

۸. شامی، محمد امین ابن عابدین، رد المختار، مطبوعہ (داراحیاء التراث العربی، بیروت)، ۶: ۴۵۷

Shami, Muhammad Amin Ibn Abedin, Rid Al-Mukhtar, published by .Darahiya Al-Tarath Al-Arabi, Beirut, 6: 457

۹. ایضاً۔

Ibid

۱۰. ابو داؤد، السنن، کتاب الاشربہ (، مبطع مجتبائی، لاہور)، ۲: ۵۱۸

Abu Dawud, Al-Sunan, Kitab al-Ashraba, Mubta'ah Mujtaba'i, Lahore, 2:518

۱۱. مدنی، محمد انس، خزائن التعریفات، (الضحیٰ پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۱۳ء)، ۱۹۲

Madani, Mohammad Anas, Treasures of Definitions, Al-Duha Publications, Lahore, 2013:192.

۱۲. شامی، محمد امین ابن عابدین، درالمختار، ۴: ۳۱

Shami, Muhammad Amin Ibn Abidin, Dar al-Mukhtar,4: 31

۱۳. ابن نجیم، زین الدین، البحر الرائق، (درالکتب العلمیہ، بیروت،)۵: ۳۰

Ibn Najim, Zainuddin, Al-Bahr Al-Raiq, Dar Al-Kitab Al-Alamiya Beirut, 5;30

۱۴. بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کتاب الاشربہ، ۲: ۸۳۶

Bukhari, Muhammad ibn Ismail, Al-Jami 'al-Sahih, Kitab al-Ashrabah, 2:836.

۱۵. ابن ماجہ، السنن، ابواب الاشرابۃ، باب لعنت الخمر، (مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی،)۲۵۰

Ibn Majah, Al-Sunan, Abwab Al-Ashrabat, Bab Laanat Al-Khumr, published by HM Saeed Company, Karachi,250.

۱۶. حاکم، مستدرک علی الصحیحین، ۱: ۲۲

.Hakim, Mustadrak Ali Al-Sahihin, 1: 22

۱۷. ہیثمی، علی بن ابو بکر، مجمع الزوائد، دار الکتاب العربی، ۴: ۳۲۷

Haithami, Ali ibn Abu Bakr, Majma 'al-Zawaid, Dar al-Kitab al-Arabi, 4: 327

۱۸. ابوداؤد، السنن، ۲: ۱۶۲

Abu Dawud, Al-Sunan,2:162

۱۹. الصنعانی، عبدالرزاق، المصنف، (مطبوعہ کتب اسلامی، بیروت، ۱۳۹۰ھ)، ۷: ۳۷۹

Al-Sana'ani, Abdul Razzaq, Author, Islamic Books, Beirut, 1390 AH, 7:379

۲۰. قرطبی، محمد بن احمد، الجامع الاحکام القرآن، (مطبوعہ النشادات ناصر خسرو، ایران،) ۳: ۵۲

Qurtubi, Muhammad ibn Ahmad, Al-Jami 'al-Ahkam al-Quran, published by Nasir Khosrow, Iran, vol. 3, p. 52.

۲۱. السرخسی، محمد بن احمد، کتاب المبسوط، (مطبوعہ دارالمعرفۃ، بیروت،) ۲: ۲۴

Al-Surakhsi, Muhammad ibn Ahmad, Kitab al-Mabsoot, published by Dar al-Ma'rifah, Beirut, 2:24

۲۲. شامی، محمد امین ابن عابدین، ۵: ۲۸۸

Shami, Muhammad Amin Ibn Abidin, 5:288

۲۳. المرغینانی، علی بن ابوبکر، ہدایہ اخیرین، (مطبوعہ شکرۃ علمیہ، ملتان،) ۴۹۵

Al-Marghinani, Ali ibn Abu Bakr, Hidayah Akhirin, published by . Shukrat al-Ulamiya, Multan,495

۲۴. اصبہانی، احمد بن عبداللہ، مسند امام اعظم (مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز، کراچی،) ۳۵۴

Isbahani, Ahmad bin Abdullah, Musnad Imam Azam, published by .Muhammad Saeed & Sons, Karachi,354

۲۵. احمد بن شعیب، نسائی، السنن، (مطبوعہ نور محمد کارخانہ، کراچی،) ۲: ۲۸۹

Ahmed bin Shoiab Nisai, Al-Sunan, published by Noor Mohammad Karkhana, Karachi,2:289

۲۶. ہیثمی، علی بن سلیمان، مجمع الزوائد، ۵: ۵۳

Haithami, Ali ibn Sulayman, Majma 'al-Zawaid, 5:53.

۲۷. عسقلانی، احمد بن علی ابن حجر، فتح الباری شرح صحیح البخاری، (مطبوعہ لاہور، ۱۴۰۱ھ) ۱۰: ۳۱

Asqalani, Ahmad bin Ali Ibn Hajar, Fateh al-Bari Sharh Sahih al-Bukhari, Lahore Press, 1401 AH, 10:31

۲۸. الاعراف: ۱۵۷۔

Al-Araf :157

۲۹. البقرۃ: ۱۷۲

Al-Bqara :172

۳۰. محمد طاہر بن عاشور، التحریر والتنویر، الدار التونسیہ، ۶: ۱۱۱

Muhammad Tahir ibn Ashur, Tahrir wal-Tanveer, Al-Dar al-Tunisia, 6:111

۳۱. المائدہ:۴

Al-Maida:4

۳۲. قادری، محمد خان، فضل قدیر ترجمہ تفسیر کبیر، (مرکز تحقیقات اسلامیہ، لاہور، ۲۰۱۲ء)۱۱: ۳۱۶

Qadri, Muhammad Khan, Fazal Qadir Translation of Tafsir Kabir, .Islamic Research Center, Lahore, 2012, 11:316

۳۳. نووی، محی الدین، کتاب الجموع شرح المہذب للشیرازی،۹ :۴۶

Nawawi, Mohi-ud-Din, Kitab al-Jumu ', Sharh al-Muhdhab il-Shirazi, 9:46

۳۴. ابن نجیم، زین الدین، البحر الرائق،۱ :۶۴

Ibn Najim, Zainuddin, Al-Bahr al-Ra'iq,1:64

۳۵. زیلعی، عثمان بن علی، تبیین الحقائق شرح کنزالد قائق، (دارالکتب العلمیہ،)۳:۷۸

Zailai, Uthman bin Ali, Tabein Al-Haqaiq Sharh Kunz Al-Daqaiq, Dar Al-Kitab Al-Alamiya,3: 78

۳۶. احمد بن حنبل، المسند، (دارالفکر، بیروت،)حدیث ۴:۱۷۱۷

Ahmad ibn Hanbal, Al-Musnad, Dar al-Fikr, Beirut, Hadith 17174

۳۷. ایضاً،۲۸:۴۱۰۔

Ibid:28:410

۳۸. ایضاً۔

Ibid

۳۹. برھان الدین، محمد بن احمد، المحیط البرہانی فی الفقہ النعمانی، (مطبوعہ دار لکتب العلمیہ، بیروت،)۱۰:۴۷۸

Burhanuddin, Muhammad bin Ahmad, Al-Muheet Al-Burhani Fi Al-Fiqh Al-Nu'mani, published by Dar Al-Kitab Al-Alamiya, Beirut, 10:478